وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا سورۃ الحشر

"اور رسول (ﷺ) تمہیں جو کچھ دے وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکے اس سے رُک جاؤ۔"

مشکوٰۃ الحدیث

علم حدیث کے شائقین کے لئے صحیح احادیث کا ایک جدید جامع مجموعہ

"مشکوٰۃ المصابیح" کی منتخب صحیح احادیث کا آسان اُردو ترجمہ و تشریح، اُن کا قرآن مجید سے ربط، مفصل مقدمہ، اشاریہ، فرہنگِ الفاظ، صحاحِ ستہ کا تعارف اور راویانِ حدیث کے مختصر حالاتِ زندگی شامل ہیں

جلد سوم: معاملات

پروفیسر مولانا محمد رفیق مدظلہ العالی

Marfat.com

Marfat.com

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا سورة الحشر

''اور رسول (ﷺ) تمہیں جو کچھ دے وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکے اس سے رُک جاؤ۔''

علم حدیث کے شائقین کے لیے صحیح احادیث کا ایک جدید جامع مجموعہ

مشکوٰۃ الحدیث

جس میں

''مشکوٰۃ المصابیح'' کی منتخب صحیح احادیث کا آسان ترجمہ وتشریح
اُن کا قرآن مجید سے ربط، اشاریہ، فرہنگ الفاظ اور راویانِ حدیث
کے حالاتِ زندگی شامل ہیں

جلد سوم: معاملات

پروفیسر مولانا محمد رفیق

مکتبہ قرآنیات، لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

109213

نام کتاب : مشکوٰۃ الحدیث جلد سوم

مؤلف : پروفیسر مولانا محمد رفیق

ناشر : مکتبہ قرآنیات، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،

اُردو بازار لاہور۔ پاکستان

فون: 5811297، موبائل: 0321-7724032
0333-4399812

اہتمام : حافظ تقی الدین

سن اشاعت : مارچ 2011ء

Marfat.com

ارشادِ نبوی ﷺ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

....فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاِذَا نَهَیْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَدَعُوْهُ.

صحیح مسلم، رقم: 3257

نسائی، رقم: 2619

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جب میں کسی چیز کے بارے میں تمہیں حکم دوں تو جس قدر تم سے ہو سکے اُس پر عمل کرو اور جب میں کسی چیز سے تمہیں منع کروں تو اُسے چھوڑ دو۔‘‘

Marfat.com

ارشادِ نبوی ﷺ

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ:

"نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَھَا، وَ وَعَاھَا وَ اَدَّاھَا..."

ترمذی، رقم: 2658

ابوداؤد، رقم: 3660

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اُس بندے کو خوش وخرم رکھے جس نے میری حدیث سنی، اُسے یاد رکھا، محفوظ کرلیا اور پھر آگے بیان کردیا......"

Marfat.com

فہرست مضامین

❁ تقدیم 11

باب 1......معاشرت

1- نکاح کی ترغیب 15
2- دین دار عورت سے نکاح کرنا 17
3- بیک وقت پھوپھی بھتیجی یا خالہ بھانجی سے نکاح حرام ہے 18
4- رضاعت سے بھی نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہے 20
5- نسب کی طرح رضاعت کے سبب بھی نکاح حرام ہے 21
6- نکاح سے پہلے عورت کو دیکھ لینا 22
7- منگنی پر منگنی منع ہے 24
8- سودے پر سودا اور منگنی پر منگنی منع ہے 25
9- عورتوں سے متعہ حرام ہے 27
10- قریش کی عورتوں کی خصوصیت 28
11- نکاح کے لیے عورت کی رضامندی ضروری ہے 30
12- ولی (سرپرست) کے بغیر عورت کا نکاح نہیں 31
13- عورت کا حق مہر 33
14- حق مہر کی ادائیگی لازم ہے 35
15- شادی پر دف بجانے کی اجازت ہے 38
16- بیوی کا نان ونفقہ (خرچہ) خاوند کے ذمے ہے 40
17- ولیمہ سنت ہے 42
18- بیوی سے حسن سلوک 44

Marfat.com

19- بیوی سے نفرت نہ کرنا 46
20- اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو بیوی شوہر کو سجدہ کرتی 47
21- بیوی زوجیت کا حق ادا کرے 48
22- عزل کی اجازت 49
23- بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورت پر جنت کی خوشبو حرام ہے 51
24- کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی دوسری عورت کے جسمانی اوصاف بیان نہ کرے 52
25- خلع کی اجازت 53
26- طلاق دینے کا طریقہ 55
27- بیوہ کی عدت 59
28- بہتر وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہیں 61
29- مرد کا غیر محرم عورت سے تنہائی میں ملنا منع ہے 63
30- اکیلی نامحرم عورت کے ہاں رات بسر نہ کرنا 64
31- خاوند کی عدم موجودگی میں اُس کی بیوی سے نہ ملنا 65
32- ''دیور موت ہے'' کے معنی 67
33- ہیجڑوں کے بارے میں حکم 68
34- مردوں کے لیے عورتیں فتنہ اور آزمائش ہیں 70
35- عورتوں کے فتنے سے بچنا 72
36- دو مرد یا دو عورتیں ایک کپڑے میں نہ سوئیں 73
37- میاں بیوی کی خلوت کی باتیں راز اور امانت ہیں 74
38- نبی ﷺ کے شہد پینے کا واقعہ 75
39- اگر حوا نہ ہوتیں تو خیانت نہ ہوتی 79
40- نحوست تین چیزوں میں ہے 81

Marfat.com

باب 2......معیشت

41- حلال کمائی 83
42- حلال روزی 84
43- حلال اور حرام بالکل واضح ہیں 87
44- قیامت دن اللہ تعالیٰ تین قسم کے آدمیوں سے کلام نہ فرمائے گا 90
45- قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین طرح کے آدمیوں کا مخالف ہوگا 91
46- سود کھانے والے پر لعنت 93
47- سود کی ایک قسم ربا الفضل کی ممانعت 96
48- لین دین میں نرمی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے 98
49- کاروبار میں دھوکا دینا منع ہے 99
50- خرید و فروخت میں اختیار 101
51- خرید و فروخت کے بارے میں چند احکام 104
52- ممنوع تجارت (1) 107
53- ممنوع تجارت (2) 109
54- ممنوع تجارت (3) 111
55- پھلوں کی فروخت 113
56- پیشگی سودا کرنا (بیع سلم) 115
57- قسمیں کھا کر سودا بیچنے کی ممانعت 117
58- شراکت اور مضاربت 118
59- ایک دفینے کا عمدہ فیصلہ 120
60- ذخیرہ اندوزی (احتکار Hoarding) 122
61- قیمتوں پر کنٹرول (Price Control) 123
62- مالدار مقروض کا اپنے وعدے کو ٹالنا ظلم ہے 125

Marfat.com

63- تنگ دست مقروض کو مہلت دینا 126
64- تنگ دست مقروض کو مہلت دینے کا اجر 127
65- لین دین میں نرمی کرنے والے کے لیے بخشش اور رحمت 128
66- شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے قرض کے 130
67- شفعہ جائز ہے 131
68- رہن یا گروی رکھنے کی اجازت 133
69- وصیت کے بارے میں حکم 135
70- وصیت صرف ایک تہائی مال تک جائز ہے 136
71- وراثت کی تقسیم 138
72- مسلمان کسی کافر کا اور کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا 140
73- گری پڑی چیز اُٹھانے (لقطہ) کے بارے میں حکم 141
74- نذر ماننا 143
75- اُجرت لینا (اجارہ) 144
76- مزدور کی مزدوری اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دینا 147
77- مزارعت اور مساقات..... (زمین بٹائی پر دینا اور آبپاشی کرنا) 149
78- کاشت کاری (Farming) 151
79- بنجر زمین کی آبادکاری 153
80- زمین ناجائز طور پر ہتھیانے اور غصب کرنے کا انجام 155

باب 3.....سیاست

81- ہر شخص ذمہ دار اور جوابدہ ہے 157
82- اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت 159
83- امیر کی اطاعت 166
84- سمع وطاعت کے حدود 168

Marfat.com

85- اطاعت صرف معروف کاموں میں ہے 169
86- حکمرانوں کے لیے ہدایات 170
87- برے حکمران کا انجام دوزخ ہے 171
88- بیت المال کا صحیح استعمال 172
89- عورت کی حکمرانی جائز نہیں 174
90- ہجرت، جہاد اور نیت 177
91- اصلی جہاد کس شخص کا ہے؟ 178
92- جہاد کرنے والے کا درجہ 179
93- نبی ﷺ کا شوقِ جہاد و شہادت 180
94- جہاد کی تیاری 181
95- جہاد و قتال سے گریز منافقت ہے 183
96- لڑائی چال بازی ہے 184
97- گھوڑوں کی پیشانی میں برکت ہے 185
98- جنت تلواروں کے سائے تلے ہے 186
99- مالِ غنیمت صرف امت مسلمہ کے لیے جائز ہوا ہے 188
100- شہید کے لیے جنت ہے 190
101- شہادت کا اجر جنت ہے 191
102- قیامت کے دن شہید کے خون میں خوشبو ہوگی 194
103- اپنے مال کی حفاظت میں مرنے والا بھی شہید ہے 195
104- مدعی کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثبوت پیش کرے 196
105- فیصلہ ظاہر پر ہوگا 198
106- غصے کی حالت میں قاضی کوئی فیصلہ نہ کرے 200
107- اجتہاد کا اجر و ثواب 201

Marfat.com

108- چہرے پر نہ مارنا 202
109- ہتھیار سے اشارہ نہ کرنا 2204
110- آخرت میں سب سے پہلے قتل کا فیصلہ ہوگا 205
111- لڑنے والے قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں 207
112- مسلمان کا ناحق قتل عملی کفر ہے 209
113- مسلمان کی جان کا احترام اور قتل کا قصاص (بدلہ) لینا 210
114- خودکشی حرام ہے 212
115- حدود میں سفارش جائز نہیں 214
116- زنا کی حد (سزا) 218
117- مرتد کی سزا قتل ہے 231
118- ہر نشہ آور چیز (Intoxicant) حرام ہے 239
119- شراب نوشی کی سزا 241
120- تعزیری سزا کی مقدار کتنی ہے؟ 243
❁ ضمیمہ 1: کتب احادیث کا مختصر تعارف 244
❁ ضمیمہ 2: علم حدیث سے متعلق اصطلاحات 251
❁ ضمیمہ 3: راویانِ حدیث کے مختصر حالاتِ زندگی 270
❁ اشاریہ احادیث مشکوٰۃ الحدیث (جلد سوم) 316
❁ فرہنگ الفاظ 323

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

قرآنِ مجید کے بعد سنت اسلامی قانون وشریعت کا دوسرا بنیادی ماخذ (Basic Source) ہے۔ حدیث وسنت میں بھی قرآنِ مجید کی طرح انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور گوشوں سے متعلق ہدایت ورہنمائی موجود ہے۔ اس میں عقیدہ، عبادت، معاشرت، معیشت، سیاست، اخلاق وآداب غرض ہر شعبۂ زندگی کے بارے میں تفصیلی احکام وہدایات موجود ہیں اور حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات (A Complete Code of Life) ہے۔

حدیث وسنت دراصل قرآنِ حکیم کے مجمل احکام وتعلیمات کی تفصیل وتشریح کا نام ہے۔ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے اور وہ وحیٔ الٰہی ہے جو وحیٔ جلی اور وحیٔ خفی کی صورت میں، یا یوں کہیے کہ وحیٔ متلو اور وحیٔ غیر متلو کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید نے ہمیں ان دونوں کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ o ﴾ (آلِ عمران: 132)

’’اور اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔‘‘

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ہمارے ہاں بعض اچھے خاصے مذہبی اور دین دار قسم کے لوگ بھی جو نماز روزے کے پابند ہوتے ہیں مگر معاملات میں شرعی احکام کی پیروی نہیں کرتے۔ وہ رشوت اور سود جیسی حرام کمائی سے بھی بچنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ اپنی بہنوں بیٹیوں کو وراثت کے مال سے محروم رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ حقوق اللہ کے بارے میں محتاط مگر حقوق العباد کے حوالے سے لاپرواہ ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کو دین داری اور دنیاداری کے دو الگ الگ خانوں میں بانٹ رکھا ہوتا ہے۔ وہ ایک خانے میں اسلام کی پابندی کرتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں مگر دوسرے خانے میں اسلام کی پابندی سے آزاد اور خوفِ خدا سے عاری ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے یہ بٹوارہ اصل تقویٰ، پرہیزگاری اور دین داری نہیں ہے۔ اصل دین داری تو یہ ہے کہ زندگی کے ہر معاملے میں اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی غیر مشروط اطاعت کی جائے اور حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی یکساں طور پر ادا کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ

Marfat.com

بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ o ﴾ (البقرۃ:177)

”نیکی یہ نہیں کہ تم نے عبادت کے وقت اپنا منہ مشرق کی طرف کرلیا یا مغرب کی طرف۔ نیکی یہ ہے کہ لوگ ایمان لائیں اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر اور اُس کے نبیوں پر۔ جو اللہ کی رضا کے لیے اپنا مال خرچ کریں رشتہ داروں پر، یتیموں پر، محتاجوں پر، مسافروں پر، مانگنے والوں پر اور غلاموں کو آزاد کرنے پر۔ جو نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں۔ اور جب وعدہ کریں تو اسے پورا کریں۔ کوئی مالی پریشانی یا جسمانی تکلیف ہو تو صبر کریں اور جہاد میں ثابت قدم رہیں۔ ایسے لوگ ہی سچے اور پرہیزگار ہیں۔“

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا o وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا o رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِىْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا o وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا o اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا o وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا o وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا o اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا o وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا o وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَ سَآءَ سَبِيْلًا o وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا o وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ

Marfat.com

الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝﴾

(بنی اسرائیل: 23تا38)

''اور تمہارے رب نے حکم جاری کر دیا کہ تم اُس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر وہ تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں، اُن میں سے ایک یا دونوں، تو اُنہیں اف نہ کہو، نہ انہیں جھڑکو۔ بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو۔ ان کے سامنے نرمی سے خاکساری کا پہلو جھکا دو۔ اُن کے لیے دعا کرو''اے رب! جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا اسی طرح تو ان پر رحمت و شفقت فرما۔'' تمہارا رب خوب جانتا ہے تمہارے دلوں میں کیا ہے۔ اگر تم خدمت گزار ہو گے اور توبہ کرنے والے بنو گے تو اللہ معاف کرنے والا ہے اور دیکھو، رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق بھی ادا کرو۔ اپنا مال بے جا خرچ نہ کرو۔ بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور اگر تم اپنے رب کی طرف سے خوشحالی کے منتظر ہو اور تنگ دستی کی وجہ سے تمہیں ان حق داروں سے پہلو تہی کرنی پڑے تو نرمی سے اُنہیں سمجھا دو۔ خرچ کرتے وقت نہ تو ہاتھ گردن سے باندھ لو اور نہ بالکل چھوڑ دو، ورنہ تم ملامت زدہ بے سہارا بن کر رہ جاؤ گے۔ تمہارا رب جسے چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے کم کر دیتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا ہے۔ اور اپنی اولاد کو تنگ دستی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی روزی دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ بے شک اُنہیں قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور زنا کے قریب نہ جاؤ۔ وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔ اور جس جان کو اللہ نے محترم قرار دیا اسے ناحق قتل نہ کرو۔ جس شخص کو ناحق قتل کیا گیا تو ہم نے اُس کے وارث کو قصاص کے مطالبے کا اختیار دیا ہے۔ لہٰذا اُسے چاہیے کہ وہ قصاص لینے میں کسی طرح کی زیادتی نہ کرے کیونکہ قانون میں اُس کی دادرسی کی گئی ہے۔ اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو یتیم کے حق میں بہتر ہو۔ جب وہ جوان ہو جائے تو اُس کی امانت

Marfat.com

اُس کے حوالے کردو۔ اور دیکھو، عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کی پوچھ ہوگی۔ جب کوئی چیز ناپ کردو تو پورا ناپو اور ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہی طریقہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔ ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کی تمہیں خبر نہیں۔ بے شک کان، آنکھ اور دل سب کے بارے میں باز پُرس ہوگی۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔ تم اس طرح نہ تو زمین کو پھاڑ سکتے ہو، نہ تم پہاڑوں کی لمبائی تک پہنچ سکتے ہو۔ یہ برے کام تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔''

مشکوٰۃ الحدیث کی پہلی دو جلدیں بالترتیب ''ایمانیات'' اور ''عبادات'' سے متعلق احادیث پر مشتمل تھیں۔ اب یہ تیسری جلد، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، معاملات کے بارے میں 120 حدیثوں کی تشریح پر مبنی ہے۔ اس میں معاملات کو تین الگ الگ ابواب...... معاشرت، معیشت اور سیاست میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر باب میں احادیث کی تعداد چالیس 40 رکھی گئی ہے۔

معاشرت کے باب میں نکاح، محرماتِ نکاح، ولیمہ، حق مہر، بیوی کے حقوق وفرائض، نان ونفقہ، طلاق، خلع، عدت اور پردے جیسے مضامین شامل ہیں۔ معیشت کے باب میں حلال روزی، تجارت، خرید وفروخت کے اسلامی احکام، شراکت، اُجرت (اجارہ) دست کاری، قرض، رہن، شفعہ، وصیت، وراثت، لقطہ، قیمتوں پر کنٹرول، سود، مزارعت، کاشت کاری جیسے عنوانات کے تحت احادیث جمع کی گئی ہیں۔ سیاست کے باب میں حکمرانوں اور رعایا کے حقوق وفرائض، سمع وطاعت کے حدود، اطاعت امیر، قاضی اور قضا، حدود وتعزیرات، خود کشی، منشیات، جہاد اور مالِ غنیمت جیسے موضوعات سے متعلق احادیث جمع کر کے اُن کی شرح کی گئی ہے۔

اس جلد میں بھی پہلی دو جلدوں کے علمی وتحقیقی معیار کو برقرار رکھا گیا ہے۔ اُمید واثق ہے کہ اسے بھی پہلی جلدوں کی طرح پذیرائی حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مجموعہ احادیث کو جلد مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ ابھی اس کی چوتھی اور آخری جلد جو اخلاقیات سے متعلق ہے، زیر ترتیب ہے۔ وہ اسے بھی اپنی بارگاہ میں قبولیت بخشے لوگوں کے لیے اسے مفید بنائے۔ اس کی نشر واشاعت کے مختلف مراحل میں حصہ لینے والوں کو اجر وثواب سے نوازے اور اسے میرے لیے توشۂ آخرت بنا دے! آمین۔

هذا ما عندي والعلم عند الله، وهو ولي التوفيق.

والسلام

احقر العباد

محمد رفیق، لاہور

14 محرم الحرام 1432ھ

مطابق 21 دسمبر 2010ء

Marfat.com

باب 1......معاشرت

1: نکاح کی ترغیب

1...... ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:
يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3080 صحیح بخاری، رقم 5066
صحیح مسلم، رقم 3398 ابوداؤد، رقم 2046 اللؤلؤ والمرجان 884

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اے نوجوانو! تم میں سے جوکوئی نکاح کی ذمہ داریاں برداشت کرسکتا ہے وہ ضرور شادی کر لے کیونکہ اس کے ذریعے بدنظری سے بچاؤ ہوتا ہے اور ستر کی حفاظت ہوتی ہے۔لیکن جو شادی کی ذمہ داریاں اُٹھا نہیں سکتا وہ روزے رکھے تاکہ اپنی جنسی خواہش پر قابو پا سکے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں جوانوں کو نکاح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

2: عیسائیت اور ہندو مذہب میں رہبانیت، ترکِ دنیا اور عورتوں سے نکاح نہ کرنا نیکی، تقویٰ اور عبادت کہلاتی ہے۔جب کہ اسلام میں یہ سب چیزیں ناپسندیدہ ہیں۔

3: اسلام میں نکاح کرنا سنت ہے۔

4: اس حدیث میں نکاح کے بہت سے فوائد میں سے صرف دو فائدے بیان ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ اس کے ذریعے بدنظری سے بچا جاسکتا ہے۔دوسرے اس کے نتیجے میں انسان بدکاری سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

5: نکاح کا سب سے بڑا فائدہ انسانی نسل کی بقا اور اُس کا جاری رہنا ہے۔

6: جو جوان مرد ابھی نکاح کی ذمہ داریاں نہ اُٹھا سکتے ہوں اُن کے لیے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اس

Marfat.com

عرصے میں روزے رکھا کریں کیونکہ اس سے اُن کا جنسی ہیجان کم ہو جائے گا۔ دوسرے اُن کو روزے رکھنے کا ثواب بھی ملتا رہے گا۔

7: یاد رہے کہ حدیث کی یہ نصیحت اور ہدایت جوان مردوں اور جوان عورتوں دونوں کے لیے ہے۔

8: اس حدیث کے حکم کے بارے میں ہمارے ہاں آج کل بعض خود ساختہ وجوہات کی بنا پر بہت غفلت اور کوتاہی برتی جا رہی ہے۔ تیس پینتیس سال کی لڑکیوں کی شادی نہیں ہوتی۔ یہ صورتِ حال ہمارے مخلوط معاشرے اور ہیجان انگیز ماحول کے زیرِ اثر اخلاقی لحاظ سے انتہائی خطرناک اور مہلک ثابت ہو رہی ہے۔ اس کے برے انجام اور گناہ کے ذمہ دار کبھی صرف والدین ہوتے ہیں جو اپنی اولاد کی بروقت شادی نہیں کرتے، کبھی خود اولاد اس کی ذمہ دار ہوتی ہے جن کو اپنا آئیڈیل نہیں ملتا، اور کبھی والدین اور اولاد دونوں ہی اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

Marfat.com

2: دین دار عورت سے نکاح کرنا

2...... ((عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3082	صحیح بخاری، رقم 5090
صحیح مسلم، رقم 3635	ابو داؤد، رقم 2047
ابن ماجه، رقم 1858	اللؤلؤ والمرجان، رقم 928

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
عورت سے نکاح کے لیے چار باتیں دیکھی جاتی ہیں: اُس کا مال، اُس کا خاندان، اُس کی خوب صورتی اور اُس کی دینداری۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، تم دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کرو۔''

تشریح:

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کسی عورت سے نکاح کے لیے عام طور پر اُس میں چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں:

1: وہ مال دار ہو۔

2: اُس کا خاندان اچھا ہو۔

3: وہ خوب صورت ہو۔

4: وہ دین دار ہو۔

پھر آخر میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ ان میں سے دین دار عورت کو ترجیح دی جائے کیونکہ اس طریقے سے دین و دنیا کی بھلائی اور آخرت کی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

پھر یہ جو آخر میں فرمایا کہ ''تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں'' تو ان الفاظ میں ذلت و حقارت کا کوئی پہلو نہیں ہے بلکہ عربی زبان میں یہ پیار، محبت اور بے تکلفی کا مخصوص انداز ہے جس کا مقصد نکاح کے لیے دین دار اور با اخلاق عورت کی طرف رغبت دلانا ہے۔

Marfat.com

3: بیک وقت پھوپھی بھتیجی یا خالہ بھانجی سے نکاح حرام ہے

3...... ((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:
((لَا یُجْمَعُ بَیْنَ الْمَرْأَةِ وَ عَمَّتِهَا، وَ لَا بَیْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3160 — صحیح بخاری، رقم 5109 — صحیح مسلم، رقم 3436
ابوداؤد، رقم 1929 — ابن ماجہ، رقم 2066 — ترمذی، رقم 1125
نسائی، رقم 3297 — اللؤلؤ والمرجان، رقم 890

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
کسی عورت اور اُس کی پھوپھی کو، اور کسی عورت اور اُس کی خالہ کو، بیک وقت کسی ایک مرد کے نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔''

تشریح:

1: جس طرح قرآنِ مجید کے حکم کے مطابق دو سگی بہنوں کا ایک ہی وقت میں کسی مرد کے نکاح میں ہونا حرام ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:
﴿ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ .... ﴾ (النساء:23)
''اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم بیک وقت دو بہنوں کو اپنے نکاح میں جمع کرو۔''
اسی طرح اس حدیث کے حکم کے مطابق پھوپھی بھتیجی یا خالہ بھانجی کا ایک ہی وقت میں کسی مرد کے نکاح میں ہونا بھی حرام ہے۔

2: قرآن وسنت کے اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کے فوت ہوجانے کے بعد یا اُسے طلاق دینے کے بعد ہی اُس کی بہن، پھوپھی، بھتیجی، خالہ یا بھانجی سے نکاح کرسکتا ہے۔ گویا بیوی کی موجودگی میں وہ اس کی ان مذکورہ رشتہ دار عورتوں سے نکاح نہیں کرسکتا۔ اسی پر امت کا اجماع ہے۔

3: یاد رکھیے جو قانونی وزن قرآن کے حکم کا ہے وہی قانونی وزن سنت کے حکم کا ہے کیونکہ متن اور اُس کی

Marfat.com

تشریح کا حکم یکساں ہے۔ قرآن گویا متن ہے اور حدیث وسنت اُس کی تشریح ہے۔

4: قرآنِ مجید کی سورۃ النساء آیت 23 میں جن محرماتِ نکاح کا ذکر آیا ہے، اس حدیث کے حکم کے بعد اُن کی تعداد میں دو مزید محرماتِ نکاح کا اضافہ ہوگیا ہے۔

5: پھوپھی بھتیجی یا خالہ بھانجی کا ایک دوسرے کی سوکنیں بننا ایک طرح سے قطع رحمی ہے۔ پھر جو خرابی قطع رحمی ہونے کی ایک مرد کے نکاح میں دو بہنوں کے جمع ہونے میں تھی وہی خرابی پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کے جمع ہونے میں ہے۔ اس لیے علت یکساں ہونے کی وجہ سے دونوں کا حکم یکساں ہوگیا کہ ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ انتہائی قریبی رشتہ دار عورتوں کا ایک دوسرے کی سوکن بننا قطع رحمی کا سبب اور ذریعہ بن سکتا تھا اور اسلامی شریعت کا اصول ہے کہ جو کام کسی حرام کام کا ذریعہ اور سبب بن رہا ہو تو وہ بھی حرام ہوجاتا ہے۔ اس لیے نکاح کی یہ تینوں صورتیں حرام ہیں:

کسی مرد کے نکاح میں بیک وقت دو بہنوں کا جمع ہونا، یا پھوپھی اور بھتیجی کا جمع ہونا، یا خالہ اور بھانجی کا جمع ہونا۔

Marfat.com

4: رضاعت سے بھی نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہے

4...... ((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3161 صحیح بخاری، رقم 5090
صحیح مسلم، رقم 3568 دارمی، رقم 2249 اللؤلؤ والمرجان، رقم 916

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جو رشتے نسب اور پیدائش کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت کے سبب سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔''

تشریح:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام رشتے جو نسب کی وجہ سے ایک دوسرے کے لیے حرام ہیں وہ سب رشتے رضاعت یعنی دودھ پینے کی وجہ سے بھی ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جاتے ہیں۔ گویا جس طرح کسی مرد کا اپنی نسبی یعنی حقیقی بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح اُس کا اپنی رضاعی یعنی دودھ شریک بہن سے بھی نکاح حرام ہے۔ بلکہ اس کی وجہ سے مزید کئی رشتے حرام ہو جاتے ہیں مثلاً رضاعی بہن کی بہن بھی حرام ہو جاتی ہے اور وہ نسبی محرموں کی طرح رضاعی محرم بن جاتے ہیں۔ البتہ وراثت وغیرہ کے احکام پر رضاعت کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

صحیح بخاری میں عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے انہیں خبر دی کہ اُنہوں نے اور اُن کی بیوی نے ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہے۔ یہ سن کر وہ جلد مکے سے مدینے روانہ ہو گئے۔ وہاں نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور اپنے بارے میں دریافت کیا کہ کیا میں ایسی عورت سے نکاح باقی رکھ سکتا ہوں جس کے بارے میں مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ میری رضاعی بہن ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ بتایا جا چکا ہے (کہ ایسا نکاح درست نہیں)۔ چنانچہ واپس آ کر انہوں نے اپنی بیوی کو الگ کر دیا۔
(صحیح بخاری، رقم:88)

Marfat.com

5: نسب کی طرح رضاعت کے سبب بھی نکاح حرام ہے

5...... ((عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ لَكَ فِيْ بِنْتِ عَمِّكَ حَمْزَةَ؟ فَإِنَّهَا أَجْمَلُ فَتَاةٍ فِيْ قُرَيْشٍ ، فَقَالَ لَهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ حَمْزَةَ أَخِيْ فِي الرَّضَاعَةِ؟ وَ أَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3163 صحیح مسلم، رقم 3583

ابوداؤد، رقم 2055 صحیح بخاری، رقم 5099, 5100

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے بارے میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ قریش کی سب سے زیادہ خوب صورت لڑکی ہے؟

آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں حمزہ میرے رضاعی بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام قرار دیے ہیں جو نسب سے حرام ہیں۔''

تشریح:

1: سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حقیقی چچا بھی تھے اور دودھ شریک بھائی بھی کیونکہ دونوں نے ابولہب کی ایک لونڈی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ یہ وہی ثوبیہ تھیں جنہوں نے اپنے مالک ابولہب کو حضرت محمد ﷺ کے پیدا ہونے کی خوش خبری سنائی تھی تو اُس نے اپنے بھتیجے کی پیدائش کی خوشی میں اپنی اس لونڈی کو آزاد کر دیا تھا۔

2: چونکہ سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے دودھ شریک بھائی تھے اس لیے اُن کی بیٹی حضور ﷺ کی رضاعی بیٹی قرار پائی اور جس طرح بیٹی سے نکاح حرام ہے اسی طرح رضاعی بیٹی سے بھی نکاح حرام ہے کیونکہ جن عورتوں سے نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہے اُن سے رضاعت کی وجہ سے بھی نکاح حرام ہے۔

3: اس طرح نبی ﷺ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو بتا دیا کہ جس لڑکی سے نکاح کا وہ مشورہ دے رہے ہیں وہ رضاعی بیٹی ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کے لیے حرام ہے اس لیے یہ نکاح نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

6: نکاح سے پہلے عورت کو دیکھ لینا

6...... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ:
فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّ فِي أَعْيُنِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3098 صحیح مسلم، رقم 3485 مسند احمد، رقم 7972

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کا ارادہ کرلیا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:
اسے دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ خرابی ہوتی ہے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں ایک واقعے کا بیان ہے کہ ایک صحابی نے ایک انصاری عورت سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تو نبی ﷺ نے اُسے یہ اجازت دی کہ وہ پہلے اُس انصاری عورت کو دیکھ لے جس کو اُس نے شادی کا پیغام بھیجا ہے۔ یاد رہے بعض انصاری عورتوں کی آنکھیں رنگ اور شکل میں نارمل (Normal) نہیں ہوتی تھیں اور کیری یا کرنجی ہوتی تھیں۔

2: شادی کا معاملہ ایک اہم معاملہ ہے اور یہ ساری عمر کے لیے ایک فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے اس معاملے کے بارے میں بے خبری میں اندھا دھند فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ پوری واقفیت اور سمجھ داری کے ساتھ صحیح معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کا فیصلہ کرنا چاہیے تاکہ بعد میں پریشانی نہ ہو اور کوئی نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔

3: منگنی اور نکاح سے پہلے عورت کو دیکھ لینا مستحب ہے۔ اس میں باہمی رضامندی اور پسندیدگی بھی ہوجاتی ہے اور یہ باہم اُلفت و محبت کا ذریعہ بھی ہوسکتا ہے۔ یاد رہے یہ دیکھنا صرف چہرے اور ہاتھوں ہی کا جائز ہے۔

4: یہ دیکھنا خود مرد کی طرف سے بھی جائز ہے اور یہ کام معتبر اور معتمد خواتین کے ذریعے بھی ہوسکتا ہے۔

۱۰۹۲۱۳

Marfat.com

5: اسی مضمون کی ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ:

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم:

((اِذَا خَطَبَ اَحَدُکُمُ الْمَرْءَ ۃَ، فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی مَا یَدْعُوْہُ اِلٰی نِکَاحِھَا، فَلْیَفْعَلْ .)) (ابو داؤد، رقم 2082، مسند احمد، رقم 14640)

"سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو منگنی کا پیغام بھیجے تو اگر وہ اسے دیکھ کر اطمینان حاصل کرنا چاہتا ہو کہ اس میں (شکل وصورت کی) کیا خوبی ہے تو وہ اُسے ضرور دیکھ لے۔"

6: جس طرح منگنی یا نکاح سے پہلے مرد کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ خود یا دوسرے ذرائع سے عورت کو دیکھ لے، اسی طرح عورت کو بھی یہ اجازت حاصل ہے کہ وہ بھی خود یا اپنے ذرائع سے مرد کو دیکھ لے۔

7: اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ منسوبہ یا مخطوبہ یعنی منگیتر کے کسی عیب یا نقص کو خیر خواہی کے نقطۂ نظر سے بیان کر دینا بھی جائز ہے اور یہ غیبت میں شامل نہیں ہے۔

Marfat.com

7: منگنی پر منگنی منع ہے

7...... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:
لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيْهِ حَتَّى يَنْكِحَ أَوْ يَتْرُكَ .))

مشكوٰة المصابيح، رقم 3144　صحيح بخاری، رقم 5144　صحيح مسلم، رقم 3459
ابوداؤد، رقم 2080　نسائی، رقم 3241　اللؤلؤ والمرجان، رقم 892
صحيفه همام بن منبه، رقم 112

''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی منگنی پر منگنی کا پیغام نہ بھیجے یہاں تک کہ پہلے منگنی کا پیغام بھیجنے والا نکاح کرلے، یا منگنی ختم کردے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں منگنی پر منگنی سے منع کیا گیا ہے۔

2: اس حکم کی حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات خوش گوار ہوں اور بھائی چارے پر قائم ہوں اور یہ اسی صورت ممکن ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کریں۔ اگر وہ ایک دوسرے کا حق چھینیں گے تو اُن کے آپس کے تعلقات کبھی اچھے نہیں ہو سکتے۔

3: منگنی پر منگنی بھی دوسرے کا حق چھیننا ہے جس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے فریقین کے درمیان جھگڑے اور اختلافات پیدا ہو سکتے ہیں۔
اس حدیث کی مزید تشریح اگلی حدیث نمبر 8 میں آئے گی۔

Marfat.com

8: سودے پر سودا اور منگنی پر منگنی منع ہے

8...... ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :
لَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ أَخِيْهِ ، وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيْهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهٗ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2850 صحیح بخاری، رقم 5142 صحیح مسلم، رقم 3454
ابوداؤد، رقم 2081 اللؤلؤ والمرجان، رقم 892 صحیفه همام بن منبه، رقم 112

''سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اُس کی منگنی پر منگنی کا پیغام بھیجے، سوائے اس صورت میں کہ جب وہ اس کی اجازت دے دے۔''

تشریح:

اس حدیث میں دو باتوں سے منع کیا گیا ہے:

1: اپنے کسی مسلمان بھائی کے سودے پر سودا کرنا منع ہے۔ گویا جب کوئی مسلمان کوئی چیز خرید رہا ہو تو وہی چیز کوئی دوسرا مسلمان نہ خریدے کیونکہ اس سے پہلے مسلمان کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اور اس طرح اُسے اپنی کوئی پسندیدہ چیز خریدنے کے حق سے محروم کردیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس رویے سے دو مسلمان بھائیوں کے درمیان نفرت اور رنجش پیدا ہوسکتی ہے۔

2: اسی طرح کسی کی منگنی پر منگنی کرنا بھی منع ہے۔ کیونکہ اس میں بھی دوسرے مسلمان کی حق تلفی ہوتی ہے اور اُسے اُس کے پسندیدہ رشتے سے محروم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں بھی مسلمانوں کے باہمی تعلقات متاثر ہوسکتے ہیں اور کئی فتنے پیدا ہوسکتے ہیں۔

3: البتہ اگر پہلا شخص اپنی آزاد مرضی سے اجازت دے دے تو پھر سودے پر سودا بھی جائز ہے اور منگنی پر منگنی بھی درست ہے۔

4: منگنی کی حیثیت ایک قول وقرار یا عہد و پیمان کی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نکاح ہوگیا۔ گویا منگنی نکاح نہیں ہے۔ البتہ کسی معقول وجہ کے بغیر منگنی سے پھر جانا درست نہیں ہے۔ لیکن اگر بعد میں کوئی

Marfat.com

ایسا عیب ظاہر ہو جائے جو پہلے معلوم نہ تھا یا اسے چھپایا گیا تھا تو پھر منگنی توڑی بھی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر لڑکا شرابی نکلا یا لڑکی جسے کنواری بتایا گیا تھا وہ طلاق یافتہ نکلی وغیرہ۔

5: جان بوجھ کر منگنی توڑنا وعدہ خلافی ہے جو جھوٹ اور نفاق کی ایک قسم ہے اور بڑی برائی ہے جس کے بارے میں پوچھ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل 34)

''اور عہد کو پورا کرو۔ بے شک عہد کی پوچھ ہوگی۔''

6: منگنی ایک طرح کا وعدہ و پیمان اور قول و قرار ہے جس کے بارے میں قرآنی احکام یہ ہیں:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ (المائدہ:1)

''اے ایمان والو! اپنے عہد و پیمان پورے کرو۔''

ایک اور جگہ فرمایا کہ نیک لوگ وہ ہیں جو اپنا عہد پورا کرتے ہیں:

﴿وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا﴾ (البقرہ: 177)

''اور جب وعدہ کریں تو اسے پورا کریں۔''

Marfat.com

9: عورتوں سے متعہ حرام ہے

9...... ((عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ ، وَ عَنْ أَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الإِنْسِيَّةِ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3147 صحیح بخاری، رقم 4216 صحیح مسلم، رقم 3431
ترمذی، رقم 1121 اللؤلؤ والمرجان، رقم 889

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے موقع پر عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔''

تشریح:

1: شروع میں عورتوں سے متعہ یعنی عارضی نکاح کی اجازت تھی جو فتح خیبر کے موقع پر منسوخ کر دی گئی اور متعہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو گیا۔

2: سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہوئی اس صحیح حدیث کے برخلاف مسلمانوں کا ایک فرقہ آج بھی غلطی سے متعہ کو جائز سمجھتا ہے۔

3: پالتو گدھے کا گوشت بھی فتح خیبر کے موقع پر حرام قرار دیا گیا جو بعد میں ہمیشہ کے لیے حرام ہو گیا۔

4: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کی طرح حدیث وسنت بھی بعض چیزوں کے حلال وحرام کا فیصلہ کر سکتی ہے کیونکہ اس کا ماخذ بھی وحی الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی لازم ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد:33)

''اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔''

Marfat.com

10: قریش کی عورتوں کی خصوصیت

10...... ((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:
خَیْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ صَالِحُ نِسَآءِ قُرَيْشٍ، أَحْنَاهُ عَلٰى وَلَدٍ فِیْ صِغْرِہٖ، وَأَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِیْ ذَاتِ یَدِہٖ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3084
صحیح بخاری، رقم 5082, 3434, 5365
صحیح مسلم، رقم 6456,6458,6460
اللؤلؤ والمرجان، رقم 1643
صحیفہ ہمام بن منبہ، رقم 130

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
دنیا میں جن عورتوں نے اونٹ کی سواری کی ہے اُن میں سب سے بہترین قریش کی عورتیں ہیں، جو اپنے چھوٹے بچوں کا خاص خیال رکھتی ہیں اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔

تشریح:

اس حدیث میں قریش کی عورتوں کی بہت تعریف کی گئی ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں کا خاص خیال رکھتی ہیں اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔

اس حدیث سے درج ذیل اُمور معلوم ہوتے ہیں:

1: دنیا میں جن عورتوں نے اونٹ کی سواری کی ہے اُن میں سب سے بہترین قریش کی عورتیں ہیں۔

عربوں میں اونٹ کی سواری عام تھی۔ خواتین اکثر اونٹوں پر سوار ہوتی تھیں اس لیے اس کا ذکر فرمایا گیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ عرب خواتین میں سب سے بہتر قریشی خواتین ہیں۔ ویسے اہل عرب کو اہل عجم پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ اُن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور قرآنِ مجید اُن کی زبان میں اترا اور وہی دنیا کے پہلے معلّم اور رہنما ہیں۔

اس حدیث سے بظاہر حضرت مریم علیہا السلام پر بھی قریشی عورتوں کی فضیلت ثابت ہوتی ہے لیکن دو وجوہ سے ایسا نہیں ہے:

Marfat.com

ایک یہ کہ حضرت مریم علیہا السلام نے کبھی اونٹ کی سواری نہیں کی (جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایات سے مروی ہے) اور قریشی عورتوں کی فضیلت صرف اُن خواتین پر ہے جنہوں نے اونٹ کی سواری کی ہو۔

دوسرے یہ کہ اس حدیث کا مقصد قریشی عورتوں سے نکاح کی ترغیب ہے اور حضرت مریم علیہا السلام سے نکاح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ پہلے گزر چکی تھیں۔

2: قریشی عورتیں اپنے بچوں کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ خاص طور پر جب وہ بیوہ ہو جاتیں تو یتیم بچوں کی پرورش کی طرف خاص دھیان رکھتی تھیں۔

3: قریشی عورتیں اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرتی تھیں۔ مالی اُمور میں امانت دار تھیں اور فضول خرچ نہیں تھیں۔

4: اس حدیث سے قریشی عورتوں سے نکاح کی ترغیب ملتی ہے۔

Marfat.com

11: نکاح کے لیے عورت کی رضامندی ضروری ہے

11......((عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَ كَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3126 — صحیح بخاری، رقم 5136 — صحیح مسلم، رقم 3473
ترمذی، رقم 1107 — اللؤلؤ والمرجان، رقم 895

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
بیوہ یا طلاق یافتہ عورت کا نکاح اُس سے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری عورت کے نکاح کے لیے اُس کی اجازت ضروری ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اُس کی اجازت کیسے لی جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس کا خاموش رہنا ہی اُس کی طرف سے اجازت ہے۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی طلاق یافتہ یا بیوہ عورت کا نکاح اُس کے مشورے اور اُس کی طرف سے واضح زبانی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ لیکن اگر وہ بالغہ لڑکی ہو تو اُس کے نکاح کے لیے بھی اُس کی رضامندی اور اجازت ضروری ہے۔ البتہ اگر وہ اس موقع پر شرم وحیا کی وجہ سے خاموش رہے تو اس کی یہ خاموشی بھی اُس کی طرف سے اجازت اور رضامندی سمجھی جائے گی۔

2: اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نابالغ لڑکی کے نکاح کے لیے اُس کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔ اُس کا ولی اُس کی مرضی کے بغیر بھی اُس کا نکاح کسی مرد سے کرسکتا ہے۔ البتہ بالغ ہوجانے کے بعد لڑکی کو یہ اختیار خود بخود حاصل ہوجائے گا کہ چاہے وہ اپنے اس نکاح کو برقرار رکھے یا اسے ختم کردے۔

Marfat.com

12: ولی (سرپرست) کے بغیر عورت کا نکاح نہیں

12...... ((عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

لَا نِکَاحَ إِلَّا بِوَلِیٍّ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3130 ابوداؤد، رقم 2085 ترمذی، رقم 1101

ابن ماجه، رقم 1881 اللؤلؤ والمرجان، رقم 2183

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ولی کے بغیر نکاح نہیں۔''

تشریح:

1: اس حوالے سے اور بھی کئی صحیح حدیثیں ہیں جن میں ولی کے بغیر عورت کے نکاح کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ان کے علاوہ ایک حدیث یہ بھی ہے کہ:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلثَّیِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِیِّهَا، وَالْبِکْرُ یَسْتَاْذِنُهَا اَبُوْهَا فِیْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا.))

(صحیح مسلم، رقم 3478، ابوداؤد، رقم 2099، ترمذی، رقم 1108، نسائی، رقم 3262)

''شادی کے بعد بے شوہر ہونے والی (مطلقہ یا بیوہ) عورت اپنے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ حق دار ہے اور کنواری کے نکاح کے لیے اُس کا باپ اُس سے اجازت حاصل کرے گا اور اس کا خاموش رہنا بھی اُس کی طرف سے اجازت ہے۔''

2: اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ بالغ لڑکے کے نکاح کے لیے اُس کے ولی کا ہونا شرط نہیں ہے۔ وہ اپنا نکاح کرنے میں خود مختار ہے۔

3: اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ نابالغ لڑکی کا نکاح اُس کے ولی (سرپرست) کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ گویا نابالغ لڑکی کے نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری شرط ہے بلکہ وہ نابالغہ کا نکاح زبردستی بھی کرا سکتا

Marfat.com

ہے اور بالغہ ہونے کے بعد لڑکی کو وہ نکاح باقی رکھنے یا فسخ یعنی ختم کرانے کا اختیار ہے۔

4: بعض صحیح احادیث کی بنیاد پر جمہور فقہاء کے نزدیک بالغہ عورت (خواہ وہ کنواری ہو، یا طلاق یافتہ ہو، یا بیوہ ہو) کے نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری شرط ہے، اس کے بغیر نکاح درست نہیں ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں بالغہ عورت کے نکاح کے لیے ولی کی کوئی شرط نہیں ہے اس کے بغیر بھی نکاح ہوسکتا ہے۔

5: چونکہ ہمارے ملک کی اکثریت حنفی فقہ کی پیروکار ہے اس لیے ہماری عدالتیں بھی فقہ حنفی کی پیروی میں ولی کی اجازت کے بغیر بالغہ لڑکی کے نکاح کو جائز قرار دیتی ہیں۔ مگر یہ صورتِ حال عام طور پر نہایت بھیانک نتائج پیدا کرتی ہے۔ اس سے نوجوان نسل میں یاری آشنائی کا رجحان فروغ پاتا ہے۔ والدین اور خاندان کی عزت برباد ہوتی ہے جو پھر کبھی موقع پا کر اپنی مفرور لڑکی کو اپنے ''نئے داماد'' سمیت قتل کرڈالتے ہیں۔ اس سے جرائم میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ صورتِ حال ہمارے جج صاحبان اور علمائے کرام کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے کہ ایسے معاملے میں دیکھا جائے کہ زیادتی کس کی طرف سے ہوئی ہے۔ ولی کی طرف سے یا لڑکی کی طرف سے۔ ولی کی جانب سے زیادتی کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ دولت کے لالچ میں اپنی جوان لڑکی کا نکاح کسی بوڑھے مرد سے کرنا چاہتا ہے اور لڑکی نے تنگ آ کر اپنی شادی خود کرنے کا فیصلہ کرلیا اس صورت میں لڑکی کے حق میں فیصلہ دیا جائے۔ اور اگر یہ صورت ہو کہ لڑکی اپنے والدین کی مرضی کے خلاف اُن کی اور اُن کے خاندان کی عزت کو اپنی محض خواہش نفس پر قربان کر رہی ہے تو ولی کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے ایسے نکاح کو فسخ کردیا جائے۔

6: جمہور کی رائے کے برخلاف جس حنفی فقہ کے سہارے ہماری عدالتیں مفرور لڑکیوں کے حق میں فیصلے دیتی ہیں اُسی فقہ میں یہ حکم بھی ہے کہ اگر لڑکی اپنی مرضی سے کسی غیر کفو لڑکے سے خود نکاح کرلے تو ولی ایسے نکاح کو فسخ کرانے کا اختیار رکھتا ہے۔ مگر ہماری عدالتیں حنفی فقہ کے اس فیصلے پر شاذ ونادر ہی عمل کرتی ہیں اور اس طرح وہ مغرب کے زیر اثر خود حنفی فقہ کے بارے میں بھی اپنا دوہرا معیار رکھتی ہیں۔

Marfat.com

13: عورت کا حق مہر

13...... ((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَائَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّی وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ، فَقَامَتْ طَوِيْلًا، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! زَوِّجْنِيْهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ فِيْهَا حَاجَةٌ۔ فَقَالَ: هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا؟ قَالَ: مَا عِنْدِيْ إِلَّا إِزَارِيْ هٰذَا۔ قَالَ: فَالْتَمِسْ وَلَوْخَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ۔ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، سُوْرَةُ كَذَا، وَسُوْرَةُ كَذَا۔ فَقَالَ: زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ.))

وَفِي رِوَايَةٍ: انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا، فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْآنِ.

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3202 | صحیح بخاری، رقم 5135 | صحیح مسلم، رقم 3487
ابوداؤد، رقم 2111 | ترمذی، رقم 1114 | اللؤلؤ والمرجان، رقم 898

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے خود کو آپ ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا۔ پھر وہ بہت دیر تک کھڑی رہی۔ پھر ایک صحابی نے اُٹھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ ﷺ کو اس عورت کی ضرورت نہیں ہے تو اِس سے میرا نکاح کرا دیں۔

آپ ﷺ نے اس آدمی سے پوچھا: کیا تمہارے پاس حق مہر دینے کے لیے کچھ ہے؟ اُس نے عرض کیا: میرے پاس صرف میری یہ چادر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تلاش کرو، چاہے لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو۔ اُس نے تلاش کیا مگر اُسے کچھ نہ مل سکا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اُس سے دریافت فرمایا: کیا تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اُس نے عرض کیا: جی ہاں، مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اس عورت کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا اور حق مہر میں قرآن کی یہی سورتیں ہیں جو اسے یاد کرا دینا۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

جاؤ، میں نے اس عورت سے تمہاری شادی کر دی۔ تم اسے قرآن کی وہی سورتیں سکھا دینا۔''

Marfat.com

تشریح:

1: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو خاص طور پر یہ اجازت دی تھی کہ آپ ﷺ چاہیں تو کسی ایسی مسلمان عورت سے بھی نکاح کر سکتے ہیں جو اپنے آپ کو حضور ﷺ کے لیے ہبہ کردے، یعنی بغیر مہر کے۔ آپ ﷺ کی زوجیت میں آنے کے لیے تیار ہو۔ یہ اجازت کسی اور کے لیے نہیں تھی اور نہیں ہے۔

قرآنِ مجید میں اس کا ذکر اس طرح آیا ہے:

﴿ وَامْرَاَۃً مُّؤْمِنَۃً اِنْ وَّہَبَتْ نَفْسَہَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْکِحَہَا خَالِصَۃً لَّکَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ (الاحزاب: 50)

''اور ایسی مسلمان عورت جو اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لیے ہبہ کردے بشرطیکہ نبیؐ اُسے اپنے نکاح میں لانا چاہے۔''

2: اس حدیث میں جس عورت نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے لیے ہبہ کے طور پر پیش کیا وہ اسی قرآنی آیت کے حوالے سے پیش کیا تھا۔

3: اسی اجازت کے تحت حضور ﷺ نے شوال 7ھ میں سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں لیا تھا۔ لیکن اُن سے نکاح کے موقع پر اُن کی طرف سے کسی مطالبے کے بغیر محض اپنی خوشی سے اُن کو مہر بھی عطا فرمایا تھا۔

4: اس حدیث کے ظاہری الفاظ کے لحاظ سے اکثر فقہائے اسلام کی رائے یہ ہے کہ نبی ﷺ نے قرآن سکھانے ہی کو اُس عورت کا مہر قرار دیا تھا۔

لیکن فقہ حنفی میں اس حدیث کا یہ مطلب لیا گیا ہے کہ وہ نکاح قرآن سکھانے کے سبب سے ہوا تھا مگر وہ مہر نہیں تھا بلکہ اُس شخص کے ذمے مہرِ مثل واجب ہو گیا تھا۔ یعنی اُس عورت کے خاندان میں جتنے مہر کا عام طور پر رواج تھا اتنا مہر اُس مرد کے ذمے واجب تھا جو بعد میں ادا کرنا ضروری تھا۔ رہا عورت کو قرآن سکھانا تو یہ کوئی واجب حکم نہ تھا بلکہ مستحب تھا کہ وہ مرد نکاح کے بعد اُس عورت کو قرآن بھی سکھائے گا۔

(مہر کے بارے میں تفصیل کے لیے دیکھئے اگلی حدیث نمبر 14 کی تشریح)

Marfat.com

14: حق مہر کی ادائیگی لازم ہے

14...... ((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
أَحَقُّ الشُّرُوْطِ أَنْ تُوْفُوْا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3143　صحیح بخاری، رقم 5151　صحیح مسلم، رقم 3472
ترمذی، رقم 1127　ابوداؤد، رقم 2139　اللؤلؤ والمرجان، رقم 894

''سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
تمام شرطوں سے بڑھ کر جو شرط اِس کی حق دار ہے کہ تم اُسے پورا کرو، وہ شرط وہ ہے جس پر تم عورتوں کی شرم گاہوں کو حلال کرتے ہو۔''

تشریح:

1: درج ذیل قرآنی آیات میں عورتوں کے حق مہر کا ذکر آیا ہے:

﴿ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ﴾ (النساء:4)

''اور بیویوں کو اُن کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔ پھر اگر وہ اپنی مرضی سے اُس میں سے کچھ تمہارے لیے چھوڑ دیں تو تم اسے ہنسی خوشی سے کھاؤ۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

﴿ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ .... ﴾ (النساء:24)

''اور ان کے سوا باقی تمام عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں بشرطیکہ تم اپنا مال خرچ کر کے (مہر کے ذریعے) اُن سے نکاح کرو......''

ایک اور مقام پر فرمایا گیا:

﴿ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً ﴾ (النساء:24)

''پھر جن عورتوں کو تم کام میں لائے اُنہیں اُن کا طے شدہ مہر ادا کرو۔''

Marfat.com

2: اسلام سے پہلے دورِ جاہلیت میں بھی عورتوں کو نکاح کے موقع پر مہر دینے کا رواج موجود تھا۔

3: مہر وہ چیز ہے جس کے بدلے میں مرد کو عورت پر شوہرانہ حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ یہ اس لیے رکھا گیا ہے تاکہ جو عورت کسی مرد کے لیے اپنے آپ کو حلال کرے اور اس کی زوجیت کی پابندی قبول کرے اُسے اس کے بدلے میں اپنے شوہر سے مالی معاوضہ ملنا چاہیے۔

4: مہر کی کوئی مقدار شریعت میں مقرر نہیں ہے۔ جتنی مقدار پر فریقین کے درمیان اتفاق ہوجائے وہی مہر قرار پائے گا۔ احناف کے ہاں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (چاندی) ہے۔ زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی حد نہیں ہے اس پر سب پر اتفاق ہے۔

5: ضروری ہے کہ جو مہر طے ہو اُسے بروقت ادا کیا جائے کیونکہ مہر کی ادائیگی میں اصل تعجیل ہے۔ لیکن اگر عورت مہلت دینے پر راضی ہو تو مہلت کی مدت طے ہونی چاہیے اور اسے ادا کرنے کی نیت بھی ہونی چاہیے۔

6: عورت اپنی آزاد مرضی اور خوشی سے مہر کا جتنا حصہ چاہے معاف بھی کرسکتی ہے۔

7: مہر اتنا زیادہ باندھنا جو مرد کی قوتِ برداشت سے باہر ہو، شریعت میں ناپسندیدہ کام ہے۔ اس لیے مہر کی مقدار مرد کی حیثیت کے مطابق ہونی چاہیے۔

8: مہر کی ادائیگی اس بات کی علامت بھی ہے کہ مرد نے جس عورت سے نکاح کیا ہے وہ اُسے پسند ہے۔

9: نکاح کی جو شرطیں حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دینے والی ہوں اُن کو پورا نہیں کیا جائے گا۔

10: مہر ادا نہ کرنے کی نیت سے نکاح فاسد ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں میاں بیوی کا تعلق ناجائز قرار پائے گا۔

11: نبی ﷺ کی اکثر ازواج مطہرات اور حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کا مہر پانچ سو (500) درہم کے لگ بھگ تھا۔ لیکن حضور ﷺ کے زمانے ہی میں آپ ﷺ کے سامنے مہر کی اس مقدار سے بہت کم اور بہت زیادہ بھی مہر باندھے جاتے تھے اور پانچ سو (500) درہم کے لگ بھگ کی مقدار کی پابندی ضروری خیال نہیں کی جاتی تھی۔

12: مہر کے بارے میں یاد رکھیے کہ یہ کوئی رسمی بات یا زیادتی جمع خرچ کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ یہ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ طے شدہ مہر ادا کرے۔

13: افسوس ہمارے معاشرے میں مہر کی حیثیت بس رسمی، نمائشی اور خانہ پری کی رہ گئی ہے۔ اکثر نکاح ایسے ہوتے ہیں جن میں مہر کبھی ادا نہیں کیا جاتا۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ بھلا یہ کس نے لینا ہے اور کس

Marfat.com

نے دینا ہے۔ ہمارے ہاں مہر کو طلاق کی روک تھام کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور زیادہ مہر باندھا جاتا ہے اس خیال سے کہ اس کی ادائیگی تو ہونی نہیں ہے۔ اس طرح عملی طور پر عورتوں کو ان کا وہ شرعی حق نہیں ملتا جس حق کے ذریعے وہ اپنے شوہروں کے لیے حلال ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر مہر ادا کرنے کی نیت نہ ہو تو عورت مرد کے لیے حلال ہی نہیں ہوتی۔

14: عورت کے لیے مہر کے شرعی حق کو ہمارے ہاں کے بعض علمائے کرام نے بھی 'دستور' اور عرف کے نام پر دبانے کی کوشش فرمائی ہے۔ متحدہ ہندوستان کے ایک مشہور اور چوٹی کے مفتی صاحب نے اپنے زمانے میں یہ فتویٰ بھی دیا تھا کہ آلہ مکبر الصوت یعنی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے نماز نہیں ہوتی۔ اسی فتوے کی وجہ سے آج تک تبلیغی جماعت کے مرکز (رائے ونڈ) اور سالانہ اجتماع میں نمازِ باجماعت کے وقت لاؤڈ اسپیکر استعمال نہیں کیا جاتا تاکہ نماز کہیں فاسد نہ ہو جائے۔ تعجب ہے کہ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں تو لاؤڈ اسپیکر پر نماز جائز ہو سکتی ہے مگر پاکستان میں یہ جائز نہیں ہو سکتی!

''ہندوستان میں دستور ہے کہ مہر کا لین دین طلاق کے بعد یا مرجانے کے بعد ہوتا ہے کہ جب طلاق مل جاتی ہے تب عورت مہر کا دعویٰ کرتی ہے یا مرد مر گیا اور کچھ چھوڑ گیا تو اس مال میں سے لے لیتی ہے اور اگر عورت مر گئی تو اس کے وارث مہر کے دعوے دار ہوتے ہیں اور جب تک میاں بی بی کے ساتھ رہتے ہیں تب تک نہ کوئی دیتا ہے نہ وہ مانگتی ہے تو ایسی جگہ اِس دستور کی وجہ سے طلاق ملنے سے پہلے مہر کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔''

(بہشتی زیور، کتاب النکاح)

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ .

افسوس ایسے مفتیوں پر جو معاشرے کے غیر اسلامی رواج، دستور اور عرف کو بھی ''اسلامی عرف'' سمجھ کر اُسے از روئے شریعت جائز قرار دیتے اور اپنے لکیر کے فقیر ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ حالانکہ ہر مفتی کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ فتویٰ دیتے وقت حالات کے تغیر کو بھی دیکھے جس کے نتیجے میں فقہی احکام بدل جاتے ہیں۔ اور یہ کہ کسی معاشرے کے ہر رواج کو عرف اور دستور قرار دے کر اُسے جائز کر لینے سے اسلامی شریعت کی کتنی سنگین خلاف ورزی ہوتی ہے؟ اور یہ کہ قرآن وسنت کے واضح اور منصوص احکام کو غیر شرعی دستور و عرف کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہیے۔

Marfat.com

15: شادی پر دف بجانے کی اجازت ہے

15......((عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَدَخَلَ حِيْنَ بُنِيَ عَلَيَّ، فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ؛ فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِيْ يَوْمَ بَدْرٍ، إِذْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ: وَ فِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ۔ فَقَالَ: دَعِيْ هٰذِهٖ، وَقُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3140 صحیح بخاری، رقم 5147

ابوداؤد، رقم 4922 ابن ماجه، رقم 1897 ترمذی، رقم 1090

”ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب میری رخصتی ہوئی تو نبی ﷺ آئے اور میرے بستر پر تشریف فرما ہوئے جیسے تم (حدیث کے راوی خالد بن ذکوان) مجھ سے دور بستر پر بیٹھے ہو۔ پھر انصار کی چھوٹی بچیوں نے دف بجا کر میرے باپ دادا کے اوصاف بیان کرنے شروع کیے جو غزوۂ بدر میں شہید ہوگئے تھے۔ اچانک ایک بچی نے یہ کہہ دیا کہ: ہم میں وہ نبی ﷺ موجود ہیں جو آنے والے کل کی باتوں کا علم رکھتے ہیں۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

یہ بات چھوڑ دو اور جو پہلے کہہ رہی تھی، صرف وہی کہو۔“

تشریح:

1: ربیع رضی اللہ عنہا حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ یہ وہی معوذ رضی اللہ عنہ ہیں جو لڑکپن میں اپنے بھائی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے اور ان دونوں لڑکوں نے مل کر ابوجہل کو قتل کیا تھا۔

2: عفراء رضی اللہ عنہا حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہے۔

3: جب ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے حدیث کے راوی خالد بن ذکوان رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث سنائی تو اُس وقت یا تو وہ پردے میں تھیں یا ابھی پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لیے انہوں نے فرمایا کہ تم میرے قریب اس طرح بیٹھے ہو جیسے میری رخصتی کے بعد حضور ﷺ میرے قریب تشریف فرما تھے۔

Marfat.com

4: انصار کی جن بچیوں کے دف بجانے کا ذکر آیا ہے وہ سب نابالغ تھیں۔

5: شادی بیاہ جیسے خوشی کے موقع پر دَف بجانے کی اجازت ہے۔ یہ دَف ایک طرح کا آدھا ڈھول ہوتا ہے اور ذرا بڑے سائز کا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ گھنگھرو نہیں لگے ہوتے۔

6: مرنے والوں کی خوبیاں بیان کرنا جائز ہے۔

7: آلاتِ موسیقی (Musical Instruments) کا استعمال جائز نہیں ہے۔ ان کے بغیر اچھے اشعار گائے جاسکتے ہیں۔

8: اس حدیث کے مطابق جب بچیاں اپنے بڑوں کی بہادری کے کارنامے بیان کر رہی تھیں تو اُس وقت ایک بچی نے نادانی سے یہ کہہ دیا کہ:

''ہمارے درمیان وہ نبیؐ موجود ہیں جو کل کی باتوں کا علم رکھتے ہیں۔''

تو حضور ﷺ نے اسے ٹوکتے ہوئے پیار سے سمجھایا کہ:

''ایسا نہ کہو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھی۔''

کیونکہ غیب کی باتوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ یہی صحیح اسلامی عقیدہ ہے۔ البتہ غیب کی جن باتوں کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اُن سے اپنے نبیوں کو آگاہ فرما دیتا ہے۔

قرآنِ مجید نے اس عقیدے کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ:

﴿ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ﴾ (الانعام:59)

''اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ اُس کے سوا اُنہیں کوئی نہیں جانتا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا گیا:

﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا o اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا o ﴾ (الجن:26,27)

''وہی غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ البتہ اپنے پیغمبر کو جسے اُس نے چن لیا ہو اس میں سے آگاہ کر دیتا ہے اور وہ بھی اس احتیاط کے ساتھ کہ اُس کے آگے اور پیچھے محافظ مقرر کر دیتا ہے۔''

Marfat.com

16: بیوی کا نان ونفقہ (خرچہ) خاوند کے ذمے ہے

16...... ((عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: إِنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ، وَلَيْسَ يُعْطِيْنِیْ مَا يَكْفِيْنِیْ وَوَلَدِیْ، إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ وَ هُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ:
خُذِیْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3342 صحیح بخاری، رقم 5364 صحیح مسلم، رقم 4479
ابن ماجه، رقم 2293 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1115

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! ابوسفیان ایک بخیل آدمی ہے، وہ مجھے اس قدر خرچہ نہیں دیتا جو میرے لیے اور میری اولاد کے لیے کافی ہو، مگر میں اُس سے اِس طرح لے لیتی ہوں کہ اسے پتہ نہیں چلتا۔''

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم اس قدر لے لیا کرو جو تیرے لیے اور تیری اولاد کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ اسلام میں بیوی کا نان ونفقہ یعنی خرچہ اُس کے شوہر کے ذمے واجب ہے۔

2: شوہر پر اُس کی بیوی کے خرچے کی ذمہ داری کو قرآنِ مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾
(النساء:34)

''مرد بیویوں کے سربراہ ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد بیویوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کی کفالت اور خرچے کی ذمہ داری اُس کے شوہر پر ہے اور اسی بات کی

Marfat.com

وضاحت مذکورہ حدیث میں کر دی گئی ہے۔

3: اسلام میں روزی کمانا اور معاشی جدوجہد کرنا اصلاً مرد کا کام ہے، عورت کا کام نہیں ہے۔ اگرچہ بعض خاص حالات میں عورت بھی یہ کام کر سکتی ہے لیکن شریعت نے اُس پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی۔ وہ اپنی خوشی سے اگر رضا کارانہ طور پر (Voluntarily) کمانے میں شوہر کا ہاتھ بٹائے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اس حوالے سے وہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے پردے وغیرہ کا اہتمام بھی کرے۔

4: اس حدیث میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی کا واقعہ بیان ہوا ہے جس کا نام ہندؓ (یا ہندہ) بنت عتبہ تھا۔ یہ دونوں میاں بیوی فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے۔ بیوی نے اپنے شوہر کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ وہ مال خرچ کرنے میں بخیل اور کنجوس ہے اور اتنا خرچہ بھی نہیں دیتا جس سے اُس کی بیوی اور اُس کی اولاد کی ضروریات پوری ہوں۔ اس لیے وہ شوہر کے علم میں لائے بغیر اُس کے مال سے اتنا اُڑا لیتی ہے جس سے گھر کا خرچہ چلتا رہتا ہے تو کیا اُس کا یہ فعل درست ہے؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے یہ اجازت دی کہ وہ اپنے شوہر کی کمائی سے اتنا مال لے سکتی ہے جس سے اُس کی اور اُس کی اولاد کی بنیادی ضروریات پوری ہو سکیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

5: یاد رہے کہ مرد پر اُس کی بیوی اور نابالغ اولاد کا خرچہ واجب ہے۔

Marfat.com

17: ولیمہ سنت ہے

17......((عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَاٰی عَلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَۃٍ فَقَالَ: مَاھٰذَا؟ قَالَ: اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَأَۃً عَلٰی وَزْنِ نَوَاۃٍ مِّنْ ذَھَبٍ، قَالَ: بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3210 صحیح بخاری، رقم 5155 صحیح مسلم، رقم 3490
ابوداؤد، رقم 2109 ترمذی، رقم 1094 اللؤلؤ والمرجان، رقم 899

''سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زعفران کی زردی کا نشان دیکھا تو فرمایا: کیا معاملہ ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: میں نے ایک عورت سے شادی کرلی ہے جس کو حق مہر میں کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے (جو پانچ درہم بنتے ہیں۔) اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: تمہیں مبارک ہو۔ ولیمہ ضرور کرنا خواہ ایک بکری کا ہو۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں شادی کے بعد ولیمہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

2: اس حدیث میں زعفران کی زردی کا ذکر آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس زمانے میں عرب کی دلہنیں زعفران وغیرہ سے رنگے ہوئے کپڑے پہنتی تھیں جس کا اثر خاوند کے کپڑوں یا جسم پر بھی آجاتا تھا۔ نبی ﷺ نے وہی اثر دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ خیر سے یہ کیا معاملہ ہے؟

3: ولیمے پر ایک بکری ذبح کرنے سے مراد یہ ہے کہ دل کھول کر ولیمہ کیا جائے۔ یہ کم سے کم ولیمے کے لیے بات نہیں فرمائی گئی تھی۔

4: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو ایسی تربیت دی گئی تھی جس میں رسوم وتکلّفات نہ تھے۔ اس حوالے سے اُن کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ نکاح جیسی تقریب میں حضور ﷺ کو شرکت فرمانے کی زحمت دی جائے، یا کم سے کم آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ہی کردی جائے۔ حالاں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور نبی ﷺ سے اُن کا بہت قریبی تعلق تھا۔

Marfat.com

5: شادی کے بعد ولیمہ سنت ہے اور یہ وہ اجتماعی کھانا ہے جو شادی کے موقع پر مہمانوں کو کھلایا جاتا ہے۔ اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکر اور خوشی کا اظہار ہے کہ اُس نے ایک مرد کو اُس کی پسند کی عورت سے نکاح کی توفیق عطا فرمائی اور یہ دو خاندانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور اُن کے درمیان اچھے تعلق کا ذریعہ بھی ہے۔

6: ولیمے کے کھانے کا معیار مرد کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے۔ اس میں اسراف اور فضول خرچی سے بچنا چاہیے۔

7: ولیمے کی دعوت قبول کرنی چاہیے۔

8: ولیمے میں صرف مال داروں کو دعوت دینا اور غریبوں کو اس میں شریک نہ کرنا منع ہے۔

9: نام ونمود اور شہرت ونمائش کی خاطر ولیمہ کرنا گناہ ہے۔

10: حرام کمائی والوں اور فاسق وفاجر لوگوں کے ولیمے کی دعوت میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔

Marfat.com

18: بیوی سے حسن سلوک

18......((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

((اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا، فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ، وَاِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ، فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهُ کَسَرْتَهُ، وَاِنْ تَرَکْتَهُ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3238 صحیح بخاری، رقم 5186 صحیح مسلم، رقم 3644
اللؤلؤ والمرجان، رقم 934

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
عورتوں سے اچھا سلوک کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا ہوئی ہیں اور پسلی کے اوپر کا حصہ تو اور بھی ٹیڑھا ہوتا ہے جسے تم سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اُسے توڑ بیٹھو گے۔ اگر اُس کو چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھا ہی رہے گا۔ لہٰذا عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو۔''

تشریح:

1: اس حدیث کی کچھ مزید وضاحت اُس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْمَرْءَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، لَنْ تَسْتَقِیْمَ لَکَ عَلٰی طَرِیْقَةٍ، فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، وَبِهَا عِوَجٌ، وَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهَا کَسَرْتَهَا، وَکَسْرُهَا طَلَاقُهَا .))

(صحیح مسلم، رقم 3643، ترمذی، رقم 1118، دارمی، رقم 2222)

''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اس لیے وہ تمہارے ساتھ کبھی ایک راہ پر سیدھی نہیں رہے گی۔ اگر تم اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے ٹیڑھے پن کی حالت ہی میں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ تم نے اگر اُسے سیدھا کرنے کی کوشش کی تو اسے توڑ بیٹھو گے اور اُسے توڑنا اُسے طلاق دینا ہے۔''

2: زیر نظر حدیث کے شروع میں مردوں کو جو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کریں، تو یہی حکم حدیث کے آخر میں بھی دہرایا گیا ہے۔ اس سے اس حکم کی خاص اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

3: عورتوں کا ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہونا یا تو یہ مطلب رکھتا ہے کہ چونکہ سب سے پہلی عورت حضرت حوا کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا اس لیے تمام عورتیں گویا ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں۔ یا اس کا یہ مطلب ہے کہ عورت کی طبیعت اور سرشت میں ایک ایسا ٹیڑھا پن ہے جیسا ٹیڑھا پن پسلی میں ہوتا ہے جسے اگر سیدھا کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ ٹوٹ جاتی ہے۔

4: یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ عورتوں کے اس ٹیڑھے پن کو سیدھا کرنا مردوں کے بس میں نہیں ہے وہ اگر ایسی کوشش کریں گے تو نوبت طلاق تک پہنچے گی اور گھر کا اُجڑنا کسی کے لیے بھی فائدہ مند نہیں ہے۔

5: پھر یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنی بیویوں کے اس ٹیڑھے پن کے باوجود اُن سے نباہ کریں۔ اسی میں سب کا فائدہ ہے۔ اُن کی خوبیوں پر نظر رکھیں اور اُن کی خامیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کریں۔

6: عورتوں کا یہ فطری ٹیڑھ پن اکثر اُن کی بے جا ضد، تلون مزاجی، جذباتیت اور کفرانِ نعمت کی صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے جس کا تجربہ اور مشاہدہ ہر شادی شدہ مرد کو ہو جاتا ہے کہ وہ جب چاہیں گی اطاعت وفرماں برداری کریں گی اور جب چاہیں گی نافرمانی کرنے لگیں گی۔ اسی طرح دنیا میں جو تین قسم کی ضدیں مشہور ہیں اُن میں سے ایک ''تریاہٹ'' یعنی عورت کی ضد بھی ہے۔ اس سلسلے میں ایک اور حدیث کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک خاوند اپنی بیوی سے بہت عرصے تک اچھا سلوک کرتا رہتا ہے لیکن اُس کی بیوی کو جب کوئی قابل اعتراض بات نظر آتی ہے تو فوراً بول اٹھتی ہے کہ میں نے کبھی تم سے کوئی بھلائی نہیں پائی۔

(صحیح بخاری، رقم 29، صحیح مسلم، رقم 2109، نسائی، رقم 1494)

7: لیکن یاد رہے کہ یہ خواتین کی اکثریت کا حال ہے ورنہ اُن میں بہت سی ایسی بھی ہیں جو اعلیٰ اوصاف واعمال رکھتی ہیں بلکہ بعض اوقات بہت سے مردوں سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہیں جیسے مریم علیہا السلام اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی مثالیں موجود ہیں۔

Marfat.com

19: بیوی سے نفرت نہ کرنا

19...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
لَا یَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا، رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3240 صحیح بخاری، رقم 3645 مسند احمد، رقم 8345

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
کوئی مومن خاوند اپنی مومن بیوی سے نفرت نہ کرے۔ اگر اُسے اُس کی ایک عادت پسند نہیں تو کوئی دوسری عادت پسند ہوگی۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں بیویوں کے بارے میں اُن کے شوہروں کو جو ہدایت دی گئی ہے اُسے قرآنِ مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّیَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا ۝ ﴾ (النساء:19)

''اور اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی طرح گزر بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناپسند ہو مگر اللہ نے اس میں تمہارے لیے بہت بڑی بھلائی رکھ دی ہو۔''

2: ہر شخص میں کچھ خوبیاں اور کچھ خامیاں پائی جاتی ہیں۔ عیب اور نقص سے پاک صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے۔ لہٰذا اگر کسی شوہر کو اپنی بیوی کی کوئی عادت پسند نہ آئے تو اس وجہ سے اس سے نفرت یا لاتعلقی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ایسی صورت میں اُسے طلاق دینے کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ بلکہ اس موقع پر بیوی کی بعض دوسری خوبیوں کو دیکھتے ہوئے اُس کی قدر کرنی چاہیے، اُس سے ناراض نہیں ہونا چاہیے اور اُس سے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ یہی ایک مسلمان شوہر کے ایمان کا تقاضا ہے اور یہی ایک مسلمان بیوی کے ایمان کا حق بھی ہے۔ دونوں کو مل جل کر پیار محبت سے رہنا چاہیے۔

Marfat.com

20: اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو بیوی شوہر کو سجدہ کرتی

20...... ((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَہَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:
لَوْ کُنْتُ آمِرٌ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3255 ترمذی، رقم 1159 ابن ماجہ، رقم 1852

''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔''

تشریح:

1: ہر انسان پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا حق ہے کیونکہ وہ سب کا خالق اور پیدا کرنے والا ہے۔ وہی اس لائق ہے کہ اُسے سجدہ کیا جائے اور اُسی کی عبادت کی جائے۔ اس کے بعد اُس کے والدین کا حق ہے جو اُس کی پرورش کرتے ہیں۔ یہ بات قرآنِ مجید سے ثابت ہے جیسے:

﴿ وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ﴾ (بنی اسرائیل: 23)

''اور تیرے ربّ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

2: جب تک ایک عورت کی شادی نہیں ہو جاتی اُس پر سب سے زیادہ حق اُس کے والدین کا ہے۔ شادی ہو جانے کے بعد والدین کی بجائے اُس کے شوہر کا حق سب سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

3: اگر مخلوق یا غیر اللہ کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو بیوی کو حکم دیا جاتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ اُس پر اُس کے شوہر کا حق سب سے بڑھ کر ہے۔ لیکن اسلام میں غیر اللہ کے لیے سجدہ جائز نہیں خواہ تعظیمی ہو یا تعبدی۔

Marfat.com

21: بیوی زوجیت کا حق ادا کرے

21...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ، فَاَبَتْ، فَبَاتَ غَضْبَانَ، لَعَنَتْهَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3246 — صحیح بخاری، رقم 3237
صحیح مسلم، رقم 3540,3541 — ابوداؤد، رقم 2141 — اللؤلؤ والمرجان، رقم 912

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کردے اور آدمی غصے اور ناراضی میں سو جائے تو صبح ہونے تک فرشتے اُس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔''

تشریح:

1: فرشتوں کی طرف سے لعنت کی یہ وعید ایسی صورت میں ہے جب بیوی کسی شرعی عذر کے بغیر اپنے شوہر کے بلانے کے باوجود اُس کے بستر پر آنے سے انکار کرے۔ کسی جائز شرعی عذر کی موجودگی میں یہ وعید نہیں ہے۔

2: حدیث میں ''صبح تک'' کا ذکر اس لیے آیا ہے کہ اکثر یہ معاملہ رات ہی کو پیش آسکتا ہے، ورنہ اگر یہی معاملہ دن کو پیش آئے تو بات ''شام تک'' چلی جائے گی۔

3: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے انکار پر شوہر کو اُس سے لڑائی جھگڑا نہیں کرنا چاہیے اور نہ اُسے مارنا پیٹنا چاہیے بلکہ صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے اور کسی اور موقع کا انتظار کرنا چاہیے۔

4: اس حدیث سے یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ میاں بیوی کے بستر الگ الگ ہونے چاہئیں۔

Marfat.com

22: عزل کی اجازت

22...... ((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَزَادَ مُسْلِمٌ:

فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمْ يَنْهَنَا.))

مشكوٰة المصابيح، رقم 3184 صحيح بخارى، رقم 5208 صحيح مسلم، رقم 3561

ترمذى، رقم 1137 ابن ماجه، رقم 1927 اللؤلؤ والمرجان، رقم 915

''سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ہم عزل کیا کرتے تھے جب کہ قرآن بھی نازل ہو رہا تھا۔ بخاری و مسلم

اور امام مسلم نے مزید یہ بھی روایت کی ہے کہ:

یہ بات نبی ﷺ تک پہنچی مگر آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع نہیں فرمایا۔''

تشریح:

1: ایک اور حدیث میں انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں:

((كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ.))

''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم عزل کیا کرتے تھے جب کہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔''

2: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بعض صحابہ عزل کیا کرتے تھے جب کہ قرآن بھی نازل ہو رہا تھا اور اس میں اس سے منع نہیں کیا گیا۔

3: عزل کا مطلب یہ ہے کہ مباشرت کے وقت انزال ہونے سے پہلے ہی مرد بیوی سے الگ ہو جائے تاکہ اس طرح اولاد پیدا نہ ہو۔

4: شریعت میں عزل کی اجازت صرف انفرادی ضرورت یا کسی مجبوری کی صورت میں ہے۔ عام حالات میں یہ ایک ناپسندیدہ اور مکروہ چیز ہے۔

5: اس حدیث سے قومی سطح پر خاندانی منصوبہ بندی (Family Planning) یا ضبط ولادت (Birth

Marfat.com

(Control) کی تحریک چلانے اور اس کے لیے محکمہ اور وزارت بنانے کا کوئی جواز نہیں نکلتا بلکہ ایسا کرنا اسلامی شریعت کی خلاف ورزی ہے اور حرام ہے۔ اس طرح کی تحریک جہاں بھی چلائی جائے گی وہاں اس کے بہت برے نتائج نکلیں گے۔ مثال کے طور پر:

(1) وہاں زنا کی کثرت ہو جائے گی۔

(2) لوگ خود غرض ہو جائیں گے اور اپنے معیارِ زندگی کو بہتر بنانے کی دوڑ میں حقوق العباد کی خلاف ورزی کریں گے۔

(3) آبادی خطرناک حد تک کم ہو جائے گی جس کے بعد پھر آبادی بڑھانے کی تحریک چلانی پڑے گی۔

(4) ملکی دفاع کمزور ہو جائے گا کیونکہ جب افرادی قوت کم ہو گی تو فوجی اور عسکری قوت بھی کم ہو جائے گی۔

6: بڑھتی ہوئی آبادی کا صرف ایک ہی اسلامی حل ہے اور وہ یہ ہے کہ روزی کے وسائل اور ذرائع کو بڑھایا جائے اور معاشرے کو لوٹ کھسوٹ سے بچا کر اُسے عدل و انصاف پر قائم کیا جائے تاکہ چند لوگ ملکی وسائل پر قابض نہ ہوں اور اکثریت بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے۔

Marfat.com

23: بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورت پر جنت کی خوشبو حرام ہے

23...... ((عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
أَيُّمَا امْرَءَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِيْ غَيْرِ مَا بَأْسَ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3279 صحیح بخاری، رقم 1187
ابوداؤد، رقم 2226 ابن ماجه، رقم 2055

''حضرت ثوبان (بن بجدد) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جو عورت بلاوجہ اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے، اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں ایسی عورت کے بارے میں یہ سخت تنبیہ اور وعید ہے جو کسی معقول وجہ کے بغیر اپنے خاوند سے طلاق مانگتی ہے کہ اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے گویا وہ جنت میں نہیں جاسکتی۔ جب کہ دوسری طرف یہ بات ثابت ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والے مسلمان بھی دوزخ میں اپنی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایسی عورت جنت کی حق دار نہیں ہوگی مگر اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے معاف کردے تو یہ الگ بات ہے۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اس حدیث کے انداز میں ڈراوے کی سختی اور ترہیب کا پہلو غالب ہے جو تعلیم وتربیت کے لحاظ سے ضروری ہوتا ہے اگرچہ اس میں نرمی کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ جیسے ایک حدیث میں ہے کہ میں ان مردوں کے گھر جلا دینا چاہتا ہوں جو اذان سن کر مسجد میں نہیں آتے۔

(صحیح بخاری، رقم 644، صحیح مسلم، رقم 1481)

حالاں کہ ایسے لوگوں کے گھر حضور ﷺ نے کبھی نہیں جلائے تھے۔

Marfat.com

24: کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی دوسری عورت کے جسمانی اوصاف بیان نہ کرے

24...... ((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتُهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3099 صحیح بخاری، رقم 5240 ابوداؤد، رقم 2149
ترمذی، رقم 2792

''کوئی عورت کسی دوسری عورت کے جسم کے ساتھ جسم نہ ملائے۔ پھر وہ اس دوسری عورت کے جسمانی اوصاف اس طرح اپنے خاوند سے بیان نہ کرے گویا وہ اُسے دیکھ رہا ہو۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں عورت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ برہنہ حالت میں ایک ہی کپڑے کے اندر کسی دوسری ننگی عورت کے ساتھ اپنا جسم نہ ملائے اور نہ اُس کے بعد اُس کے جسمانی اوصاف اس طرح اپنے شوہر سے بیان کرے گویا وہ اُس عورت کو دیکھ رہا ہے۔

2: یہ بے شرمی اور بے حیائی کی بات ہے کہ کوئی بیوی کسی غیر عورت کے جسمانی اوصاف اپنے خاوند کے سامنے کھول کر بیان کرے کیونکہ اس سے اُس کے خاوند کے فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ بعض عورتیں بے تکلفی اور بے دھیانی میں اپنے خاوند سے ایسی باتیں کہہ دیتی ہیں اس لیے اُنہیں اس سے روکا گیا ہے تاکہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔

Marfat.com

25: خلع کی اجازت

25...... ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ امْرَءَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا اَعْتِبُ عَلَيْهِ فِيْ خُلُقٍ، وَلَا دِيْنٍ، وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
اَتُرَدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3274 صحیح بخاری، رقم 5273
نسائی، رقم 3463 ابن ماجه، رقم 2056

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ثابت بن قیس کے اخلاق اور دین داری پر کوئی اعتراض نہیں لیکن میں اسلام لانے کے بعد اس بات کو ناپسند کرتی ہوں کہ اپنے خاوند سے بیزاری کی وجہ سے اُس کے حقوق میں کوتاہی کر کے کفرونافرمانی کی مرتکب ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کا دیا ہوا باغ واپس کردو گی؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا: تم وہ باغ قبول کرلو اور اسے ایک طلاق دے دو۔''

تشریح:

1: اِس حدیث میں جس عورت کے خلع لینے کا ذکر ہے اُس کا نام جمیلہ تھا اور وہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی بہن تھیں اور اسلام میں خلع کا یہ پہلا واقعہ ہوا تھا جس کی وجہ بعض روایات کے مطابق یہ تھی کہ بیوی کو اپنے شوہر کا پست قد اور بدصورت ہونا ناپسند تھا۔

2: خلع کے بارے میں قرآنِ مجید میں ہے کہ

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ﴾

(البقرۃ:229)

Marfat.com

''پھر اگر ان دونوں (میاں بیوی) کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی نہ کرسکیں گے تو باہمی رضامندی سے بیوی اپنے شوہر کو کچھ مال دے کر علیحدگی حاصل کرسکتی ہے۔''

3: ''خلع'' یہ ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کو کچھ دے دلا کر اُس سے طلاق حاصل کرلے۔

4: خلع کا معاملہ گھر میں طے ہوسکے تو بہتر ہے اور جو کچھ طے ہوجائے اُس کے مطابق اُس پر عمل درآمد ضروری ہے۔

5: لیکن اگر معاملہ عدالت میں چلا جائے تو عدالت اس بات کی تحقیق کرے گی کہ کیا عورت کو اپنے شوہر سے اس حد تک نفرت ہوچکی ہے کہ اب وہ اپنے شوہر کے ساتھ نباہ نہیں کرسکتی۔ جب یہ معلوم ہوجائے تو عدالت حالات کے لحاظ سے جو فدیہ (یا معاوضہ) چاہے مقرر کرسکتی ہے۔ یہ فدیہ (یا معاوضہ) بیوی اپنے شوہر کو ادا کرے گی جسے قبول کر کے شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا۔

6: عام حالات میں شوہر کی رضامندی ہی سے خلع ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر وہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے یا بیوی کے خاندان کو پریشان کرنے کا رویہ اختیار کرے۔ عدالت کے بار بار سمن اور طلبی کی جان بوجھ کر تعمیل نہ کرے اور عدالت میں حاضر ہونے سے گریز کرے تو عدالت کو اختیار حاصل ہے کہ وہ خاوند کی رضامندی کے بغیر بھی خلع کی ڈگری جاری کردے۔ پھر عدالت کا یہ یک طرفہ فیصلہ ہی خلع کی طلاق کے قائم مقام ہوجائے گا۔ کیونکہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت بہرحال ضروری ہے اور فقہی موشگافیوں کے ذریعے کسی کی حق تلفی نہیں کی جاسکتی۔

7: مناسب یہ ہے کہ جتنا مال شوہر نے بیوی کو پہلے دیا تھا یعنی حق مہر، تو اتنا مال ہی فدیے میں اُسے واپس لوٹا دیا جائے، یا مرد چاہے تو یہ فدیہ معاف بھی کرسکتا ہے۔

8: بیوی کی طرف سے خلع لینے کے کئی اسباب ہوسکتے ہیں۔ مثلاً شوہر نان ونفقہ نہ دیتا ہو یا وہ نامرد ہو وغیرہ۔

9: خلع کی طلاق رجعی طلاق نہیں ہوتی بلکہ یہ بائنہ ہوتی ہے اور اسے عورت نے فدیہ دے کر خریدا ہوتا ہے۔ اس لیے شوہر کو اس طلاق سے رجوع کا حق نہیں ہوتا۔ لیکن اگر یہی میاں بیوی آپس میں راضی ہوجائیں اور دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو اس کی بالکل اجازت ہے۔

10: جمہور فقہا کے نزدیک خلع کی عدت وہی ہے جو طلاق کی ہے لیکن بعض فقہا خلع کی عدت صرف ایک ہی حیض قرار دیتے ہیں۔

Marfat.com

26: طلاق دینے کا طریقہ

26...... ((عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ طَلَّقَ امْرَاَۃً لَّہٗ وَھِیَ حَائِضٌ . فَذَکَرَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ، قَالَ فَتَغَیَّظَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ، ثُمَّ قَالَ: لِیُرَاجِعْھَا ثُمَّ یُمْسِکْھَا حَتّٰی تَطْھُرَ ، ثُمَّ تَحِیْضَ فَتَطْھُرَ ، فَاِنْ بَدَا لَہٗ اَنْ یُّطَلِّقَھَا فَلْیُطَلِّقْھَا طَاھِرًا قَبْلَ اَنْ یَّمَسَّھَا ، فَتِلْکَ الْعِدَّۃُ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰہُ اَنْ تُطَلَّقَ لَھَا النِّسَآءُ .

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: مُرْہُ فَلْیُرَاجِعْھَا ، ثُمَّ لِیُطَلِّقْھَا طَاھِرًا اَوْ حَامِلًا .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3275 صحیح بخاری، رقم 4908 صحیح مسلم، رقم 3652
ابوداؤد، رقم 2179 ترمذی، رقم 1175 نسائی، رقم 3389
ابن ماجہ، رقم 2019 اللؤلؤ والمرجان، رقم 936

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی۔ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: اُسے چاہیے کہ وہ اس سے رجوع کرے۔ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائے۔ اُسے پھر حیض آئے اور وہ پھر پاک ہوجائے۔ اس کے بعد اگر وہ طلاق دینا چاہے تو طہر کی حالت میں جماع کیے بغیر اُسے طلاق دے۔ یہی وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کے لیے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم نازل فرمایا ہے۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:
اُسے کہیں کہ وہ اس سے رجوع کرے۔ پھر اسے طہر یا حمل کی حالت میں طلاق دے۔''

تشریح:

1: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دینا ناجائز اور سخت گناہ ہے۔ ایسے ایک واقعے پر نبی ﷺ نے ناراضی کا اظہار فرمایا۔
ایسی طلاق کو بدعی طلاق کہتے ہیں مگر یہ بھی ایک (پہلی) طلاق شمار ہوتی ہے۔

Marfat.com

2: حیض کی حالت کے دوران میں ایک تو بیوی کی طرف خاوند کی رغبت کم ہوتی ہے اور میاں بیوی میں کچھ دوری سی پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے اس حالت میں عام طور پر عورت کا مزاج نارمل (Normal) نہیں رہتا جس کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کا امکان ہوسکتا ہے جو بڑھ کر طلاق کی صورت اختیار کرسکتا ہے۔ اسی سے بچنے کے لیے مرد کو اس عرصے میں صبر و تحمل اور برداشت سے کام لینے کی تاکید اور اپنی بیوی کو طلاق نہ دینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ لیکن اگر ایسی حالت میں خاوند سے غلطی ہوجائے اور وہ طلاق دے بیٹھے تو اُسے رجوع کر لینا چاہیے۔ البتہ اگر طلاق دیے بغیر چارہ نہ ہو تو بعد میں ایسے طہر میں، جس میں بیوی سے صحبت نہ کی ہو، اُسے ایک طلاق دی جائے۔ اس طرح اگرچہ دو طلاقیں واقع ہو جائیں گی تاہم رجوع کا حق باقی رہے گا۔

3: قرآنِ مجید میں طلاق سے متعلق چند آیات یہ ہیں:

(۱)...... ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ (البقرۃ:229)

”طلاق دو بار ہے۔ اس کے بعد دستور کے مطابق یا تو عورت کو رکھ لینا ہوتا ہے یا خوش اسلوبی سے رخصت کردینا۔“

(۲)...... ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ (البقرۃ:228)

”اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ تین حیض (طہر) تک انتظار کریں۔“

(۳)...... ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾

(الطلاق:1)

”اے نبی ﷺ! جب تم لوگ بیویوں کو طلاق دو تو اُن کی عدت (کے شروع) میں طلاق دو۔“

4: طلاق اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اس لیے اسے صرف آخری چارۂ کار کے طور پر اختیار کرنا چاہیے۔ اگر ناگزیر حالات میں بھی اس کی اجازت نہ دی جائے تو میاں بیوی کے لیے زندگی مصیبت اور عذاب بن جاتی ہے۔

5: طلاق دینے کا سب سے بہتر اور احسن طریقہ یہ ہے کہ بیوی کو ایسے طہر میں، جس میں صحبت نہ کی گئی ہو، ایک طلاق (رجعی) دی جائے تاکہ عدت کے دوران میں رجوع کر لینے کی گنجائش باقی رہے۔ شوہر اگر عدت کے دوران میں رجوع کر لیتا ہے تو نکاح برقرار رہتا ہے۔ لیکن اگر عدت کی مدت گزر جائے تو

Marfat.com

رجوع نہیں ہوسکتا کیونکہ اب نکاح ختم ہو چکا ہے۔ البتہ دونوں کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ اگر دوبارہ نکاح نہیں کرتے تو عورت عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے شادی کرسکتی ہے۔

طلاق دینے کا ایک اور طریقہ بھی حسن اور درست ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو ہر طہر میں ایک ایک کر کے الگ الگ تین طلاق دے۔ پھر عورت اپنی عدت گزارنے کے بعد کسی اور مرد سے نکاح ثانی کرسکتی ہے۔

6: طلاق صرف خاوند دے سکتا ہے۔ بیوی اپنے شوہر کو طلاق نہیں دے سکتی۔

7: شوہر اپنی بیوی کو صرف تین طلاق دینے کا اختیار رکھتا ہے۔

8: طلاق کی تین قسمیں ہیں: رجعی، بائن (یا بائنہ) اور مغلظہ۔

طلاق رجعی یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو ایک طلاق دے یا دو طلاقیں (الگ الگ) دے اور عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر لے۔

طلاق بائن (یا بائنہ) یہ ہے کہ شوہر نے ایک طلاق یا دو طلاقیں دیں اور طلاق کی عدت گزر گئی تو اب نکاح ٹوٹ گیا اور میاں بیوی میں جدائی ہوگئی (عربی زبان میں بَیْنٌ یابَیْنُوْنَتْ کے معنی جدائی کے ہیں۔) لیکن اگر فریقین چاہیں تو باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔

طلاق مغلظہ یہ ہے کہ پہلے ایک طلاق یا دو طلاقیں دی جائیں۔ پھر عدت ختم ہونے سے پہلے تیسری طلاق دے دی جائے۔ اس صورت میں نکاح بھی ختم ہو جاتا ہے اور دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

9: ایک ہی وقت اور مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالنا طلاق بدعی ہے جو شریعت میں سخت ناپسندیدہ اور گناہ کی بات ہے۔ لیکن یہ طلاقیں مؤثر (Effective) ہوتی ہیں۔ اس کے بعد مرد کو نہ تو رجوع کا حق باقی رہتا ہے اور نہ وہ اُس عورت سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اس مسلک اور رائے پر امت کا اجماع اور اتفاق نہیں ہے۔ جو لوگ اس پر اجماع ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اُن کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ اہل حدیث مسلک میں بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوتی ہے جس کے بعد رجوع ہوسکتا ہے۔ بعض حنفی فقہا نے بھی مخصوص حالات میں اس مسلک کو اختیار کر لینے کے فتوے دیے ہوئے ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے حافظ صلاح الدین یوسف کی کتاب ''ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل۔'')

Marfat.com

10: تین طلاقوں (طلاق مغلظہ) کے بعد شوہر اپنی مطلقہ بیوی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔ لیکن اگر اُس عورت نے کسی اور مرد سے نکاح کرلیا جس نے اس سے صحبت بھی کرلی۔ اس کے بعد اُس نے اپنی آزاد مرضی سے اُسے طلاق دے دی یا وہ فوت ہوگیا تو ایسی صورت میں وہ عورت عدت گزارنے کے بعد دوبارہ اپنے پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔

لیکن وہ سازشی اور لعنتی نکاح، جسے حلالہ کہتے ہیں، سخت حرام، بے غیرتی اور ایک قسم کی زنا کاری ہے کہ کوئی مرد کسی عورت سے صرف اس لیے نکاح کرے کہ وہ بعد میں اُسے طلاق دے دے گا تا کہ وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہوجائے۔ صحیح حدیث میں ایسے مرد کو 'کرائے کا سانڈ' (اَلتَّیْسُ الْمُسْتَعَارُ. ابن ماجہ، رقم 1936) کہا گیا ہے۔ ایک اور صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ترمذی، رقم 1119) اس کے علاوہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے زنا سمجھتے ہوئے اس پر رجم یعنی سنگ ساری کی سزا دینے کا اظہار فرمایا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرۃ آیت 230 کی تفسیر)

Marfat.com

27: بیوہ کی عدت

27...... ((عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ:
لَا تُحِدُّ امْرَأَةٌ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا، وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ، وَلَا تَكْتَحِلُ، وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا، إِلَّا إِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ أَوْ أَظْفَارٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَزَادَ أَبُوْ دَاوُدَ: وَلَا تَخْتَضِبُ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3331 صحیح بخاری، رقم 5341 صحیح مسلم، رقم 3740
ابو داؤد، رقم 2302 اللؤلؤ والمرجان، رقم 951

''حضرت اُمّ عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے، لیکن اپنے خاوند کے مرنے پر چار مہینے دس دن کا سوگ منائے۔ اس دوران میں وہ یمنی لکیردار چادر کے سوا کوئی رنگین لباس نہ پہنے، آنکھوں میں سرمہ نہ ڈالے، خوشبو استعمال نہ کرے۔ البتہ جب وہ حیض سے پاک ہوجائے تو قسط یا اظفار کی معمولی سی خوشبو لگا لے۔ بخاری ومسلم
اور ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ بھی مروی ہے کہ عدت کے دوران میں وہ مہندی بھی نہ لگائے۔''

تشریح:

1: اسلامی شریعت میں کسی میت پر تین دن رات سے زیادہ کا سوگ نہیں ہے اس کے بعد زندگی کے معمولات بحال ہوجاتے ہیں۔ اس بارے میں مردوں اور عورتوں کے لیے ایک ہی حکم ہے۔

2: لیکن جس عورت کا شوہر مرجائے تو اُس بیوہ کی عدت حمل نہ ہونے کی صورت میں چار مہینے دس دن ہے۔ اگر حمل ہوتو وضع حمل (بچہ پیدا ہونے) تک کی عدت ہے۔ دونوں صورتوں میں سوگ کی حالت میں عدت گزارنی واجب ہے۔

اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا﴾ (البقرۃ:234)

''اور تم میں سے جو لوگ مرجائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو اُن بیواؤں کو چار مہینے دس دن کی عدت گزارنی چاہیے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق:4)

''اور حاملہ عورتوں (خواہ طلاق یافتہ ہوں یا بیوہ) کی عدت وضع حمل تک ہے۔''

3: بیوہ عورت اپنی عدت کے دوران میں گھر میں رہے گی اور درج ذیل کام نہیں کرے گی:

(1) وہ شوخ رنگین کپڑے نہیں پہنے گی۔

(2) وہ زینت کے لیے آنکھوں میں سرمہ نہیں لگائے گی۔

(3) وہ خوشبو استعمال نہیں کرے گی۔

(4) وہ زیورات نہیں پہنے گی۔

(5) وہ مہندی یا خضاب نہیں لگائے گی۔

4: جب کسی جوان بیوہ عورت کی عدت گزر جائے تو اس کے بعد اُسے کسی مرد سے ضرور شادی کر لینی چاہیے۔ یہی صحیح اسلامی طریقہ ہے۔

5: ہمارے ہاں بعض بیوہ عورتیں شوہر کے مرتے ہی میکے چلی جاتی ہیں اور شوہر کے گھر جو عدت گزارنی ہوتی ہے وہ نہیں گزارتیں۔ یہ چیز شریعت کے خلاف ہے۔

6: ایک عام غلط فہمی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں صرف جوان بیوہ عورت کے لیے عدت ضروری ہے اور زیادہ عمر کی بیوہ عورت کے لیے عدت گزارنا ضروری نہیں ہے۔ حالاں کہ یہ عدت شوہر کی وفات اور اس سے جدائی کا غم بھی ہے تو کیا زیادہ عمر کی بیوہ عورتوں کو اپنے شوہر کی وفات اور اس سے جدائی کا کوئی غم نہیں ہونا چاہیے؟

Marfat.com

28: بہتر وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہیں

28...... ((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهِ، وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ، وَاِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3252 ترمذی، رقم 3895 دارمی، رقم 2260
ابوداؤد، رقم 1977 ابن ماجه، رقم 1977

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔ جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہوجائے تو اُسے چھوڑ دو اُس کے پیچھے نہ پڑو۔''

تشریح:

1: اس حدیث کو سنن ابن ماجہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے "لِاَهْلِيْ" تک ہی بیان کیا گیا ہے۔

2: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرد کی اچھائی اور شرافت کا ایک خاص معیار اور نشانی یہ بھی ہے کہ اس کا اپنی بیوی سے اچھا برتاؤ ہوتا ہے۔ اگر بیوی سے اُس کا برتاؤ اچھا نہیں ہے تو وہ ہرگز اچھا آدمی نہیں ہے۔

3: پھر نبی ﷺ نے اپنے اس فرمان کی اہمیت واضح کرنے کے لیے خود اپنی مثال بیان فرما دی کہ بیویوں کے ساتھ میرا اپنا برتاؤ بھی بہت اچھا ہوتا ہے اور میں اُن کے حق میں نہایت بہتر ہوں۔

حضور ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات اور اولاد سے بہت اچھا سلوک فرماتے تھے۔

آپ ﷺ کی پہلی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں جن سے آپ ﷺ کو بہت محبت تھی۔ وہ عمر میں آپ ﷺ سے پندرہ (15) برس بڑی تھیں۔ اس کے باوجود ان کی وفات تک آپ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ اُن کی وفات کے بعد آپ ﷺ اُن کی سہیلیوں کے گھر تحفے تحائف بھیجتے تھے۔ جب کبھی اُن کا ذکر آجاتا تو بڑی گرم جوشی سے اُن کے لیے محبت کا اظہار فرماتے تھے۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کو بہت محبت تھی۔ ایک دفعہ عید کے دن حبشی لوگ نیزہ بازی کا تماشا دکھا رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہ تماشا دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ ﷺ آگے کھڑے ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے کندھے پر رخسار رکھ کر بہت دیر تک تماشا دیکھتی رہیں یہاں تک کہ پھر خود ہی تھک کر پیچھے ہٹیں۔

حضور ﷺ روزانہ ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جاتے۔ ہر ایک کے پاس کچھ دیر ٹھہرتے اور پھر جس کی باری ہوتی اس کے گھر رات کو قیام فرماتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اپنی ازواج مطہرات کی دلداری فرماتے اور ان کی نازک مزاجیاں بھی برداشت کرتے تھے۔

4: آخری بات اس حدیث میں یہ فرمائی گئی کہ جو عزیز، رشتہ دار یا دوست فوت ہو چکے ہوں، اُن کی برائیاں بیان نہ کی جائیں بلکہ اُن کی صرف خوبیوں کا ذکر کیا جائے۔ یہی مضمون ایک اور حدیث میں اس طرح آیا ہے:

((لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ، فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا.))

(صحیح بخاری، رقم: 1393، نسائی، رقم 1936، دارمی، رقم 2511)

''جو فوت ہو جائیں اُن کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ وہ تو اپنے انجام کو پہنچ گئے۔''

Marfat.com

29: مرد کا غیر محرم عورت سے تنہائی میں ملنا منع ہے

29...... ((عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:
لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَءَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3118 ترمذی، رقم 2165, 1171 مسند احمد، رقم 177

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان بھی ہوتا ہے۔''

تشریح:

1: مطلب یہ ہے کہ کسی اجنبی مرد کا کسی نامحرم عورت کے ساتھ بالکل تنہائی اور خلوت میں ہونا ایک ایسی صورتِ حال ہے جس میں غالب امکان یہ ہے کہ شیطان ان دونوں کے جنسی جذبات اُبھار کر ان کو برائی پر اکسائے گا اور وہ زنا کے مرتکب ہوسکتے ہیں۔

2: اسلامی شریعت کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جب کوئی جائز اور مباح کام بھی کسی حرام کام کا ذریعہ یا سبب بن رہا ہو تو وہ بھی حرام ہو جاتا ہے فقہی اصطلاح میں اسے ''سد ذریعہ'' یا ''سد ذرائع'' کہا جاتا ہے۔ چونکہ اس بات کا غالب امکان موجود ہے کہ کسی اجنبی مرد اور عورت کا بالکل تنہائی میں ملنا زنا کا باعث اور ذریعہ ہوسکتا ہے اس لیے اسے بھی شریعت میں حرام اور شیطانی کام قرار دیا گیا ہے اور اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

Marfat.com

30: اکیلی نامحرم عورت کے ہاں رات بسر نہ کرنا

30...... ((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

أَلَا، لَا يَبِيْتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَءَةٍ ثَيِّبٍ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ نَاكِحًا أَوْ ذَا مَحْرَمٍ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3101 صحیح مسلم، رقم 5673

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خبردار! کوئی مرد کسی اکیلی بیوہ یا طلاق یافتہ جوان عورت کے پاس رات نہ گزارے۔ البتہ خاوند ہونے یا محرم ہونے کی صورت میں اس کی اجازت ہے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں اگرچہ رات گزارنے کا ذکر آیا ہے مگر اس سے مراد صرف رات گزارنا نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ تنہائی میں ملنا مراد ہے خواہ وہ رات کو ہو یا دن کے وقت ہو۔ کیونکہ ان تمام صورتوں میں فتنے کا امکان پایا جاتا ہے۔

2: حدیث میں ''ثیب'' عورت بیان ہوئی ہے جس سے مراد وہ جوان عورت ہے جس کا پہلے نکاح ہوا ہو اور اس کا خاوند اس سے مل چکا ہو لیکن بعد میں اسے طلاق ہو گئی ہو یا وہ بیوہ ہو چکی ہو۔

3: اس حدیث میں کنواری لڑکی کا ذکر اس لیے نہیں آیا ہے کیونکہ وہ عام طور پر گھر میں اکیلی نہیں ہوتی۔

4: اس حدیث میں جو اجنبی مرد کو کسی غیر محرم عورت کے ہاں رات بسر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے تو اس کا مقصد بھی ایسے ذریعے کو روکنا ہے جو بدکاری کا سبب بن سکتا ہے۔ اصول فقہ میں اسے 'سد ذریعہ' کہا جاتا ہے اور اس کی تفصیل گزشتہ حدیث 29 میں بیان ہو چکی ہے۔

Marfat.com

31: خاوند کی عدم موجودگی میں اُس کی بیوی سے نہ ملنا

31...... ((عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

لَا تَلِجُوْا عَلَى الْمُغِيْبَاتِ ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ .

قُلْنَا: وَمِنْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ!

قَالَ: وَمِنِّيْ ، وَلٰكِنَّ اللهَ أَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ .))

مشکوٰۃ المصابیح ، رقم 3119 ترمذی ، رقم 1172 مسند احمد ، رقم 14375

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جن عورتوں کے خاوند گھر میں موجود نہیں ہوتے تم ان کے ہاں نہ جایا کرو کیونکہ شیطان تمہارے ساتھ اس طرح گھل مل جاتا ہے جیسے تمہارے جسم میں خون گردش کرتا ہے۔

ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں، وہ میرے ساتھ بھی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اس لیے میں اُس سے محفوظ رہتا ہوں۔''

تشریح:

1: حدیث میں ''اَلْمُغِيْبَاتِ'' کا لفظ آیا ہے جس سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کے خاوند گھر سے باہر کسی سفر میں ہوں خواہ وہ سفر جہاد کے لیے ہو، یا تجارت کے لیے یا ملازمت وغیرہ کے لیے۔

2: اگرچہ ایک اجنبی مرد کا کسی نامحرم عورت سے خواہ وہ کنواری ہو یا شادی شدہ ہو، تنہائی میں ملنا شریعت میں منع ہے لیکن اس حدیث میں خاص طور پر اُن شادی شدہ عورتوں کے ہاں مردوں کو جانے سے منع کیا گیا ہے جن کے شوہر گھر پر موجود نہ ہوں۔

3: اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ایک شادی شدہ عورت میں کنواری لڑکی کی نسبت جنسی رجحان زیادہ پایا جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو زیادہ آزاد بھی تصور کرتی ہے اس لیے اُس کے خاوند کی عدم موجودگی میں کسی مرد

Marfat.com

کا اُس کے ہاں جانا سخت فتنے کا باعث ہو سکتا ہے۔

4: اصل میں یہ ممانعت بھی 'سد ذریعہ' ہی کے طور پر آئی ہے جس کی وضاحت ہم اس سے پہلے احادیث 29، 30 میں کر چکے ہیں۔

5: اسی سلسلے میں وہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہیے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِي أَهْلِهِ، فَيَخُوْنُهُ فِيْهِمْ، إِلَّا وُقِفَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَأْخُذُ مِنْ عَمَلِهِ مَا شَاءَ، فَمَا ظَنُّكُمْ؟))

(صحیح مسلم، رقم 4908، ابو داؤد، رقم 2496، نسائی، رقم 3191)

''پیچھے بیٹھ رہنے والوں کے لیے مجاہدین (جو سفر پر ہوں) کی بیویوں کی عزت وناموس ایسے ہیں جیسے ان کی اپنی ماؤں کی عزت وناموس۔ اگر کسی آدمی نے کسی مجاہد کی بیوی سے خیانت (یا بدکاری) کی ہوگی تو اسے قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد سے کہا جائے گا کہ اس کی نیکیوں میں سے جتنی چاہو نیکیاں لے لو۔ پھر تمہارا کیا خال ہے (وہ کتنی نیکیاں لے گا؟)۔''

6: حدیث میں انسان کے جسم کے اندر شیطان کے خون کی طرح گردش کرنے کا ذکر آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ہر وقت انسان کے دل میں وسوسہ اندازی کر سکتا ہے اور اُس کی یہ وسوسہ اندازی اتنی پوشیدہ ہوتی ہے کہ نظر نہیں آتی جیسے ہم اپنے جسم میں خون کی گردش کو دیکھ نہیں پاتے۔

7: حدیث کے آخر میں صحابہ کرام کے اس سوال کا ذکر آیا ہے کہ کیا حضور ﷺ کے ساتھ بھی شیطان لگا ہوا ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اُس سے محفوظ رہتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے۔ گویا حضور ﷺ نے اسے بھی اپنا کمال ظاہر نہیں فرمایا بلکہ اسے بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اور اُس کا فضل قرار دیا اور یہ عبدیت کا کمال ہے۔

Marfat.com

32: ''دیور موت ہے'' کے معنی

32...... ((عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ. فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: الْحَمْوُ: الْمَوْتُ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3102 صحیح بخاری، رقم 5232 صحیح مسلم، رقم 5674
ترمذی، رقم 1171 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1403

''سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔

ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! دیور کے بارے میں بتائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دیور تو موت اور ہلاکت ہے۔''

تشریح:

1: عورت کے لیے اُس کے دیور کو موت اور ہلاکت قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان کی زندگی اور اُس کے جسم وجان کے لیے موت ایک خطرناک چیز ہے اسی طرح دیور کا تنہائی میں غیر محرم عورت سے میل جول دین واخلاق کے لحاظ سے زہر قاتل اور ہلاکت ہے۔

2: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عربی محاورے کے طور پر خطرے کو ظاہر کرنے کے لیے دیور کو موت سے تشبیہ دی گئی ہو کہ اس سے عورت کو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے ورنہ برائی کا قوی اندیشہ موجود ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں عام طور پر اس معاملے میں بہت بے احتیاطی برتی جاتی ہے جس کے برے نتائج نکلتے ہیں۔

3: دیور سے پردے کے معاملے میں ہمارے ہاں افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔ اصل میں اس سے پردے کی نوعیت بالکل اجنبی نامحرم مردوں جیسی نہیں ہے لیکن اس میں بھی ضروری یہ ہے کہ عورت اُس سے اپنی زینت چھپائے، اُس سے تنہائی میں نہ ملے اور اُس سے بے تکلفی اور ہنسی مذاق نہ کرے۔ البتہ ضرورت کے وقت سادگی کے ساتھ اُس سے روزمرہ کی کوئی بات کرلینے میں کوئی حرج نہیں۔

Marfat.com

33: ہیجڑوں کے بارے میں حکم

33...... ((عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا، وَفِي الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ، وَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ أَخِي أُمِّ سَلَمَةَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ لَكُمْ غَدًا الطَّائِفَ، فَإِنِّي أَدُلُّكَ عَلَى ابْنَةِ غَيْلَانَ، فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ، وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ.
فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3121 — صحیح بخاری، رقم 4324
صحیح مسلم، رقم 5690 — اللؤلؤ والمرجان، رقم 1407

''سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اُن کے ہاں تشریف فرما تھے۔ گھر میں ایک ہیجڑا بھی تھا جس نے امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ:
اے عبداللہ! اگر اللہ تعالیٰ نے کل تمہیں طائف میں فتح عطا کی تو میں تمہیں غیلان کی ایک بیٹی دکھاؤں گا جو سامنے آتی ہے تو اُس کے پیٹ پر چار بل پڑتے ہیں اور جب مڑتی ہے تو اُس پر آٹھ بل پڑتے ہیں۔
اس پر نبی ﷺ نے فرمایا:
یہ ہیجڑے لوگ تمہارے پاس نہ آیا کریں۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں ایسے ہیجڑوں سے مسلمان عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جن میں مردانہ جنسی میلان پایا جاتا ہو اور وہ جنسی معاملات میں دلچسپی رکھتے ہوں۔

2: ہیجڑے دو طرح کے ہیں، ایک پیدائشی دوسرے مصنوعی یا فیشنی۔ پیدائشی ہیجڑا ہونے میں کوئی برائی نہیں کہ یہ قدرتی معاملہ ہے مگر مصنوعی اور فیشنی ہیجڑا بن جانا اور عورتوں کی سی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔ ایک صحیح حدیث کے مطابق ایسے مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ایسی عورتیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں، اللہ کی لعنت ہے۔

3: جو ہیجڑا ازواجِ مطہرات کے ہاں آتا جاتا تھا اُس کے بارے میں یہ گمان تھا کہ وہ ﴿غَیْرِ اُولِی

Marfat.com

الْاِرْبَةِ﴾ (النور: 31) میں سے ہے یعنی ایسے بوڑھے یا زیردست مرد جن کو کوئی جنسی رغبت نہیں ہوتی۔ مگر جب اُس ہیجڑے نے ایک عورت کا ذکر جنسی زاویۂ نگاہ سے کیا تو اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ آئندہ اسے گھروں میں نہ گھسنے دیا جائے اور اس سے پردہ کیا جائے۔

4: حدیث میں مذکور ہیجڑے نے طائف کے غیلان کی بیٹی کا ذکر جس مبالغے کے انداز میں کیا کہ وہ اتنی موٹی تازی ہے جب چلتی ہے تو سامنے سے اُس کے پیٹ پر چار بل پڑتے ہیں اور جب وہ پیچھے کو مڑتی ہے تو اُس کے پیچھے پیٹھ پر آٹھ بل پڑ جاتے ہیں۔ تو یہ اس وجہ سے ہے کہ عرب کے مردوں کو موٹی عورت بہت پسند ہوتی تھی اور وہ عورت کی فربہی اور موٹاپے کو خوب صورتی خیال کرتے تھے۔ عربوں کی شاعری میں بھی اس کا ذکر موجود ہے اور شعراء نے اسے اپنی محبوباؤں کی ایک خوبصورتی قرار دیا ہے جب کہ ہمارے ہاں عورت کی خوبصورتی کا یہ معیار نہیں ہے۔

Marfat.com

34: مردوں کے لیے عورتیں فتنہ اور آزمائش ہیں

34...... ((عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3085 صحیح بخاری، رقم 5096 صحیح مسلم، رقم 6945
ترمذی، رقم 2780 ابن ماجه، رقم 3998 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1744

''حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
میرے بعد کے زمانے میں مردوں کے لیے عورتوں کے فتنے سے زیادہ نقصان دہ فتنہ کوئی اور نہ ہوگا۔''

تشریح:

1: حدیث میں 'فِتْنَةً' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی آزمائش اور امتحان کے ہیں۔

2: قرآنِ مجید میں مال اور اولاد کو بھی فتنہ یعنی آزمائش اور امتحان قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝﴾

(الانفال:28)

''اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہیں، البتہ اللہ کے ہاں ان کا بڑا اجر بھی ہے۔''

3: ایک اور حدیث کے مطابق اُمت مسلمہ کے لیے خاص فتنہ مال و دولت ہے۔

((عَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:
اِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً، وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ.))

(ترمذی، رقم 2336)

''سیّدنا کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ:
ہر امت کے لیے ایک خاص فتنہ اور آزمائش ہوتی ہے اور میری اُمت کے لیے خاص فتنہ اور آزمائش مال ہے۔''

4: زیر نظر حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مردوں کو خبردار کیا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے کے بعد اُن

Marfat.com

کے لیے سب سے بڑی آزمائش عورتیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو مال واولاد اور عورتوں کے ذریعے آزمائے گا کہ کہیں وہ ان کی محبت میں پھنس کر اپنا دین وایمان تباہ نہ کر بیٹھیں۔ کیونکہ اہل ایمان کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرۃ: 165)

''اور جو ایمان والے ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔''

اب مردوں کے لیے اس بات میں امتحان اور آزمائش ہے کہ وہ مال و اولاد اور عورتوں کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ کی محبت کو اور اُس کے حقوق کو بھول جاتے ہیں یا ان چیزوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ پہلی صورت میں خسارا اور ناکامی ہے۔ جب کہ دوسری صورت میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔

5: مردوں کے لیے عورتوں کا آزمائش ہونا کئی لحاظ سے ہے۔ اور یہ آزمائش دورِ نبوی ﷺ کے بعد سے لے کر آج تک ہر زمانے میں بڑھتی ہی رہی ہے اور آج کل اپنی انتہائی بلندیوں پر ہے۔ مردان کی خاطر بعض اوقات اپنے والدین اور عزیز واقارب کو چھوڑ کر قطع رحمی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کی بے جا ناز برداری میں حرام کمائی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور ان کی خواہشوں کے لیے قتل وغارت تک کر ڈالتے ہیں۔ مشہور محاورہ ہے کہ زر، زن اور زمین لڑائی جھگڑے کے بڑے اسباب ہیں۔

6: اس حدیث سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنی عورتوں کو ان کی اصل گھریلو ذمہ داریوں سے ہٹا کر ''شمع محفل'' بنانے سے گریز کریں ورنہ معاشرے میں ایسا اخلاقی بگاڑ پیدا ہو جائے گا جس کا نتیجہ ملک وقوم کی تباہی وبربادی کی صورت میں نکلے گا۔

7: اس حدیث میں عورتوں کی برائی یا مذمت ہرگز نہیں کی گئی ہے بلکہ مردوں کے حق میں اُن کا آزمائش اور امتحان ہونا بیان کیا گیا ہے۔

Marfat.com

35: عورتوں کے فتنے سے بچنا

35...... ((عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:
اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ، وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا، فَیَنْظُرُ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ، فَاتَّقُوا الدُّنْیَا، وَاتَّقُوا النِّسَآءَ، فَاِنَّ أَوَّلَ فِتْنَۃِ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ کَانَتْ فِی النِّسَآءِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3086 — صحیح مسلم، رقم 6948
ترمذی، رقم 2191 — ابن ماجہ، رقم 4000

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
(لوگو!) یہ دنیا بڑی میٹھی، سرسبز وشاداب اور دلکش ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلیفہ (اور جانشین) بنایا ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو۔ تم دنیا اور عورتوں کے فتنے سے بچتے رہنا، کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلے عورتوں ہی کا فتنہ اُٹھا تھا۔''

تشریح:

اس حدیث میں پہلے تو دنیا کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ بڑی شیریں اور دلکش ہے پھر ساتھ ہی خبردار کردیا گیا کہ کہیں اس میں گم ہو کر نہ رہ جانا بلکہ آخرت کی بھی فکر کرنا۔ دنیا اور عورتوں کے بارے میں محتاط رہنا کہ کہیں یہ تمہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے ذکر سے غافل نہ کردیں۔ بلکہ انہی کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ بنالینا۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اُس میں ہیں آفاق

آخر میں یہ تنبیہ کردی کہ عورتوں کا فتنہ جو بنی اسرائیل کے زوال اور تباہی کا سبب بنا تھا کہیں اس امت کے زوال اور تباہی کا سبب نہ بن جائے۔ اُن کے ہاں بھی عورت جب اپنے گھر کو خیر باد کہہ کر شمع محفل، بنی تو قوم کا زوال شروع ہوگیا اور مخلوط معاشرہ قوم کی تباہی کا سبب بن گیا۔

Marfat.com

36: دو مرد یا دو عورتیں ایک کپڑے میں نہ سوئیں

36...... ((عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:
لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلٰی عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلٰی عَوْرَةِ الْمَرْءَةِ، وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ إِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، وَلَا تُفْضِی الْمَرْءَةُ إِلَی الْمَرْءَةِ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3100 صحیح مسلم، رقم 678
ترمذی، زقم 2793 ابوداؤد، رقم 4018

"کوئی مرد دوسرے مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور کوئی عورت دوسری عورت کا ستر نہ دیکھے۔ اسی طرح دو مرد ایک ہی کپڑے کے اندر ننگے نہ لیٹیں اور دو عورتیں ایک ہی کپڑے کے اندر ننگی نہ لیٹیں۔"

تشریح:

1: اسلامی شریعت میں جسم کے جن حصوں اور اعضاء کو دیکھنا اور چھونا منع ہے وہ 'ستر' کہلاتے ہیں۔

2: مرد کا ستر اُس کی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک ہے۔ اسے دوسروں سے چھپانا فرض ہے۔ البتہ بیوی اپنے شوہر کے جسم کا ہر حصہ دیکھ سکتی ہے۔

3: عورت کا پورا جسم ستر ہے سوائے چہرے، ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے۔ لیکن شوہر اپنی بیوی کے جسم کا ہر حصہ دیکھ سکتا ہے۔

4: معالج کے لیے جائز ہے کہ وہ علاج کے لیے مرد یا عورت کا ستر دیکھ سکتا ہے۔

5: دو مردوں کا برہنہ حالت میں ایک ہی کپڑے ...... چادر یا لحاف وغیرہ ...... میں لیٹنا یا سونا منع اور حرام ہے۔

6: اسی طرح دو عورتوں کا برہنہ حالت میں ایک ہی کپڑے ...... چادر یا لحاف وغیرہ ...... میں لیٹنا یا سونا منع اور حرام ہے۔

7: شریعت کے مندرجہ بالا احکام بھی شرم وحیا اور عزت وآبرو کی حفاظت کے پیش نظر دیے گئے ہیں کیونکہ اسلام بے حیائی، فحاشی اور عریانی کو سخت ناپسند کرتا اور ان سے روکتا ہے۔

Marfat.com

37: میاں بیوی کی خلوت کی باتیں راز اور امانت ہیں

37...... ((عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:
إِنَّ أَعْظَمَ الْأَمَانَةِ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔
وَفِیْ رِوَایَةٍ:
إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ الرَّجُلُ یُفْضِیْ إِلَی امْرَءَتِہٖ، وَتُفْضِیْ إِلَیْہِ، ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّھَا.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3190 صحیح مسلم، رقم 3542,3543 ابوداؤد، رقم 4870

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑی امانت ...... اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ...... قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ برا آدمی وہ ہوگا جو اپنی بیوی کے پاس جاتا تھا اور وہ اس کے جماع میں شریک ہوتی تھی، پھر وہ اپنی بیوی کی پوشیدہ باتوں کو دوسروں تک پہنچا دیتا تھا۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خاوند اور بیوی کے درمیان جو جنسی معاملات اور تنہائی میں راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں وہ ایک بہت بڑی امانت ہے۔ جس کے وہ دونوں ہی امین ہیں اور اُن پر اس کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ان معاملات اور پوشیدہ باتوں کو دوسروں کے سامنے ظاہر اور باہمی راز فاش کرنا اخلاقی اور شرعی لحاظ سے سخت ناپسندیدہ ہے۔ آخرت میں اس کے بارے میں مواخذہ ہوگا۔

2: حدیث میں اگرچہ مرد کا ذکر ہے مگر اس میں بیوی بھی شامل ہے اور دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

Marfat.com

38: نبی ﷺ کے شہد پینے کا واقعہ

38...... ((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رضی اللہ عنہا، وَ شَرِبَ عِنْدَهَا عَسَلاً، فَتَوَاصَيْتُ أَنَا وَ حَفْصَةُ رضی اللہ عنہا أَنَّ أَيَّتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَلْتَقُلْ: إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ؟ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ؟ فَدَخَلَ عَلَى إِحْدَاهُمَا، فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ قَالَ:

لَا بَأْسَ، شَرِبْتُ عَسَلاً عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، فَلَنْ أَعُوْدَ لَهُ، وَ قَدْ حَلَفْتُ، لَا تُخْبِرِيْ بِذَلِكَ أَحَدًا۔ يَبْتَغِيْ مَرْضَاةَ أَزْوَاجِهِ، فَنَزَلَتْ:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ .... ﴾

(التحریم: 1)

مشكوٰة المصابيح، رقم 3278 — صحيح بخاری، رقم 4912, 6691
صحيح مسلم، رقم 3678 — ابوداؤد، رقم 3714
نسائی، رقم 3421 — اللؤلؤ والمرجان، رقم 939

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹھہرتے تو وہاں شہد پیتے تھے۔ چنانچہ میں اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے طے کیا کہ نبی ﷺ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائیں وہ کہہ دے کہ: مجھے آپ ﷺ سے مغافیر (ایک قسم کا کھانے کا گوند جو عرفط نامی پودے سے نکلتا ہے) کی بو (Smell) آ رہی ہے، کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھایا ہے؟ پھر جب آپ ﷺ ہم دونوں میں سے کسی ایک کے ہاں تشریف لے گئے تو اُس نے آپ ﷺ سے یہی کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

کوئی بات نہیں، میں نے تو زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد پیا تھا۔ اب میں قسم کھاتا ہوں کہ آیندہ اُس کے ہاں کبھی شہد نہیں پیوں گا، لیکن تم اس بات کا کسی اور سے ذکر نہ کرنا۔''

اصل میں آپ ﷺ اپنی بیویوں کی دل داری چاہتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ﴾ (التحریم: 1)

Marfat.com

”اے نبی ﷺ! آپ ﷺ کیوں اپنی بیویوں کی دلداری میں اُس چیز کو حرام قرار دیتے ہیں جو اللہ نے آپ ﷺ کے لیے حلال ٹھہرائی ہے.......“

تشریح:

1: اس حدیث میں جو واقعہ بیان ہوا ہے اُس کی تفصیل یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ عصر کی نماز کے بعد آپ ﷺ اپنی تمام ازواجِ مطہرات کے ہاں چکر لگاتے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں کچھ زیادہ دیر بیٹھنے لگے کیونکہ اُن کے ہاں کہیں سے شہد آیا ہوا تھا اور حضور ﷺ کو شیرینی بہت پسند تھی۔ آپ ﷺ اُن کے ہاں شہد نوش فرماتے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس معاملے پر رشک آیا تو انہوں نے سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اور بعض روایات میں ہے کہ سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے ساتھ ملایا اور یہ طے کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی حضور ﷺ تشریف لائیں وہ آپ ﷺ سے یہ کہے آپ ﷺ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ مغافیر ایک قسم کا پھول ہوتا ہے جس میں کچھ بساند ہوتی ہے اور اگر شہد کی مکھی اسے چوس کر شہد بنائے تو اس میں بھی بساند کا کچھ اثر رہ جاتا ہے۔ سب کو یہ بات معلوم تھی کہ حضور ﷺ نہایت نفاست پسند ہیں اور آپ ﷺ کو ہر طرح کی بو سے سخت نفرت ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کو سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹھہرنے سے روکنے کے لیے یہ چال چلی گئی۔ جب کئی بیویوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے تو آپ ﷺ نے عہد کر لیا کہ اب یہ شہد استعمال نہیں فرمائیں گے جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ:

((فَلَنْ اَعُوْدَ لَهٗ وَقَدْ حَلَفْتُ .))

”میں اب ہرگز اسے نہیں پیوں گا۔ میں نے قسم کھالی ہے۔“

ایک اور روایت میں وَقَدْ حَلَفْتُ (میں نے قسم کھالی ہے) کے الفاظ موجود نہیں ہیں لیکن ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَاللّٰهِ لَا اَشْرَبُهٗ (اللہ کی قسم! میں اسے نہیں پیوں گا۔)

اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

Marfat.com

رَحِیْمٌ ۝﴾ (التحریم: 1)

''اے نبی ﷺ! آپ ﷺ کیوں اپنی بیویوں کی خاطر اُس چیز کو حرام قرار دیتے ہیں جو اللہ نے آپ ﷺ کے لیے حلال ٹھہرائی ہے؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جب نبی ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی خوشی اور دلداری کے لیے ایک حلال چیز کو اپنے لیے حرام کر لیا تو یہ بات آپ ﷺ کے پیغمبرانہ منصب کے لحاظ سے مناسب نہ تھی۔ یہ ایک لغزش تھی مگر کوئی گناہ نہ تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے صرف ٹوک کر اس کی اصلاح کر دی اور آپ ﷺ کو معاف فرما دیا۔

2: اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(1) کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اور جب رسول اللہ ﷺ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دیتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے وحی ...... خواہ وہ وحیِ جلی ہو یا وحیِ خفی ...... کے آنے پر ہی اسے حلال یا حرام ٹھہراتے ہیں۔

(2) پھر جب نبی ﷺ بھی از خود کسی چیز کو حلال یا حرام قرار نہیں دے سکتے تو دوسرے لوگوں کو کہاں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ کریں۔ ہمارے فقہاء اور مجتہدین جب کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں تو اصل میں وہ قرآن وسنت ہی کے حلال وحرام کو بیان کرتے یا اُن دونوں کے اصولِ حلت وحرمت کا عملی انطباق (Practical Application) کرتے ہیں ورنہ وہ خود اس کے ہرگز مجاز نہیں ہیں کہ اپنی مرضی اور خواہش سے کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ کریں۔

(3) ایک نبی اور دوسرے انسانوں کی زندگی میں بہت فرق ہے۔ نبی ہر گناہ سے محفوظ اور معصوم عن الخطا ہوتا ہے جب کہ دوسرے لوگوں سے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں اور وہ معصوم عن الخطا نہیں ہوتے۔

ایک مشہور محاورہ ہے:

((حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ.))

''نیک لوگوں کی نیکیاں بھی مقرب حضرات کی خطائیں شمار ہوتی ہیں۔''

عام لوگوں کی ہر بات اہم نہیں ہوتی لیکن ایک نبی کا فرمان قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کی سخت نگرانی کرتا ہے اور اگر کبھی اُن سے کوئی معمولی کام بھی منشائے الٰہی کے خلاف

Marfat.com

ہوجائے تو ایسی لغزش کی فوراً اصلاح کردی جاتی ہے تاکہ وہ چیز کہیں دوسروں کے لیے نمونہ نہ بن جائے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اپنی اصل اور خالص حالت میں دوسروں تک پہنچ جائے۔

(4) اسی سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس معمولی واقعے کی ذرا سی بات پر آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ٹوک دیا اور اصلاح فرمادی بلکہ اسے ریکارڈ پر لایا گیا جس سے دلوں میں یہ اطمینان پیدا ہوجاتا ہے کہ نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور آپ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ جو ہم تک پہنچا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی منشا کے عین مطابق ہے۔ ہر طرح کی لغزشوں سے مبرا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصدیق شدہ (Certified) ہے جس سے ہمیں صحیح ہدایت و رہنمائی حاصل ہوسکتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:21)

''بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔''

(5) اس حدیث سے انبیاء علیہم السلام کے احترام کی حد بندی بھی ہوجاتی ہے۔ ظاہر ہے نبی نبی ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہوتا۔ نہ وہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس سے کوئی لغزش یا بھول نہیں ہوسکتی۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ نہ چوکتا ہے اور نہ بھولتا ہے:

﴿لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى ٥﴾ (طٰہٰ:52)

''میرا ربّ نہ چوکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔''

کسی نبی کا احترام اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس سے کوئی لغزش یا بھول نہیں ہوسکتی، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی منشا اور مرضی کا مکمل نمائندہ ہوتا ہے۔ اُس کی معمولی سے معمولی لغزش کی بھی اللہ تعالیٰ نے اصلاح فرمادی ہے۔ اُس کا اسوۂ حسنہ پوری طرح محفوظ بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کی پوری نمائندگی بھی کرتا ہے اور ہمیں ہر حال میں اُس کی پیروی کرنی ہے۔

(6) دنیا کی بعض قومیں اس لیے گمراہ ہوئیں کہ انہوں نے اپنے بزرگوں کے احترام اور تعظیم میں غلو پیدا کرکے اُن کے بارے میں ایسا مبالغہ آمیز تصور قائم کیا کہ اس کے ذریعے انہوں نے انبیائے کرام کو انسانیت اور بشریت کے درجے سے اٹھا کر الوہیت اور خدائی کے مقام پر جا بٹھایا اور اُن میں وہ صفات پیدا کرلیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص تھیں۔ افسوس آج مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بھی یہی گمراہانہ روش اپنائے ہوئے ہے۔

Marfat.com

39: اگر حوا نہ ہوتیں تو خیانت نہ ہوتی

39...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
لَوْلَا بَنُوْا اِسْرَائِیْلَ لَمْ یَخْنَزِ اللَّحْمُ، وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَهَا الدَّهْرَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3241 صحیح بخاری، رقم 3399 صحیح مسلم، رقم 3648
اللؤلؤ والمرجان، رقم 935 صحیفہ همام بن منبه، رقم 58

''اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت خراب نہ ہوتا، اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند سے کبھی خیانت نہ کرتی۔''

تشریح:

اس صحیح حدیث میں دو باتوں کو ایک خاص اندازِ بیان سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہ وہ اسلوب بیان ہے جیسے کوئی یوں کہے کہ اگر قابیل ہابیل کو قتل نہ کرتا تو دنیا میں کوئی قتل نہ ہوتا۔

لیکن اس اندازِ بیان میں محض ایسے شخص کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے جس نے پہلے پہل دنیا میں کسی برائی کی رسم ڈالی ہو۔ اس سے اس برے فعل کی نفی مقصود نہیں ہوتی۔

حدیث میں جو مضمون بیان ہوا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ:

1: بنی اسرائیل یعنی یہودیوں نے جب من وسلویٰ کا آسمانی کھانا ذخیرہ کرنا شروع کیا تو وہ قدرتی طور پر سڑنے اور خراب ہونے لگا۔ حدیث میں اس بات کو ایک خاص اسلوب سے بیان کیا گیا ہے کہ کم بخت یہودیوں نے دنیا میں ایک غلط رسم کی ابتدا کی۔ انہوں نے اس کھانے کو ذخیرہ کرنا شروع کیا جو ان کو روزانہ تازہ بتازہ مل رہا تھا اور جس کے ذخیرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ دنیا میں اس بری رسم کی ابتدا کرنے والے یہ مغضوب یہودی ہیں جن کی پیروی سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔

2: دوسری بات جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے وہ بھی اسی پیرایۂ بیان میں ہے جس پیرائے میں پہلی بات فرمائی گئی کہ اگر حضرت حواء سے خیانت کی ابتدا نہ ہوتی تو کوئی عورت اپنے شوہر سے خیانت کی مرتکب نہ ہوتی۔ اس میں نعوذ باللہ حضرات حواء کی کسی بداخلاقی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ درخت کا پھل

Marfat.com

کھانے کی طرف ان کی رغبت اور میلان کو ان کے شوہر آدم علیہ السلام سے مجازی طور پر خیانت کرنا قرار دیا گیا ہے۔ اس میں باریک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ پہلے حضرت حواء اس درخت کا پھل کھانے کے لیے تیار ہوئیں۔ پھر حضرت آدم تیار ہوئے اور دونوں نے مل کر اس درخت کا پھل کھایا جس کے نتیجے میں ان کو جنت سے نکال دیا گیا۔

بعض لوگوں نے قلت علم اور کم فہمی کی بنا پر اس صحیح اور متفق علیہ حدیث کا انکار کر دیا ہے۔

3: قرآن مجید اور حدیث وسنت کی کسی بات کے بارے میں کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب تک اُس کی اپنی عقل میں وہ بات نہیں آئے گی، وہ اُسے قبول نہیں کرے گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہماری عقل بہت محدود ہے اور وحی کے حقائق لامحدود ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی بات ایک وقت میں ہماری سمجھ میں نہیں آتی مگر دوسرے وقت میں وہ بات ہماری سمجھ میں آ جاتی ہے۔

4: اسی طرح کوئی مسلمان دین کے کسی ایسے معاملے کا انکار نہیں کر سکتا جو اُس کی خواہش نفس کے خلاف ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دین ہماری خواہش نفس کے تابع نہیں ہے بلکہ ہماری خواہش نفس کو دین کے تابع ہونا چاہیے۔

Marfat.com

40: نحوست تین چیزوں میں ہے

40...... ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

اَلشُّؤْمُ فِی الْمَرْءَۃِ، وَالدَّارِ، وَالْفَرَسِ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ:

اَلشُّؤْمُ فِی ثَلَاثَةٍ: فِی الْمَرْءَۃِ، وَالْمَسْکَنِ وَالدَّابَّةِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3087 صحیح بخاری، رقم 5093 صحیح مسلم، رقم 5805

ابوداؤد، رقم 3922 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1439

''سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بیوی، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہوسکتی ہے۔''

ایک اور روایت میں یہ ہے کہ:

''نحوست تین چیزوں میں ہوسکتی ہے: بیوی، گھر اور سواری میں۔''

تشریح:

1: حدیث میں شُؤْم کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ''نحوست'' اور ''بے برکتی'' کے ہیں۔

2: اس حدیث کے کئی مطالب بیان کیے گئے ہیں۔

ایک یہ کہ نحوست کسی چیز میں بھی نہیں ہوتی۔ یہ اگر ہوتی تو بیوی، گھر اور سواری میں ہوتی مگر ایسا نہیں ہے۔ کسی چیز کو منحوس سمجھنا ایک وہم ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اس حدیث کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت، گھر اور سواری ایسی چیزیں ہیں جن میں اگر خرابی ہو تو اس سے انسان کو سخت پریشانی اور مصیبت لاحق ہوسکتی ہے۔

اس حدیث کا تیسرا مفہوم یہ بتایا گیا ہے کہ اس میں اہل ایمان کو یہ تعلیم اور ہدایت دی گئی ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے نباہ نہیں کرسکتا تو اُسے چاہیے کہ اُس کو طلاق دے دے۔ اگر گھر پسند نہیں ہے تو گھر بدل لینا چاہیے اور اگر سواری اچھی نہ ہو تو اسے بھی فروخت کردینا چاہیے۔

Marfat.com

3: ہم سمجھتے ہیں کہ اس حدیث کی بہترین تشریح درج ذیل صحیح حدیث کر دیتی ہے:

((عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِی وَقَّاصٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

اَرْبَعٌ مِنَ السَّعَادَةِ: اَلْمَرْءَةُ الصَّالِحَةُ، وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ، وَالْجَارُ الصَّالِحُ، وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيْءُ، وَاَرْبَعٌ مِنَ الشِّقَاءِ: اَلْجَارُ السُّوْءِ، وَالْمَرْءَةُ السُّوْءِ، وَالْمَرْكَبُ السُّوْءُ، وَالْمَسْكَنُ الضَّيِّقُ.))

(صحیح ابن حبان، رقم 4032، الصحیحه، رقم 282، مسند احمد: 168/1)

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

چار چیزیں سعادت اور خوش قسمتی ہیں: نیک بیوی، وسیع گھر، اچھا ہمسایہ اور آرام دہ سواری۔ اسی طرح چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں: برا ہمسایہ، بری بیوی، بری سواری اور تنگ و تاریک گھر۔''

گویا یہی چار چیزیں ہیں جو کسی مرد کو خوش و خرم رکھتی ہیں یا رنج و غم میں ڈالتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

Marfat.com

باب 2...... معیشت

41: حلال کمائی

41...... ((عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ کَرِبَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَا أَکَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ أَنْ یأْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ، وَ إِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَ یأْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2759 صحیح بخاری، رقم 2072

''حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کوئی نہیں کھاتا، اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حلال روزی کما کر کھانے کی بہترین صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ سے ایسا کام کرے جس کی کمائی سے اُس کی بنیادی ضروریات پوری ہوسکیں۔

2: پھر نبی ﷺ نے روزی کمانے کے اس طریقے کو حضرت داؤد علیہ السلام کی سنت قرار دیا۔

3: قرآنِ مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ:

﴿وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ o اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ ....﴾ (سباء:11,10)

''اور ہم نے اُس (داؤد علیہ السلام) کے لیے لوہے کو نرم کردیا کہ اس سے کھلی زرہیں بنائیں اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑیں......''

4: اس طرح قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّدنا داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بنا کر بیچتے تھے اور یہی اُن کا ذریعۂ معاش تھا۔

5: اس حدیث سے دست کاری، ہنرمندی اور ذاتی محنت کی خاص اہمیت اور عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

Marfat.com

42: حلال روزی

42...... ((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
إِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ إِلَّا طَیِّبًا، وَ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ، فَقَالَ:
﴿یَا أَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾ (المؤمنون: 51)
وَ قَالَ تَعَالٰی:
﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ .....﴾ (البقرة: 172)
ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ، أَشْعَثَ، أَغْبَرَ، یَمُدُّ یَدَیْهِ إِلَی السَّمَاءِ: یَا رَبِّ! یَارَبِّ! وَ مَطْعَمُهٗ حَرَامٌ، وَ مَشْرَبُهٗ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ، وَ غُذِیَ بِالْحَرَامِ، فَأَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2760 صحیح مسلم، رقم 2346 ترمذی، رقم 2989
دارمی، رقم 2717

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ وہ صرف پاکیزہ چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ اُس نے جو حکم رسولوں کو دیا، وہی مومنوں کو دیا کہ:
"اے ہمارے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ، اور نیک کام کرو......" (المومنون:51)
اور اُس نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:
"اے ایمان والو! ہماری عطا کی ہوئی پاکیزہ روزی کھاؤ......" (البقرۃ:172)
پھر حضور ﷺ نے ایک ایسے شخص کی مثال دی جو دور دراز سفر طے کرے، اُس کے بال بکھرے ہوئے ہوں، اُس پر گرد و غبار پڑا ہو، پھر وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر دعا کرے:
اے میرے رب! اے میرے رب! حالاں کہ اُس کا کھانا حرام ہو، اُس کا پینا حرام ہو، اُس کی غذا حرام ہو، تو ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہو؟"

Marfat.com

تشریح:

1: اس حدیث میں سب سے پہلے یہ بات فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ پاک اور مقدس ہے اور وہ صرف ایسے صدقے، قربانی، زکوٰۃ، حج اور دوسری مالی عبادات کو قبول فرماتا ہے جو پاک مال سے ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرام مال کا صدقہ اور کوئی مالی عبادت مقبول نہیں ہے اور حلال رزق کے ذریعے بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

2: اس کے بعد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام مال سے بچنے اور حلال مال برتنے کا جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے وہی حکم تمام اہل ایمان کو بھی دیا ہے۔ اس سے حلال روزی کی اہمیت اور عظمت ثابت ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ترتیب کے ساتھ درج ذیل دو آیتیں تلاوت فرمائیں:

﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾

(المؤمنون:51)

"اے ہمارے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔ میں جانتا ہوں جو کچھ تم کرتے ہو۔"

﴿يَاۤأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوا لِلّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾

(البقرۃ:172)

"اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی پاکیزہ روزی کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو کیونکہ بندگی کا حق اسی طرح ادا ہو سکتا ہے۔"

3: پھر یہ بات ایک مثال کے ذریعے واضح کی گئی کہ حرام مال کی نحوست کا حال یہ ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی دعا قبول نہیں ہوتی خواہ کوئی شخص حج، عمرے یا کسی اور عبادت کے لیے مقدس مقامات تک سفر کر کے جائے جہاں عام طور پر دعائیں قبول ہوتی ہیں، مگر وہاں جا کر بھی ایسے شخص کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ اُس کا کھانا پینا اور لباس حرام کمائی کا ہے۔ حالاں کہ وہ مسافر ہے، سفر کی وجہ سے اُس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، جسم پر گرد و غبار کا اثر ہے اور وہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر اپنے رب کو بڑی عاجزی اور خشوع کے ساتھ پکارتا ہے۔ عام حالات میں مسافر کی دعا مقبول ہوتی ہے مگر حرام کی کمائی کھانے والوں کی کہیں اور کسی حال میں بھی دعا قبول نہیں ہوتی۔

4: آج ہم لوگوں کی اکثر دعائیں اسی لیے قبول نہیں ہوتیں کہ ہمیں رزقِ حلال کی توفیق نہیں اور حرام روزی

Marfat.com

کی پروا نہیں۔ بلکہ اب وہی دور ہے جس کی پیش گوئی صادق ومصدوق ﷺ نے فرمائی تھی کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب آدمی کو یہ پروا نہیں ہوگی کہ وہ جو مال حاصل کر رہا ہے وہ حلال طریقے سے حاصل کر رہا ہے یا حرام طریقے سے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
يَاْتِیْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لَا يُبَالِی الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ.))

(صحیح بخاری، رقم 2059، مشکوۃ المصابیح، رقم 2761)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب آدمی کو اس بات کی پروا نہ ہوگی کہ وہ حلال طریقے سے کما رہا ہے یا حرام طریقے سے۔''

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کا صدقہ قبول فرماتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ، فَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّیْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ.''

(صحیح البخاری، رقم: 1410، صحیح مسلم، رقم: 2342)

''جو شخص اپنی حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے..... جبکہ اللہ تعالیٰ صرف حلال مال ہی قبول کرتا ہے..... تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں قبول فرماتا ہے۔ پھر اسے اس کے مالک کے لیے اس طرح بڑھاتا ہے..... جیسے تم لوگ گھوڑے کا بچہ پالتے ہو..... یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی طرح زیادہ ہو جاتا ہے۔''

Marfat.com

43: حلال اور حرام بالکل واضح ہیں

43...... ((عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَ بَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ، لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ، وَ مَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى، يُوْشِكُ أَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ. أَلَا وَ إِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ، أَلَا وَ إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَ إِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2762	صحیح بخاری، رقم 52	صحیح مسلم، رقم 4094
ابوداؤد، رقم 3329	ترمذی، رقم 1205	نسائی، رقم 4453
ابن ماجه، رقم 3984	اللؤلؤ والمرجان، رقم 1028	

''سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ البتہ ان دونوں کے درمیان کچھ ایسی مشکوک چیزیں ہیں جن کے بارے میں احکام کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ پھر جو شخص ان مشکوک اور مشتبہ چیزوں سے بھی بچے گا وہ اپنے دین اور اپنی عزت و آبرو کو بچالے گا۔ مگر جو ایسی چیزوں میں پڑ گیا تو وہ حرام میں مبتلا ہوگیا۔ اِس کی مثال اُس چرواہے کی ہے جو کسی محفوظ چراگاہ کے اردگرد اپنا ریوڑ چراتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس کے جانور اُس چراگاہ کے اندر بھی منہ ماریں۔ خبردار! ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کی محفوظ چراگاہ اُس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔ دیکھو، انسانی جسم میں ایک لوتھڑا ہے۔ جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم درست ہوجاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو پورا بدن بگڑ جاتا ہے اور یاد رکھو وہ گوشت کا لوتھڑا دل ہے۔''

تشریح:

1: اس حدیث کے الفاظ صَلَحَ اور صَلَحَتْ کو صَلُحَ اور صَلُحَتْ پڑھنا بھی ثابت اور درست ہے۔

2: سب سے پہلے یہ فرمایا گیا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ

Marfat.com

شریعت میں بہت سی چیزوں کا حلال ہونا واضح ہے جیسے تمام پھل اور سبزیاں، جانوروں میں سے اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ، مرغی اور مچھلی کا گوشت کھانا اچھا لباس پہننا اور نکاح کرنا سب حلال ہیں۔ اسی طرح شریعت میں بعض چیزوں کا حرام ہونا واضح ہے جیسے چوری، ناحق قتل، شراب پینا، جھوٹ بولنا، سود کی کمائی اور خنزیر کا گوشت کھانا، یہ سب حرام ہیں۔

3: پھر یہ ارشاد ہوا کہ بعض چیزوں کے حلال یا حرام ہونے میں بہت سے لوگوں کو شک وشبہ ہوسکتا ہے، ایسی چیزوں کے بارے میں بہتر یہی ہے کہ اُن سے بھی بچا جائے۔ اس طریقے سے آدمی کا دین بھی محفوظ رہتا ہے اور اُس کی عزت وآبرو بھی محفوظ رہتی ہے۔

4: شک وشبے والی چیزوں کے بارے میں فقہائے اسلام کی رائے مختلف ہے: ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ایسی چیز کو بھی حرام سمجھا جائے۔ دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ ایسی چیز کو مباح اور جائز سمجھا جائے تیسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ ایسی چیز کو نہ حلال سمجھا جائے اور نہ حرام اور نہ جائز ومباح، بلکہ اس سے بچنا بہتر ہے۔

ہمارے نزدیک ان میں سے تیسرے گروہ کی رائے زیادہ بہتر اور راجح ہے اور اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔

5: اسی چیز کو عربوں کے ماحول کے مطابق ایک مثال کے ذریعے سمجھایا گیا ہے کہ جو چرواہا کسی کھیت کے کنارے اپنا ریوڑ چرائے گا تو اس کا زیادہ امکان ہے کہ اُس کے جانور کھیت کے اندر بھی منہ ماریں گے۔ اس لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ شک اور شبے والی چیزوں سے بچا جائے۔

6: پھر یہ فرمایا گیا کہ عام طور پر بادشاہ اپنی ایک خاص محفوظ چراگاہ رکھتا ہے جو دوسروں کے لیے ممنوع ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محفوظ اور ممنوع چراگاہ اُس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں جن سے بچنا ضروری ہے اور اُن کی خلاف ورزی جائز نہیں ہے۔

7: آخر میں جسم کے ایک لوتھڑے، جسے دل کہتے ہیں، کے بارے میں بتایا گیا کہ اگر یہ لوتھڑا (یا دل) درست ہو تو سارا جسم درست رہے گا اور اگر یہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جائے گا۔

عربی زبان میں دل نہ صرف جذبات اور احساسات کا مرکز ہے بلکہ یہ افکار وخیالات کا بھی منبع ہے۔ سارا بدن اُسی کے تابع ہے۔ دل اگر قلب سلیم ہے۔ حلال روزی سے حرکت کرتا ہے۔ یقین اور ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ اچھے اور صالح ارادے اور خیالات رکھتا ہے تو اس کے نتیجے میں پورا جسم اور اُس کے تمام اعضاء

Marfat.com

وجوارح سرگرم اور فعال رہیں گے۔لیکن اگر دل ایسا ہے جو حرام خوری سے دھڑکتا ہے۔ایمان سے خالی ہے۔ کفر وشرک، گمراہی اور بدعت کی اندھیر نگری ہے۔ شیطانی وسوسوں کا گڑھ ہے۔ برے ارادوں اور گندے خیالات کا ڈیرہ اور آماج گاہ ہے تو اس کے اثر سے باقی جسم کے اعضا سے جو اعمال صادر ہوں گے وہ بھی برے اور گندے ہوں گے۔لہٰذا اعمال کی اصلاح کے لیے دل کی اصلاح اور اس کا تزکیہ ضروری ہے۔

8: یہ حدیث اُن چند احادیث میں سے ہے جو صحیح معنوں میں جوامع الکلم کا درجہ رکھتی ہیں۔جن میں چند لفظوں میں معانی کا ایک جہان آباد ہوتا ہے۔جو نہایت جامع ہوتی ہیں۔اور بہت سی اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہوتی ہیں۔

Marfat.com

44: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین قسم کے آدمیوں سے کلام نہ فرمائے گا

44...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
ثَـلَاثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یَنْظُرُ إِلَیْهِمْ: رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی سِلْعَةٍ لَقَدْ أُعْطِیَ بِهَـا أَكْثَرَ مِمَّا أُعْطِیَ وَهُوَ كَاذِبٌ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِیَقْتَطِعَ بِهَـا مَـالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ، فَیَقُوْلُ اللّٰهُ: أَلْیَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِیْ كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَاءٍ مَالَمْ تَعْمَلْ یَدَاكَ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2995 صحیح بخاری، رقم 2369 صحیح مسلم، رقم 297,293
ابوداؤد، رقم 3474 اللؤلؤ والمرجان، رقم 68 نسائی، رقم 4467

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام کرے گا اور نہ اُن کی طرف دیکھے گا۔ ایک وہ جو اپنے مال پر جھوٹی قسم کھائے کہ اسے اُس سے زیادہ قیمت ملتی ہے جو تم دے رہے ہو۔ دوسرا وہ شخص جو عصر کی نماز کے بعد جھوٹی قسم کھائے تاکہ اس کے ذریعے مسلمانوں کا مال ہڑپ کر جائے۔ اور تیسرا وہ شخص جس نے ضرورت سے زائد پانی روک رکھا ہو۔ اللہ تعالیٰ اُسے فرمائے گا آج میں تجھے اپنے فضل سے محروم رکھوں گا جس طرح تو نے ضرورت سے زائد پانی روک رکھا تھا جب کہ وہ پانی تیرے ہاتھوں کی کمائی نہ تھی۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں ایسے تین قسم کے آدمیوں کا ذکر ہے جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو کلام کرے گا اور نہ ان کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے گا۔

ایک وہ آدمی جو اپنا مال بیچنے کے لیے جھوٹی قسم کھائے۔ دوسرا وہ شخص جو دوسروں کا مال ہڑپ کرنے کے لیے عدالت کے سامنے جھوٹی قسم اُٹھائے۔ تیسرا وہ زمین دار جو ضرورت سے زائد پانی روک لے تاکہ اُس سے کسی دوسرے آدمی کی زمین سیراب نہ ہو سکے۔

2: قرآن و حدیث میں بعض اور قسم کے گناہ گاروں کے بارے میں بھی یہی وعید آئی ہے۔

Marfat.com

45: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین طرح کے آدمیوں کا مخالف ہوگا

45...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

ثَـلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: رَجُلٌ أَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهٗ، وَرَجُلٌ اِسْتَاجَرَ أَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ أَجْرَهٗ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2984 — صحیح بخاری، رقم 2227

صحیح مسلم، رقم 2442 — مسند احمد، رقم 3: 358

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تین ایسے شخص ہیں کہ قیامت کے دن میں اُن کا مخالف ہوں گا۔ ایک وہ جس نے میرے نام پر کوئی معاہدہ کیا اور پھر اُسے توڑ ڈالا۔ دوسرا وہ جس نے کسی آزاد شخص کو بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔ اور تیسرا وہ جس نے کسی شخص کو مزدوری پر رکھا، اُس سے پورا کام لیا مگر اس کو اس کی مزدوری نہ دی۔''

تشریح:

1: یہ حدیث قدسی ہے۔

2: اس حدیث میں تین قسم کے آدمیوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن پر سخت ناراض ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا نشانہ بنیں گے۔

3: ایک وہ شخص جو اللہ کے نام کی قسم کھا کر کسی سے کوئی وعدہ یا معاہدہ کرے اور پھر اُسے توڑ ڈالے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی آزاد انسان کو بیچ کر اُس کی کمائی کھائے۔ تیسرا وہ جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا مگر اُسے اُس کی مزدوری نہ دی۔

4: اسلام میں وعدے کی پابندی اور معاہدے کی پاسداری پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل: 34)

''اور عہد کو پورا کرو۔ بے شک عہد کی پوچھ ہوگی۔''

Marfat.com

دوسری جگہ فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ (المائدۃ:1)

''اے ایمان والو! اپنے عہد و پیمان پورے کرو۔''

وعدہ خلافی اور عہد شکنی عام حالات میں بھی ایک بری چیز اور بداخلاقی ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کے پاک نام پر کوئی وعدہ یا معاہدہ کرکے اُسے توڑا جائے تو یہ انتہائی بری بات اور گھناؤنی حرکت ہے۔ آخرت میں ایسے شخص کے خلاف خود اللہ تعالیٰ مدعی بھی ہوگا اور منصف بھی۔

5: اسی طرح دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اُس کی کمائی کھائی ہوگی۔ گویا اُس نے ایک آزاد انسان کو پہلے غلام یا لونڈی کی حیثیت دی۔ پھر اُسے تجارت کا مال بنا کر فروخت کیا اور اُس کی کمائی کھائی۔ اس میں اُسے دوہرا گناہ ہوگا ایک یہ کہ اُس نے کسی آزاد شخص کو پہلے غلام بنایا اور دوسرے یہ کہ اُسے بیچ کر اُس کی کمائی بھی کھائی۔ اس لیے اس پر بھی آخرت میں ربّ ذوالجلال کا قہر وغضب نازل ہوگا۔

6: اسی طرح تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو کام پر لگایا۔ اُس مزدور نے اس کا پورا کام کر دیا مگر اُس شخص نے مزدور کو اس کی مزدوری نہ دی۔ یہ انتہائی سنگ دلی اور ظلم ہے کہ کوئی غریب مزدور اپنا پیٹ پالنے کے لیے خون پسینہ ایک کرکے محنت کرے اور اُس سے پورا کام لینے والا آجر اُسے اُس کی مزدوری نہ دے۔ مشہور مزدور شاعر احسان دانش نے کچھ ایسے ہی مردہ ضمیر آجروں کے بارے میں کہا تھا کہ

محنت کا صلہ مردہ ضمیروں سے نہ مانگو
مردے کبھی قبروں کی کھدائی نہیں دیتے

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے دیکھیے حدیث نمبر 76 کی تشریح

Marfat.com

46: سود کھانے والے پر لعنت

46...... ((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهٗ، وَكَاتِبَهٗ، وَشَاهِدَيْهِ، وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2807 | صحیح مسلم، رقم 4093 | ترمذی، رقم 1206
صحیح بخاری، رقم 5945 | ابوداؤد، رقم 3333 | نسائی، رقم 5105
ابن ماجہ، رقم 2277

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر، اُس کے لکھنے والے پر اور اس کے دونوں گواہوں پر۔
اور یہ بھی فرمایا کہ: یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کے معاملے میں چار قسم کے اشخاص پر لعنت فرمائی ہے اور اُن کے سود کے گناہ میں برابر شریک ٹھہرایا ہے۔ وہ چار ملعون اشخاص یہ ہیں:
ایک: سود کھانے والا شخص، جو دوسروں سے سود لیتا اور سود کی کمائی کھاتا اور برتتا ہے۔
دوسرا: سود کھلانے والا، جو سود دیتا اور کسی سے رقم لے کر اُس سے سود دینے کا معاملہ کرتا ہے۔
تیسرا: سود کا معاہدہ (Agreement) لکھنے والا، جو سودی لین دین کی تحریر لکھتا ہے خواہ اس لکھنے کا معاوضہ لیتا ہو یا نہ لیتا ہو۔
چوتھا: سود کے معاہدے پر گواہ بننے والا (Witness)، جس کے روبرو سود کا معاملہ طے پایا اور وہ اس کا گواہ بنا۔ خواہ زبانی طور پر یا تحریری طور پر۔

حدیث میں سود کے معاہدے پر ضامن (Guarantor) شخص کا ذکر نہیں آیا لیکن وہ بھی ضمنی طور پر ان چار قسم کے ملعون اشخاص میں شامل ہے۔

2: سود کی تعریف (Definition) یہ ہے کہ قرض دے کر اُس پر کچھ اضافہ لے لینا۔ خواہ وہ مقرر کیا جائے

Marfat.com

یا مقرر نہ کیا جائے۔ جیسے کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کو ایک سو (100) روپیہ اس شرط پر قرض دے کہ جب وہ اسے قرض لوٹائے گا تو اس کے ساتھ اتنے روپے مزید بھی ادا کرے گا۔ اصطلاح میں اسے "ربا النّسیئہ" کہا جاتا ہے اور اس کے حرام ہونے پر امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔

3: سود یعنی ربا کے بارے میں قرآنِ مجید میں ہے کہ یہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرۃ:275)

"اور اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"

سود کے بارے میں مزید ارشاد ہوا کہ سود کا لین دین کرنا ایسا ہے جیسے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرنا۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرۃ:279,278)

"اے ایمان والو! اگر تم واقعی مومن ہو تو اللہ سے ڈرو اور تمہارا جو سود لوگوں کے ذمے باقی ہے اُسے چھوڑ دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ اگر تم توبہ کرو تو اصل رقم کے حق دار ہو۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔"

اور ایک مقام پر سود لینے سے منع فرمایا گیا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (آلِ عمران:130)

"اے ایمان والو! کئی گناہ بڑھا کر سود نہ کھاؤ۔ اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو۔"

بعض لوگ اس آیت کی من مانی تاویل کر کے اس سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ دوگنا تگنا یا کئی گنا زیادہ سود لینا تو منع ہے مگر تھوڑا بہت سود لینا منع نہیں ہے۔ حالاں کہ قرآن نے اس آیت کے ذریعے سود کی مذمت میں سود خواروں کو شرم دلائی ہے کہ سود مرکب (Compound Usury) کے ذریعے تم بعض اوقات اصل رقم سے بھی کئی گنا زیادہ سود کھاتے ہو تو تمہیں شرم آنی چاہیے۔ اس جگہ کئی گنا ﴿اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً﴾ شرط کے

Marfat.com

معنوں میں نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ﴾ (الانعام: 151)

''اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو۔''

تو اس آیت کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ اگر مفلسی کی وجہ نہ ہو تو پھر اولاد کو قتل کرنا جائز ہے۔

4: موجودہ زمانے کے عام تجارتی بنکوں کا منافع سود ہے جو کہ حرام ہے اور ان بنکوں کی ملازمت بھی حرام ہے۔

5: لعنت کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص جس پر لعنت کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں محفوظ رکھے۔

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سودا ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

Marfat.com

47: سود کی ایک قسم رِبا الفضل کی ممانعت

47...... ((عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، سَوَاءً بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ، فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2808 — صحیح مسلم، رقم 4063
ترمذی، رقم 1240 — نسائی، رقم 4566

''سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے گندم، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور اور نمک کے بدلے نمک کا لین دین کر سکتے ہو بشرطیکہ یہ ایک دوسرے کے برابر ہوں اور سودا نقد بنقد ہو۔ لیکن جب مختلف قسم کی اشیاء ہوں تو پھر نقد بنقد جیسے چاہو بیچو (برابر برابر یا کمی بیشی کے ساتھ)۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک ہی نوع اور جنس کی دو چیزیں ہوں تو اُن کو برابر برابر نقد بنقد لینا دینا جائز ہے مگر ان میں کم یا زیادہ کر کے لینا دینا جائز نہیں ہے۔ البتہ جب دو مختلف جنس اور نوع کی چیزیں ہوں تو پھر اُن میں کمی بیشی کے ساتھ نقد بنقد لینا دینا جائز ہے۔

2: ایک ہی نوع اور جنس کی چیزوں میں نقد تبادلے کا لین دین کرتے وقت جو اضافہ یا زیادتی لی جائے وہ رِبا الفضل ہے۔ اسے رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص دو (2) کلو عمدہ گندم دے کر اُس کے بدلے میں تین (3) کلو گھٹیا گندم لے لے تو اس میں ایک کلو گندم جو اُس نے زیادہ لے لی تو یہ زیادتی ربا الفضل ہے جو کہ اسلام میں حرام ہے۔

3: ربا الفضل کا حرام ہونا سد ذریعہ کے طور پر ہے کیونکہ اس سے سود خواری کی ذہنیت پیدا ہو سکتی ہے اور اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ جو کام کسی حرام کام کا ذریعہ بن سکتا ہو وہ بھی حرام ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

4: لیکن اگر مختلف نوع اور جنس کی چیزیں ہوں تو پھر کمی بیشی کے ساتھ اُن کا لین دین جائز ہے۔ مثال کے طور پر کسی نے ایک کلو چاول کے بدلے میں دو کلو گندم نقد لے لی تو یہ جائز ہے اور یہ ربا الفضل نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے دو سو پاکستانی روپے دے کر دس (10) سعودی ریال لے لیے تو یہ بھی جائز ہے۔ مختلف کرنسیوں کا کمی بیشی کے ساتھ لین دین بالکل جائز ہے۔

5: نئے کم مالیت کے کرنسی نوٹ دے کر پرانے زیادہ مالیت کے کرنسی نوٹ لے لینا بھی ربا الفضل ہے جو کہ حرام ہے۔ افسوس ہمارے ہاں یہ خرابی بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں محفوظ رکھے۔

Marfat.com

48: لین دین میں نرمی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے

48...... ((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً سَمْحًا، إِذَا بَاعَ وَ إِذَا اشْتَرٰی وَإِذَا اقْتَضٰی .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2790 صحیح بخاری، رقم 2076 صحیح مسلم، رقم 2203
موطا، کتاب البیوع، رقم 220

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اللہ اُس کھلے دل والے آدمی پر رحم فرمائے جو کوئی چیز بیچتے وقت، کچھ خریدتے وقت اور کسی سے اپنے حق کا تقاضا کرتے وقت نرمی اور کشادہ دلی کا مظاہرہ کرے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں نبی ﷺ نے ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی دعا فرمائی ہے جو خرید وفروخت اور لین دین میں نرمی اچھے اخلاق، کشادہ دلی اور فیاضی سے کام لیتا ہے۔

2: اسلام اچھے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں اسے اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ وہ معاملات میں بھی اچھے اخلاق کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

3: بعض لوگ عام زندگی میں بہت خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر جب لین دین کا معاملہ ہوتا ہے تو نہایت بداخلاقی سے پیش آتے ہیں۔ اسلام اس دورنگی کی اصلاح کرتا اور ہر حال میں اعلیٰ اخلاق کی پیروی سکھاتا ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا

Marfat.com

49: کاروبار میں دھوکا دینا منع ہے

49...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ:
مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيْهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعَهُ بَلَلًا، فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ؟ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّىْ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2860 صحیح مسلم، رقم 284 ترمذی، رقم 1315
ابوداؤد، رقم 3452 ابن ماجه، رقم 2224

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اناج کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈالا تو آپ ﷺ کی انگلیاں تر ہوگئیں تو آپ ﷺ نے پوچھا:
ارے اناج والے! یہ کیا ہے؟
اُس نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس پر بارش ہوگئی تھی۔
آپ ﷺ نے فرمایا: تو تم نے اسے ڈھیر کے اوپر کیوں نہ رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟ یادرکھو! جس نے دھوکا دیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔''

تشریح:

1: ترمذی کی روایت میں 'فَلَيْسَ مِنِّىْ' (وہ مجھ سے نہیں ہے) کے بجائے 'فَلَيْسَ مِنَّا' (وہ ہم میں سے نہیں ہے) کے الفاظ آئے ہیں۔

2: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت کا یہ حکم ہے کہ جب کوئی چیز بیچی جائے تو اگر اُس میں کوئی عیب یا نقص ہو تو اسے ظاہر کردینا چاہیے اور خریدنے والے کو وہ عیب یا نقص بتا دینا چاہیے۔ پھر خریدار کی مرضی ہے چاہے وہ اسے خریدے یا نہ خریدے۔ بیچی جانے والی چیز کا عیب یا نقص چھپانا خریدنے والوں کو دھوکا دینا اور دغا بازی ہے جو کہ منع اور حرام ہے۔

3: ''وہ مجھ سے نہیں ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرا ساتھی نہیں ہے اور وہ ہماری اُمت مسلمہ میں سے نہیں

Marfat.com

ہے۔ گویا وہ حقیقی مسلمان نہیں۔ اِن الفاظ میں سخت وعید پائی جاتی ہے۔

4: افسوس آج بہت سے مسلمان تاجر اسلامی شریعت کے اس حکم کی پروانہیں کرتے اور اپنے کاروبار میں ہر طرح کے جھوٹ اور فریب سے نہ صرف کام لیتے ہیں بلکہ اسے کاروباری نقطہ نظر سے جائز بھی سمجھتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ایک زمانہ تھا کہ مسلمان عرب تاجروں کی امانت ودیانت اور سچائی دیکھ کر انڈونیشیا اور ملائیشیا کے مشرکین نے اسلام قبول کرلیا تھا اور ایک آج ہمارے تاجر ہیں کہ اپنی بے ایمانی اور دھوکے فریب کے باعث دنیا میں اس قدر بدنام ہو چکے ہیں کہ بہت سے مسلم ممالک بھی پاکستان کا مال بھارت کے ہندو تاجروں کے ذریعے منگواتے ہیں۔ اس سے نہ صرف یہ کہ اسلام بدنام ہوتا ہے بلکہ ملکی معیشت بھی کمزور ہوتی ہے۔

Marfat.com

50: خرید وفروخت میں اختیار

50..... ((عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا ، فَإِنْ صَدَقَا وَ بَیَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِی بَیْعِهِمَا ، وَ إِنْ كَتَمَ وَ كَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَیْعِهِمَا .))

مشکوٰۃ المصابیح ، رقم 2802 — صحیح بخاری ، رقم 2079 — صحیح مسلم ، رقم 3858
ترمذی ، رقم 1246 — ابوداؤد ، رقم 3459 — نسائی ، رقم 4462
ابن ماجه ، رقم 2182 — اللؤلؤ والمرجان ، رقم 980

''سیّدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
خریدنے اور فروخت کرنے والوں کو سودا ختم کرنے کا اختیار حاصل ہے جب تک وہ جدا اور الگ نہ ہوجائیں۔ پھر اگر وہ سچ بولیں اور (مال کی) وضاحت کردیں تو دونوں کے سودے میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔لیکن گروہ (مال کے نقص وغیرہ کو) چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کے اس سودے سے برکت ختم کردی جاتی ہے۔''

تشریح:

1: اسی مضمون کی اور احادیث بھی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی موجود ہیں۔

2: خرید وفروخت کا معاملہ چونکہ ﴿عَنْ تَرَاضٍ﴾ (النساء:29) یعنی فریقین کی باہمی رضامندی سے طے پاتا ہے اس لیے اس معاملے میں خریدنے والے اور بیچنے والے دونوں کو بعض اختیارات حاصل ہوتے ہیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ان اختیارات کو 'خیار' کہا جاتا ہے۔

3: ایک اختیار یہ ہے کہ خریدار یا بیچنے والا اگر یہ شرط لگادے کہ اُسے اس سودے کو ایک دن یا دو دن یا تین دن کے اندر اندر ختم (فسخ) کرنے کا اختیار ہوگا تو شرعی طور پر یہ جائز ہے اور شرط لگانے والے فریق کو اس دوران میں سودا ختم کرنے کا اختیار حاصل ہوجائے گا۔

Marfat.com

فقہ کی اصطلاح میں اسے 'خیارِ شرط' کہا جاتا ہے۔

4: خرید وفروخت کرنے والوں کو ایک اختیار 'خیارِ مجلس' بھی حاصل ہے جس کا اس حدیث میں ذکر آیا ہے کہ اگر 'خیارِ شرط' نہیں ہے (کہ کسی فریق نے سودا ختم کرنے کے اختیار کی شرط نہیں لگائی تھی) تو پھر خیارِ مجلس ضرور حاصل ہے کہ وہ اس وقت تک سودا ختم (فسخ) کرسکتے ہیں جب تک وہ جدا اور الگ نہ ہو جائیں۔

5: لیکن اس حدیث کے ''خیارِ مجلس'' کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور بعض دوسرے فقہاء اس حدیث کے الفاظ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا (جب تک وہ الگ اور جدا نہ ہو جائیں) سے 'خیارِ مجلس' مراد لیتے ہیں کہ مجلس برخاست ہونے تک کوئی فریق بھی سودے کو ختم کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس 'خیارِ مجلس' کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ حدیث کی اس عبارت کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ اس سے مراد سودے کا طے ہو جانا ہے، جدا اور الگ ہونا مراد نہیں ہے۔ جب سودا طے ہو جائے تو پھر اسے ختم کرنے کا اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں رہتا خواہ وہ اس جگہ سے جدا اور الگ نہ بھی ہوں۔ اُن کی دلیل قرآنِ مجید کی یہ آیت ہے کہ:

﴿وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهِ﴾ (النساء:130)

''اور اگر وہ دونوں (میاں بیوی) جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے فضل سے ہر ایک کو دوسرے کی محتاجی سے بے نیاز کر دے گا۔''

کہ اس مقام پر يَتَفَرَّقَا (وہ دونوں جدا ہو جائیں) سے مراد جگہ کی مکانی تبدیلی نہیں ہے بلکہ طلاق کا معاملہ طے ہو جانا مراد ہے۔ لہٰذا سودا طے ہو جانے کے بعد کوئی فریق اس سودے کو ختم کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ البتہ اگر دونوں فریق باہمی رضامندی سے چاہیں تو پھر اس سودے کو بعد میں بھی ختم (فسخ) کرسکتے ہیں اور یہ فقہ کی اصطلاح میں ''اقالہ'' کہلاتا ہے۔ جسے بعض حالات میں اخلاقی طور پر پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

6: خرید وفروخت کرنے والوں کو ''خیارِ شرط'' اور ''خیارِ مجلس'' کے علاوہ ایک تیسرا اختیار بھی ہوتا ہے کہ اگر خریدی ہوئی چیز میں کوئی عیب یا نقص پایا گیا تو اس صورت میں خریدار کو سودا واپس کرنے اور معاملہ ختم کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اسے فقہ کی اصطلاح میں ''خیارِ عیب'' کہتے ہیں۔

Marfat.com

7: آخر میں حدیث میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ کوئی چیز خریدتے یا بیچتے وقت سچائی اور دیانت داری برتی گئی اور اگر اُس چیز میں کوئی عیب تھا تو اُسے بھی ظاہر کر دیا گیا اور بغیر دوسرے کو دھوکا فریب دیے معاملہ طے پا گیا تو پھر اس سودے میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا ہے۔ لیکن اگر خرید وفروخت میں جھوٹ، دھوکے اور ہیرا پھیری سے کام لیا جائے یا اُس چیز کا عیب چھپا دیا جائے تو پھر اس سودے سے برکت اُٹھ جاتی ہے۔

8: لین دین کے تمام معاملات میں اسلامی احکامات کا اصل مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی حق تلفی نہ کر سکے۔ ہر کسی کو اُس کا حق مل جائے۔ کوئی دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ کرے اور نہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ:279)

''نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ:

''لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ.'' (ابن ماجه، رقم: 2341)

''نہ خود نقصان اُٹھایا جائے اور نہ دوسرے کو نقصان پہنچایا جائے۔''

Marfat.com

51: خرید وفروخت کے بارے میں چند احکام

51...... ((عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:
لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ لِبَيْعٍ، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَصُرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلِبَهَا: إِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: مَنِ اشْتَرٰى شَاةً مُصَرَّاةً، فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ رَدَّهَا، رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَاءَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2847 — صحیح بخاری، رقم 2150 — صحیح مسلم، رقم 3815
ابوداؤد، رقم 3443 — نسائی، رقم 4487 — اللؤلؤ والمرجان، رقم 970

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
تم خرید وفروخت کے لیے تجارتی قافلوں کو شہر سے باہر نہ ملو۔ تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے۔ محض قیمت بڑھانے کے لیے بولی نہ دو۔ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔ اونٹنی اور بکری فروخت کرنے کے لیے دودھ اُن کے تھنوں میں روک کر گاہک کو مغالطہ نہ دو۔ اگر کسی نے ایسا جانور خریدلیا تو دودھ دوہنے کے بعد اُسے اختیار ہے کہ اگر وہ جانور اُسے پسند ہے تو اپنے پاس رکھے یا اگر ناپسند ہو تو واپس کردے اور واپسی کے وقت (دودھ کے بدلے میں) ایک صاع کھجوریں دے دیں مگر گندم نہ دے۔
اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ:
جس شخص نے ایسی بکری خریدی جس کا دودھ روکا گیا تھا تو اسے تین دن تک اختیار ہے کہ اگر بکری واپس کرنا چاہتا ہے تو بکری کے ساتھ اناج کا ایک صاع بھی دیدے مگر وہ اناج گندم نہ ہو۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں تجارت اور خرید وفروخت کے بارے میں کچھ احکام دیے گئے ہیں۔

2: سب سے پہلے یہ فرمایا گیا کہ باہر سے آنے والے تجارتی قافلوں (جن کو عربی میں رُکْبَان یا جَلَب

Marfat.com

کہا جاتا ہے) کا مال شہر کے تاجر آگے بڑھ کر راستے ہی میں نہ خریدیں۔ بلکہ اُس غلے اور مال کو بازار یا منڈی تک آنے دیں اور پھر خریدیں۔ کیونکہ راستے ہی میں سودا کرنے میں اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ بازار کے بھاؤ سے بے خبر دیہاتی لوگ اپنا غلہ اور مال زیادہ سستا بیچ کر نقصان اُٹھائیں اور شہر کے ہوشیار تاجر باہر سے آنے والا سارا غلہ اور مال خرید کر بعد میں شہر کے اندر عام لوگوں کو مہنگے داموں مال بیچیں اور ناجائز منافع کمائیں۔ اگر غلہ بازار میں لایا جاتا تو لانے والوں کو اس کی مناسب قیمت ملتی اور خریدنے والوں کو بھی مال سستا ملتا۔

3: ایک اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر شہر کا تاجر باہر سے آنے والے تجارتی قافلے کا مال بازار تک پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں خرید لے تو بیچنے والے کو اختیار حاصل ہے کہ وہ شہر یا منڈی پہنچ کر چاہے اس سودے کو برقرار رکھے اور چاہے منسوخ (فسخ) کر دے۔

وہ حدیث یہ ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
لَا تَلَقَّوُا الْجَلَبَ، فَمَنْ تَلَقّٰی فَاشْتَرٰی مِنْهُ فَاِذَا اَتٰی سَیِّدُهُ السُّوْقَ فَهُوَ بِالْخِیَارِ.))

(صحیح مسلم، رقم 3823)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
تم لوگ غلہ وغیرہ لانے والے قافلے سے مال خریدنے کے لیے آگے جا کر نہ ملو۔ جس تاجر نے آگے جا کر راستے ہی میں سودا کر لیا اور مال خرید لیا تو مال کا مالک جب بازار پہنچے گا تو اُسے اختیار ہوگا کہ چاہے وہ سودا منسوخ (فسخ) کر دے۔''

4: پھر اس حدیث میں دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ کسی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو۔ اس کے دو مطلب ہیں۔

ایک یہ کہ جب کوئی خریدار کسی دوسرے شخص سے کوئی چیز خرید رہا ہو تو اس وقت کسی اور کو وہ چیز نہیں خریدنی چاہیے۔ کیونکہ اس میں پہلے خریدار کی حق تلفی ہے اور اس طرح چیز بھی مہنگی ہو جائے گی۔

اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی خریدار کسی دکان دار سے کوئی چیز خرید رہا ہو تو دوسرے دکان دار کو اس سودے میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے کہ وہ خریدار سے کہے کہ تم یہی چیز مجھ سے خرید لو۔ کیونکہ اس طرح دکان داروں میں ایک دوسرے سے نفرت اور دشمنی پیدا ہوگی۔

Marfat.com

5: پھر اس حدیث میں جعلی بولی دینے سے روکا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں خریدار کا نقصان ہے اور جعلی بولی بجائے خود دھوکا اور فریب ہے جس سے بچنا چاہیے۔ ویسے عام نیلامی یا بولی کے ذریعے کوئی چیز خریدنا جائز ہے۔

6: پھر اس حدیث میں یہ ہدایت کی گئی کہ شہر کے تاجروں کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ کمیشن ایجنٹ بن کر دیہاتی لوگوں کا غلہ اور مال اپنے ہاں اس غرض کے لیے جمع (Stock) کرلیں کہ جب دام بڑھیں گے تو بیچیں گے۔ بلکہ دیہاتی لوگوں کا مال جب شہر میں آئے تو اسے فروخت ہو جانا چاہیے تاکہ اس میں درمیانی آدمی (Middle Man) کی وجہ سے نہ تو چیزوں کی قلت پیدا ہو اور نہ وہ مہنگی فروخت ہوں اور نہ مہنگائی بڑھے۔ اسی میں دیہاتی لوگوں کا بھی فائدہ ہے کہ جب اُن کو اپنے مال کی بروقت ادائیگی (Payment) ہوگی تو وہ آیندہ دوسرا مال لاسکیں گے اور اس طرح اپنی تجارت بڑھا کر زیادہ منافع کمائیں گے۔

حدیث کے اس حکم کی خلاف ورزی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حرام اور حنفی فقہ میں مکروہ تحریمی ہے۔

7: اس حدیث کے آخر میں حکم دیا گیا ہے کہ جب کسی نے اپنا کوئی دودھ دینے والا جانور (مثلاً اونٹنی، بکری، گائے اور بھینس وغیرہ) بیچنا ہو تو اس کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ اس جانور کا دودھ دوہنا ایک یا دو وقت پہلے ہی چھوڑ دے تاکہ جانور کے تھنوں میں دودھ زیادہ جمع ہو جائے اور گاہک کو یہ دھوکا دیا جاسکے کہ یہ جانور بہت زیادہ دودھ دیتا ہے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو خریدار کو اختیار ہے چاہے اس سودے پر راضی رہے اور چاہے اس سودے کو فسخ یا منسوخ (Cancel) کردے۔ البتہ سودا ختم کرنے کی صورت میں اُس نے جو دودھ استعمال کیا تھا اُس کے بدلے میں وہ جانور کے مالک کو ایک صاع (تقریباً 3 کلو) کھجوریں دے دے، یا گندم کے سوا اتنا ہی کوئی اور اناج دے دے۔

اس کے علاوہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق یہ سودا تین دن کے اندر اندر واپس ہوسکتا ہے۔ اس مدت کے بعد اس کی واپسی نہیں ہوسکتی۔

Marfat.com

52: ممنوع تجارت (1)

52...... ((عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ ، وَهُوَ بِمَكَّةَ: إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ ، وَ الْمَيْتَةِ ، وَالْخِنْزِيْرِ ، وَالْأَصْنَامِ . فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ؟ فَإِنَّهُ تُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ ، وَيُدَّهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ: لَا ، هُوَ حَرَامٌ . ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ: قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ ، إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُوْمَهَا أَجْمَلُوْهُ ، ثُمَّ بَاعُوْهُ فَأَكَلُوْا ثَمَنَهُ .))

مشکوٰۃ المصابیح ، رقم 2766 صحیح بخاری ، رقم 2236 صحیح مسلم ، رقم 4048
ابوداؤد ، رقم 3486 ترمذی ، رقم 1297 اللؤلؤ والمرجان ، رقم 1018

’’حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ کو مکے میں یہ فرماتے سنا کہ:

بے شک اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، سؤر اور بتوں کی خرید وفروخت حرام قرار دی ہے۔
سوال کیا گیا: یا رسول اللہ! مردار کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیونکہ اس سے کشتیوں پر لیپ (Polish) کیا جاتا ہے، چمڑے کو نرم کیا جاتا ہے اور لوگ اس سے چراغ روشن کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، وہ حرام ہے! پھر حضور ﷺ نے اسی موقع پر یہ بھی فرمایا کہ:
اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کرے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے چربی حرام کردی تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچنا شروع کردیا اور اس کی قیمت کھانے لگے۔‘‘

تشریح:

1: اس حدیث میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر شراب، مردار، سؤر اور بتوں کی تجارت سے منع فرمایا تھا۔ اس سے فقہائے اسلام نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ ہر حرام چیز کی تجارت حرام ہے۔

2: پھر ایک سوال کے جواب میں فرمایا گیا کہ مردار کی چربی کی تجارت بھی حرام ہے۔

Marfat.com

3: دوسرے فقہا کی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی مردار کی چربی کی تجارت ممنوع تو ہے مگر وہ اس کی چربی کو بعض دوسرے کاموں میں لانا جائز سمجھتے ہیں۔ جیسے اُسے کشتی پر ملا جائے، یا اُس سے چراغ جلایا جائے۔

مگر جمہور فقہاء کے ہاں ایسا کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

4: اس حدیث کے آخر میں نبی ﷺ نے یہودیوں کی حیلہ جوئی اور عیاری و چالاکی کی مذمت کرتے ہوئے اُن کے لیے بددعا فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے چربی حرام قرار دی تو ان بدبختوں نے اسے پگھلا کر بیچنا شروع کر دیا اور اس کی کمائی کھانے لگے۔

5: اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی شریعت کے احکام کو بدلنے اور اُن کی نافرمانی کرنے کے لیے یہودیوں نے جو حیلہ بازیاں کیں اُن میں کچھ کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی آیا ہے۔ جیسے اُن کے لیے ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنا منع تھا مگر اُنہوں نے اس میں بھی حیلہ بازی کر کے اس حکم کی خلاف ورزی کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر لعنت فرمائی اور اُن پر یہ عذاب نازل کیا کہ اُن کو ذلیل بندر بنا دیا۔

(ملاحظہ ہو سورۃ البقرۃ:65، الاعراف:163)

6: یاد رہے کہ اسلامی شریعت میں کسی فرض یا واجب حکم سے بچنے کے لیے حیلہ کرنا حرام ہے۔ البتہ کسی تنگی یا مجبوری سے نکلنے کے لیے حیلہ جائز ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں سیدنا ایوب علیہ السلام کی ایک قسم کے بارے میں حیلے کا ذکر آیا ہے۔ (ملاحظہ ہو سورہ صٓ، آیت 44)

Marfat.com

53: ممنوع تجارت (2)

53...... ((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
عَنْ بَيْعِ السِّنِيْنَ، وَأَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2841 صحیح مسلم، رقم 3980,3930
ابوداؤد، رقم 3374 نسائی، رقم 4531

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کئی برسوں کے لیے (پھلوں کی) تجارت سے منع فرمایا اور کسی آفت سے ہونے والے نقصان کو معاف کرنے کا حکم فرمایا۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں خرید وفروخت کے ایک اور طریقے سے منع فرمایا گیا ہے کہ چند سال کے لیے پھلوں کے باغوں کی فصل کا ٹھیکہ نہ دیا جائے کیونکہ کیا معلوم پھل آئے گا بھی یا نہیں۔ یا اگر آئے تو خدانخواستہ کسی اچانک آفت (آندھی یا شدید بارش وغیرہ) سے تباہ وبرباد ہوجائے اور بے چارے خریدار کو سخت نقصان اُٹھانا پڑے کیونکہ اس طرح وہ چاہے گا کہ قیمت ادا نہ کی جائے جس سے دونوں فریقین میں جھگڑا پیدا ہوجائے گا جو مزید خرابیوں کا باعث ہوگا۔

پھر حدیث کے آخر میں یہ حکم دیا گیا کہ اگر باغ کی فصل چند سال کے لیے بیچی جائے اور پھلوں پر کوئی آفت آجائے تو باغ کے مالک کو چاہیے کہ وہ نقصان کے لحاظ سے قیمت میں کمی کردے۔

2: اسی مضمون کی ایک اور صحیح حدیث ہے کہ:

((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْ بِعْتَ مِنْ أَخِيْكَ ثَمَرًا، فَأَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ؛ فَلَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا، بِمَ تَأْخُذُ مَالَ أَخِيْكَ بِغَيْرِ حَقٍّ.))

(صحیح مسلم، رقم 3975، ابوداؤد، رقم 3470، نسائی، رقم 4527، ابن ماجہ، رقم 2219، مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2842)

''سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اپنے (کسی مسلمان) بھائی کو پھل بیچو

Marfat.com

اور پھر اُس پر کوئی آفت آ جائے تو تمہارے لیے اُس میں سے کچھ لینا حلال نہیں۔ بھلا تم اپنے بھائی کا مال کس چیز کے بدلے میں لو گے؟"

3: اگر کسی نے پھلوں کی فصل ٹھیکے پر دیدی اور پھل نہیں آیا، یا کسی اچانک آفت کی وجہ سے برباد ہو گیا تو اب باغ کے مالک کو چاہیے کہ اگر اُس نے ابھی ٹھیکے کی رقم وصول نہیں کی تو اس میں سے کچھ رقم کم کر دے، اور اگر وہ یہ رقم وصول کر چکا تھا تو اُسے چاہیے کہ اس میں سے کچھ رقم خریدار کو واپس کر دے۔ اخلاق اور تقوے کا یہی تقاضا ہے اور ایسا کرنا مستحب ہے۔

اگرچہ اصولی طور پر سودا طے ہو جانے کے بعد ساری ذمہ داری خریدار کی ہوتی ہے اور بیچنے والے کو رقم کی واپسی کے لیے قانونی طور پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

4: اوّل تو چند برسوں کے لیے باغ کے پھلوں کا ٹھیکہ دینا ہی درست نہیں ہے لیکن اگر دے دیا گیا تو پھر خریدار کے لیے حادثاتی نقصان کو کم کرنا بیچنے والے کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔

5: اس طرح کے احکام کا مقصد مسلمانوں کی ایک دوسرے سے خیر خواہی کرنا، اُن کے مالی جھگڑوں سے بچانا اور اُن کے حقوق و مفادات کی حفاظت ہے۔

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے دیکھئے اگلی حدیث نمبر 54 کی تشریح۔

Marfat.com

54: ممنوع تجارت (3)

54...... ((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
عَنِ الْمُخَابَرَةِ، وَالْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةُ: أَنْ يَبِيْعَ الرَّجُلُ الزَّرْعَ بِمِائَةِ فَرَقِ حِنْطَةٍ. وَالْمُزَابَنَةُ: أَنْ يَبِيْعَ التَّمْرَ فِيْ رُؤُوْسِ النَّخْلِ بِمِائَةِ فَرَقٍ. وَالْمُخَابَرَةُ: كِرَاءُ الْأَرْضِ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2835	صحیح مسلم، رقم 3910,3908
صحیح بخاری، رقم 2381	ترمذی، رقم 1290
ابوداؤد، رقم 3404	نسائی، رقم 4528

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا مخابرہ سے، محاقلہ سے اور مزابنہ سے۔ محاقلہ یہ ہے کہ آدمی سو (100) فرق (وزن کا ایک پیمانہ) گندم کے بدلے میں کھیت کی فصل فروخت کردے، مزابنہ یہ ہے کہ سو (100) فرق کھجور کے بدلے میں کھجوروں کو درختوں ہی پر بیچ دیا جائے، اور مخابرہ یہ ہے کہ زرعی زمین کو تیسرے یا چوتھے حصے پر ٹھیکے پر دے دیا جائے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں بعض چیزوں کی تجارت سے منع کیا گیا ہے۔

2: سب سے پہلے 'مخابرت' سے منع فرمایا گیا۔ مخابرت یہ ہے کہ کاشت کے لیے زمین بٹائی پر دی جائے اور اس کی پیداوار میں سے ایک تہائی یا ایک چوتھائی حصہ لیا جائے۔ (ایک اور حدیث میں آدھی پیداوار کا ذکر بھی آیا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم 2285، صحیح مسلم، رقم 3966)

اس سے معلوم ہوا کہ مخابرت بھی مزارعت ہی ہے۔ البتہ ان دونوں میں معمولی فرق ہے۔ مخابرت میں پیداواری لاگت (بیج، کھاد وغیرہ) کاشت کار کے ذمے ہوتی ہے جب کہ مزارعت میں یہ مالک کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

لیکن بعض صورتوں میں مخابرت جائز ہے کیونکہ حدیث میں اس کی جو ممانعت ہے وہ تقوے اور اخوت

Marfat.com

(بھائی چارے) کے لحاظ سے ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر زمین کا مالک خود کاشت نہیں کرسکتا تو کسی اور مسلمان بھائی کو اپنی زمین مفت دیدے تا کہ وہ اس میں کاشت کاری کرلے۔ (صحیح بخاری، رقم 2341)

لیکن بعض حالات میں زمین بٹائی پر دینے کی اجازت بھی ثابت ہے۔ جیسے کوئی مالک ضرورت مند ہے مگر خود کاشت کاری نہیں کرسکتا، یا مالک اپنی طرف سے کاشت کار کو بیج اور کھاد وغیرہ دے دے اور باہمی رضامندی سے پیداوار کا کچھ حصہ لے لے۔ (صحیح بخاری، رقم 2330، صحیح مسلم، رقم 3957)

جمہور فقہا کے نزدیک مخابرت اور مزارعت دونوں جائز ہیں جب کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ دونوں ناجائز ہیں۔ لیکن صاحبین (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دو مشہور شاگردوں امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کو صاحبین کہا جاتا ہے) کے نزدیک یہ دونوں جائز ہیں اور فقہ حنفی میں فتویٰ صاحبین ہی کے قول پر ہے۔

3: پھر اس حدیث میں 'محاقلہ' سے منع کیا گیا ہے۔ محاقلہ یہ ہے کہ گندم کی وہ فصل جو ابھی کھیت میں ہے اور کاٹی نہیں گئی اُس کو رکھی ہوئی گندم کے بدلے میں بیچا جائے۔ اس میں چونکہ گندم کی فصل کی صحیح مقدار کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اس سے کتنی گندم حاصل ہوگی اس لیے کمی بیشی کے امکان کی وجہ سے ان کا تبادلہ (Exchange) منع کیا گیا ہے۔

4: پھر اس حدیث میں سو (100) فرق (تقریبا پانچ سو 500 کلوگرام) کا ذکر صرف مثال کے لیے آیا ہے۔ ورنہ کسی بھی مقدار کی گندم سے گندم کی فصل خریدنا منع ہے۔

5: اس حدیث میں 'مزابنہ' سے بھی منع کیا گیا ہے۔ مزابنہ یہ ہے کہ کھجور کے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں (جیسے چھوارے) کی کسی بھی مقدار کے بدلے میں ماپ کر بیچنا اور ساتھ ہی یہ کہنا کہ اگر زیادہ ہوجائیں تو میرا حق ہوگا اور اگر کم ہوں گی تو میں پوری کرکے دوں گا۔

لیکن چونکہ خشک اور تر پھل میں برابری کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا اور اس میں بہر حال کمی بیشی کا امکان ہے اس لیے کسی کو نقصان پہنچ جانے کے اندیشے سے اس کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔

Marfat.com

55: پھلوں کی فروخت

55...... ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی یَبْدُوْ صَلَاحُهَا، نَهَی الْبَائِعَ وَ الْمُشْتَرِیَ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2839 صحیح بخاری، رقم 2194 صحیح مسلم، رقم 3862
ابوداؤد، رقم 3367 ابن ماجه، رقم 2214 اللؤلؤ والمرجان، رقم 982

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی فروخت سے منع فرمایا جب تک ان کا قابل استعمال ہونا واضح نہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فروخت کرنے والے اور خریدنے والے دونوں کو اس سے منع فرمادیا۔

تشریح:

1: ہمارے ہاں کی طرح عربوں میں بھی یہ رواج تھا کہ وہ درختوں کے پھل اور اناج کی فصلیں تیار ہونے سے پہلے ہی فروخت کردیتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خرید وفروخت سے منع فرمادیا کیونکہ اس میں یہ اندیشہ اور خطرہ موجود ہے کہ پھلوں اور فصلوں پر کوئی آسمانی یا زمینی آفت آجائے جیسے سخت آندھی، اولے گرنا، طوفان اور سیلاب وغیرہ، یا پیداوار میں کوئی خرابی اور بیماری لگ جائے جس سے وہ ضائع ہو جائے اور خریدار کو سخت مالی نقصان اُٹھانا پڑے اور پھر رقم کی ادائیگی میں جھگڑا پیدا ہو جائے۔

2: اسی مضمون کی ایک اور حدیث میں ہے کہ:

((عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی تُزْهِیَ . قِیْلَ: وَمَا تُزْهِیَ؟ قَالَ: حَتّٰی تَحْمَرَّ، وَقَالَ: اَرَءَیْتَ اِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ، بِمَ یَاْخُذُ اَحَدُكُمْ مَالَ اَخِیْهِ؟))

(صحیح بخاری، رقم 2198، صحیح مسلم، رقم 3978)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو پختہ ہونے سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ پختہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ وہ سرخ ہو جائیں۔

Marfat.com

اور یہ بھی فرمایا کہ دیکھو، جب اللہ تعالیٰ نے پھل روک لیا ہے تو پھر تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کا مال کس چیز کے بدلے میں لے گا؟"

3: اس سے معلوم ہوا کہ اگر پھل وغیرہ میں ایسا نقصان ہو جائے کہ خریدنے والے کو کچھ بھی حاصل نہ ہو تو پھل فروخت کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اس کی قیمت نہ لے۔ جو قیمت لے چکا تھا وہ بھی واپس کر دے۔ اگر سب کچھ برباد نہیں ہوا، کچھ برباد ہوا تو اسی لحاظ سے قیمت میں کمی کر دی جائے۔

4: اس حکم کا مقصد مسلمانوں کی بھلائی، ایک دوسرے کی خیر خواہی اور اُن کے باہمی حقوق کی حفاظت ہے۔ کیونکہ دین خیر خواہی کا نام ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے:

((عَنْ تَمِیْمِنِ الدَّارِیْ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ:

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ ثَلٰثًا. قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ.))

(صحیح مسلم، رقم196، ابو داؤد، رقم: 4944، ترمذی، 1926، نسائی، رقم: 4199)

"حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین بار فرمایا کہ "دین خیر خواہی کا نام ہے۔" ہم نے عرض کیا: کس کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے، اُس کی کتاب کے لیے، اُس کے رسول ﷺ کے لیے، مسلمان حکمرانوں کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔"

Marfat.com

56: پیشگی سودا کرنا (بیع سلم)

56...... ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بِالْمَدِيْنَةِ وَهُمْ يَسْلِفُوْنَ فِى الثِّمَارِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ: مَنْ أَسْلَفَ فِى شَىْءٍ فَلْيُسْلِفْ فِى كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2883 صحیح بخاری، رقم 2240 صحیح مسلم، رقم 4118
ابوداؤد، رقم 3463 ترمذی، رقم 1311 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1034

''سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے تشریف لائے تو اُس وقت مدینے کے لوگ کھجور کے ایک ایک، دو دو، تین تین سال کے پیشگی سودے کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا:
جو شخص کسی چیز کا پیشگی سودا کرے تو ضروری ہے کہ اس چیز کے وزن یا پیمائش کی مقدار بھی مقرر اور معلوم ہو اور مدت اور میعاد بھی مقرر اور طے شدہ ہو۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے مکے سے مدینے ہجرت فرمائی تو اُس وقت مدینے کے لوگ ایک سال، دو سال یا تین سال تک کے لیے پھلوں کی پیشگی خرید وفروخت کرتے تھے۔ اس بارے میں نبی ﷺ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ اس طرح کا پیشگی سودا کرلیا کرو لیکن جو چیز خریدی جارہی ہو وہ معلوم اور متعین ہونی چاہیے اور اُس کی مدت کا تعین بھی ہونا چاہیے۔

2: کسی چیز کا پیشگی سودا کرنے کو ''بیع سلم'' کہا جاتا ہے۔ اس میں خریدی جانے والی چیز بعد میں لی جاتی ہے اور اُس کی قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے۔ شریعت میں اس طرح کی خرید وفروخت کرلینا جائز ہے۔

3: پیشگی سودے (بیع سلم) کے جائز ہونے کے لیے درج ذیل شرطیں ہیں:
ایک یہ کہ خریدی جانے والی چیز کی قیمت نقد ادا کردی جائے۔
دوسری یہ کہ جو چیز فروخت کی جارہی ہو، وہ معلوم اور متعین ہونی چاہیے۔ جیسے اُس کا وزن، پیمائش یا قسم

Marfat.com

(Quality) معلوم اور متعین ہونی چاہیے۔

تیسری یہ کہ اس سودے میں مدت کی وضاحت کردی جائے کہ اتنی مدت میں وہ چیز خریدار کے حوالے کردی جائے گی۔

اس آخری شرط کو جمہور فقہا تو مانتے ہیں مگر امام شافعی رحمہ اللہ اسے شرط نہیں مانتے۔

4: اسی مضمون کی ایک اور حدیث یہ ہے:

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَلَا یَصْرِفُہٗ اِلٰی غَیْرِہٖ قَبْلَ اَنْ یَقْبِضَہٗ.))

(ابو داؤد، رقم:3468، ابن ماجہ، رقم:2283)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی چیز کے بارے میں بیع سلم کرے یعنی اس کا پیشگی سودا کرے تو وہ اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے کسی اور کو منتقل نہ کرے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ پیشگی سودے سے خریداری ہوئی چیز کو قبضے میں لیے بغیر اس کی آگے فروخت منع ہے۔

Marfat.com

57: قسمیں کھا کر سودا بیچنے کی ممانعت

57...... ((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اَلْحَلَفُ مَنْفَقَةٌ لِّلسِّلْعَةِ، مُمْحِقَةٌ لِّلْبَرَكَةِ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2794 صحیح بخاری، رقم 2087 صحیح مسلم، رقم 4125
ابوداؤد، رقم 3335 نسائی، رقم 4461 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1035

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: قسم کھانے سے مال فروخت ہوجاتا ہے مگر برکت ختم ہوجاتی ہے۔''

تشریح:

1: بہت سے دکان دار اور کاروباری لوگ اپنا سودا بیچنے اور گاہک کو خریداری پر آمادہ کرنے کے لیے قسمیں کھاتے ہیں۔ وہ اگر سچی قسم بھی کھاتے ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے عظیم نام کا نامناسب اور غلط استعمال ہے لیکن اگر وہ ایسے موقع پر جھوٹی قسمیں کھائیں تو یہ کبیرہ گناہ اور حرام ہے جس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

2: قسمیں کھانے سے مال بک سکتا ہے اور ان لوگوں کو وقتی طور پر کچھ مالی فائدہ بھی ہوجاتا ہے لیکن اس سے اُن کی کمائی میں برکت نہیں رہتی۔ اس طرح فائدے سے زیادہ وہ نقصان اور خسارا ہے جو دنیا اور آخرت میں ایسے لوگوں کو بھگتنا پڑے گا۔ کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اُس میں برکت کہاں سے آئے گی۔

3: ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا شخص قیامت کے دن اُن تین قسم کے لوگوں میں سے ایک ہوگا جن سے اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائے گا اور اُن کی طرف رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔

(صحیح مسلم، رقم 293، نسائی، رقم 4458، ابن ماجہ، رقم 2208، مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2795)

Marfat.com

58: شراکت اور مضاربت

58...... ((عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ، أَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهِ جَدُّهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ إِلَى السُّوْقَ، فَيَشْتَرِى الطَّعَامَ، فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما وَابْنُ الزُّبَيْرِ، فَيَقُوْلَانِ لَهُ: أَشْرِكْنَا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ، فَيُشْرِكُهُمْ، فَرُبَّمَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ، فَيَبْعَثُ بِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ، وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ ذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَمَسَحَ رَأْسَهُ، وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2930 صحیح بخاری، رقم 2501

''زہرہ بن معبدؒ سے روایت ہے کہ اُن کے دادا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ اُنہیں بازار لے جاتے اور غلہ خریدتے تھے۔ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اُن سے ملتے تو کہتے کہ ہمیں بھی اس سودے میں شریک کرلو۔ کیونکہ نبی ﷺ نے اُن (عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ) کے بارے میں برکت کی دعا فرمائی تھی، تو وہ ان کو بھی شریک کرلیتے۔ بعض اوقات اُن کو منافع میں سامان سے لدا ہوا پورا اونٹ یا اونٹنی حاصل ہوجاتی اور وہ اسے گھر بھیج دیتے۔ عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کو اُن کی والدہ ایک بار نبی ﷺ کی خدمت میں لے گئی تھی۔ حضور ﷺ نے اُن (عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ) کے سر پر ہاتھ بھی پھیرا اور اُن کے لیے برکت کی دعا بھی فرمائی۔''

تشریح:

1: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے سیّدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کو کاروبار میں بہت منافع ہوتا تھا۔ پھر چونکہ نبی اکرم ﷺ کی اس دعا کا علم سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی تھا، اس لیے یہ دونوں حضرات بھی سیّدنا عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کے کاروبار میں شراکت (مشارکہ) یا مضاربت (مضاربہ) کا معاملہ کرلیتے تھے اور ان سب کو خوب منافع ہوتا تھا۔

Marfat.com

2: کاروبار میں شراکت جائز ہے۔

3: شراکت یہ ہے کہ کسی کاروبار میں دو یا دو سے زیادہ فریق (Parties) شامل ہو جائیں۔ وہ اپنا سرمایہ بھی لگائیں اور محنت بھی کریں۔ بعد میں اگر منافع ہو تو اسے اپنے سرمائے کی نسبت سے آپس میں تقسیم کر لیں۔

4: کاروبار میں مضاربت (مضاربہ) بھی جائز ہے۔

5: مضاربت (مضاربہ) یہ ہے کہ ایک شخص کسی اور آدمی کو اپنا سرمایہ یا مالِ تجارت دے اور وہ اپنی محنت سے کاروبار کرے۔ پھر اس سے جو منافع حاصل ہو اُسے دونوں آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیں۔

اگر خدانخواستہ کاروبار میں نقصان ہو جائے تو اس صورت میں سرمائے والے کو سرمائے کا نقصان اٹھانا پڑے گا اور محنت کرنے والے کی محنت ضائع ہو جائے گی۔

6: شراکت کے معاملے کے بارے میں ایک حدیث قدسی میں ہے کہ جب تک اس کے حصے دار شریک ایمان داری سے کام کریں گے، اللہ تعالیٰ اُن کے کاروبار میں مددگار ہوگا اور برکت دے گا لیکن اگر وہ بے ایمانی کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور برکت سے محروم ہو جائیں گے۔ وہ حدیث قدسی یہ ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ: اَنَا ثَالِثُ الشَّرِیْکَیْنِ مَالَمْ یَخُنْ اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ، فَاِذَا خَانَہٗ خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِھِمَا۔)) (ابو داؤد، رقم: 3383)

''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ:

جب تک دو شراکت داروں میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی سے خیانت نہیں کرتا تو میں اُن کے ساتھ تیسرا ہوتا ہوں۔ مگر جب وہ دوسرے سے خیانت کرتا ہے تو ان دونوں میں سے نکل کر الگ ہو جاتا ہوں۔''

Marfat.com

59: ایک دفینے کا عمدہ فیصلہ

59...... ((عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
اِشْتَرٰی رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ عَقَارًا مِنْ رَجُلٍ، فَوَجَدَ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ فِیْ عَقَارِہٖ جَرَّةً فِیْهَا ذَهَبٌ. فَقَالَ لَهُ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ: خُذْ ذَهَبَكَ عَنِّیْ، إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ الْعَقَارَ، وَلَمْ أَبْتَعْ مِنْكَ الذَّهَبَ. فَقَالَ بَائِعُ الْأَرْضِ: إِنَّمَا بِعْتُكَ الْأَرْضَ وَمَا فِيْهَا. فَتَحَاكَمَا إِلٰی رَجُلٍ. فَقَالَ الَّذِیْ تَحَاكَمَا إِلَيْهِ: أَلَكُمَا وَلَدٌ؟ فَقَالَ أَحَدُهُمَا: لِیْ غُلَامٌ، وَقَالَ الْآخَرُ: لِیْ جَارِيَةٌ. فَقَالَ: أَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ، وَأَنْفِقُوْا عَلَيْهِمَا مِنْهُ، وَتَصَدَّقُوْا.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2882 صحیح بخاری، رقم 3472 صحیح مسلم، رقم 4497
ابن ماجه، رقم 2511 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1122

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ایک شخص نے دوسرے سے زمین خریدی۔ اس کے بعد اُس زمین سے خریدار کو ایک گھڑا ملا جس میں سونا تھا۔ خریدار نے پہلے مالک سے کہا: مجھ سے اپنا سونا لے لو، میں نے تم سے زمین خریدی ہے، سونا نہیں خریدا۔ پہلا مالک بولا: میں نے تمہیں زمین بیچی تھی اور جو کچھ اس میں تھا، سب بیچ دیا تھا۔ پھر وہ دونوں اپنے جھگڑے کا فیصلہ ایک ثالث (منصف) کے پاس لے گئے۔ ثالث نے پوچھا: کیا تم دونوں کی کوئی اولاد ہے؟ ان میں سے ایک بولا: ''میرا ایک لڑکا ہے۔'' دوسرے نے کہا: ''میری ایک لڑکی ہے۔'' ثالث نے فیصلہ دیا کہ ایک کے لڑکے کا نکاح دوسرے کی لڑکی سے کر دیا جائے۔ وہ سونا (جس کا تنازعہ ہے) اس نکاح پر خرچ کیا جائے اور اس میں سے کچھ صدقہ بھی کر دیا جائے۔''

تشریح:

اس حدیث میں پہلی قوموں کے جن دو افراد کا واقعہ بیان ہوا ہے معلوم ہوتا ہے وہ بہت نیک اور پرہیز گار تھے۔ جو دفینہ یا خزانہ نکلا تھا اس کا کوئی دعویدار نہ تھا، اس لیے ثالث نے یہ مناسب سمجھا کہ ان دونوں کی ایک مالی ضرورت پوری کر دی جائے اور یہ خزانہ ان کی اولاد کی شادی پر خرچ ہو اور جو بچ جائے وہ صدقہ

Marfat.com

کر دیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ ثالث کا یہ فیصلہ بہت عمدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں اس فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا، بلکہ اسے درست تسلیم کر لیا گیا ہے۔

اس سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ خریدار اور فروخت کنندہ کو امانت و دیانت اور تقویٰ کے احساس سے باہمی لین دین کرنا چاہیے اور لالچ اور دولت کی ہوس سے بچنا چاہیے۔

Marfat.com

60: ذخیرہ اندوزی (احتکار Hoarding)

60...... ((عَنْ مَعْمَرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2892 صحیح مسلم، رقم 4122 ابوداؤد، رقم 3447
ابن ماجه، رقم 2145

''سیّدنا معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو شخص احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی (Hoarding) کرے گا وہ گناہ گار ہوگا۔''

تشریح:

1: اسلام میں احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی (Hoarding) حرام ہے۔ اور ایسا کرنے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

2: احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی یہ ہے کہ کوئی شخص اس ارادے سے غلہ اور اناج خرید کر اپنے پاس روکے رکھے کہ جب اس کا نرخ بڑھے گا تو پھر اسے بیچے گا۔

3: احتکار (یا ذخیرہ اندوزی) کا تعلق صرف غلے اور اناج سے ہے دوسری اشیاء سے نہیں ہے۔

4: اگر کوئی شخص اپنی زمین سے پیدا شدہ غلہ اور اناج اپنے ذاتی استعمال کے لیے ذخیرہ کر لے یا سال بھر کے لیے غلہ خرید کر جمع کر لے تو یہ دونوں صورتیں احتکار یا ذخیرہ اندوزی نہیں ہیں۔

5: یہ بھی احتکار یا ذخیرہ اندوزی نہیں ہے کہ کوئی کاروباری آدمی نئی فصل آنے پر زیادہ مقدار میں اناج خرید کر جمع کر لے اور بعد میں اسے برابر فروخت کرتا رہے۔

6: اس حدیث سے اجارہ داری (Monoply) کی ممانعت بھی نکلتی ہے۔

7: اس حدیث سے یہ اصول بھی نکلتا ہے کہ اسلام میں انفرادی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح حاصل ہے۔

Marfat.com

61: قیمتوں پر کنٹرول (Price Control)

61...... ((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: غَلَا السِّعْرُ عَلٰی عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! سَعِّرْ لَنَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:
إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ، وَإِنِّيْ لَأَرْجُوْا أَنْ أَلْقَى رَبِّيْ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ يَطْلُبُنِيْ بِمَظْلَمَةٍ بِدَمٍ وَلَا مَالٍ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2894 ترمذی، رقم 1314 ابوداؤد، رقم 3451
ابن ماجہ، رقم 2200 دارمی، رقم 2545

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ کے زمانے میں قیمتیں چڑھ گئیں تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ہمارے لیے چیزوں کی قیمتیں مقرر فرما دیں۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ہی قیمتیں مقرر کرنے والا اور کم یا زیادہ روزی دینے والا رازق ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میں اپنے رب سے ملوں تو اُس وقت تم میں سے کوئی شخص مجھ سے کسی خون یا مال کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ کے زمانے میں قحط کی وجہ سے مدینے میں اشیاء کی قیمتیں چڑھ گئیں۔ اس پر لوگوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ﷺ قیمتیں مقرر فرما دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی قیمتیں مقرر کرنے والا اور کم یا زیادہ روزی دینے والا رازق ہے۔ گویا قیمتوں کا چڑھنا اور گرنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے یعنی طلب و رسد وغیرہ کے قدرتی قوانین سے ایسا ہوتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ خود قیمتیں مقرر کر کے لوگوں کو نقصان پہنچاؤں اور اُن پر ظلم کروں جس کا خمیازہ مجھے آخرت میں بھگتنا پڑے۔

2: اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے برائی کو اُس کے حال پر چھوڑ دیا اور اس کے خاتمے کے لیے کوئی کوشش نہ فرمائی۔ اصل میں آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ اسلامی حکومت کسی مصنوعی

Marfat.com

مداخلت کے ذریعے قیمتوں کے پیچیدہ معاملے کو خواہ مخواہ بگاڑ نہ دے۔ لیکن آپ ﷺ نے وعظ ونصیحت کے ذریعے کاروباری لوگوں کی اخلاقی اصلاح فرمائی کہ جان بوجھ کر قیمتیں چڑھانا گناہ ہے۔ اس کے نتیجے میں حالات جلد ہی معمول پر آ گئے اور تسعیر یعنی قیمتوں پر کنٹرول (Price Control) کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔

3: عام مشاہدہ ہے کہ جن چیزوں کی قیمتیں مقرر کر کے اُن کے لیے پرمٹ جاری کیے جاتے ہیں اُن کی قیمتیں بلیک (Black) میں مصنوعی طور پر بڑھ جاتی ہیں۔ ابھی چند ماہ پہلے (2010ء میں) پاکستان کی سپریم کورٹ نے چینی (Sugar) کی قیمت 47 روپے فی کلو مقرر کر دی جس کے بعد چینی بازار سے غائب کر دی گئی اور بلیک میں 110 روپے فی کلو تک بکتی رہی۔ کیونکہ ہماری تاجر برادری میں اخلاقی گراوٹ ہے اور اُن کو خدا کا خوف نہیں ہے جو ہر رمضان المبارک میں بھی مصنوعی مہنگائی کر دیتے ہیں۔

4: ہمارے ملک میں اشیاء کی قیمتوں پر کنٹرول کے لیے سرکاری طور پر کمیٹیاں (Price Control Committes) پائی جاتی ہیں جن کی "برکت" اور "فیض" سے مہنگائی بہت بڑھ چکی ہے اور اشیائے ضرورت کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ اگر ان کمیٹیوں کے قیام کی بجائے تجارت کے اسلامی اصولوں اور قوانین کو اپنایا جائے تو صورتِ حال بہتر ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

62: مالدار مقروض کا اپنے وعدے کو ٹالنا ظلم ہے

62...... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ ، فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيْءٍ فَلْيَتْبَعْ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2907 صحیح بخاری، رقم 2287 صحیح مسلم، رقم 4002
ابوداؤد، رقم 3345 نسائی، رقم 4692 ترمذی، رقم 1308
ابن ماجه، رقم 2403 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1008 موطا، کتاب البیوع، رقم 188

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کسی مال دار مقروض شخص کا اپنے وعدے کو ٹالتے رہنا بھی ظلم ہے۔ پھر اگر تمہیں کسی ایسے مال دار آدمی سے واسطہ پڑے تو اس کا پیچھا کرتے رہو۔''

تشریح:

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مقروض کو چاہیے کہ جلد از جلد اپنا قرض اتارنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ مال موجود ہونے کے باوجود جان بوجھ کر قرض ادا کرنے میں دیر کرے گا تو ظلم کرے گا اُس شخص پر جس نے اسے قرض دیا تھا۔

قرض خواہ کو بھی چاہیے کہ وہ قرض کی واپسی کا مطالبہ اچھے طریقے سے کرے۔ اگر مقروض تنگ دست ہو تو اُسے مزید مہلت دی جائے، کیونکہ ایسی صورت میں وہ معذور ہے۔ لیکن اگر وہ کسی طرح قرض ادا نہ کر سکے تو اس کا قرض معاف کر دینا صدقہ اور بہت بڑی نیکی ہے۔

لیکن جو مقروض دانستہ طور پر قرض لوٹانے میں دیر کر رہا ہو تو اُس کا پیچھا کرتے رہنا چاہیے تاکہ وہ جلد اپنا قرض ادا کر دے۔

Marfat.com

63: تنگ دست مقروض کو مہلت دینا

63...... ((عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ، أَوْ يَضَعْ عَنْهُ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2902 صحیح مسلم، رقم 4000 ترمذی، رقم 1306
ابن ماجه، رقم 2417

''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جسے یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اُس کو قیامت کے دن کی تکلیفوں سے نجات دے تو اُسے چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا اُس کا قرضہ معاف ہی کر دے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں ایسے مسلمانوں کے لیے قیامت کے دن تکلیفوں سے نجات کی خوش خبری ہے جو دوسروں کو قرض دیتے ہیں اور وقت پر قرضہ ادا نہ کر سکنے والے تنگ دستوں کو مزید مہلت دیتے ہیں یا اُن کا قرضہ بالکل معاف کر دیتے ہیں۔

2: تنگ دست مقروض کو مہلت دینا واجب اور اُس کا قرض معاف کر دینا مستحب ہے اور دونوں صورتوں میں صدقے کا ثواب ملتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔

3: لیکن جو قرض لینے والا جان بوجھ کر قرض کی واپسی میں دیر کرے تو اُس سے سختی کے ساتھ قرض مانگنا، اُس سے ناراضی کا اظہار کرنا اور معاملہ عدالت تک لے جانا، سب جائز ہیں۔

4: اگر مقروض مر جائے تو اُس کی وراثت میں سے قرضہ سب سے پہلے لوٹایا جائے گا اور بعد میں وارثوں کے حصے تقسیم ہوں گے۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھئے حدیث نمبر 63 اور حدیث نمبر 64 کی تشریحات)

Marfat.com

64: تنگ دست مقروض کو مہلت دینے کا اجر

64...... ((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ:
کَانَ رَجُلٌ یُدَائِنُ النَّاسَ ، فَکَانَ یَقُوْلُ لِفَتَاهُ: إِذَا أَتَیْتَ مُعْسِرًا تَجَاوَزْ عَنْهُ ، لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ یَتَجَاوَزَ عَنَّا . قَالَ: فَلَقِیَ اللّٰهُ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ .))

مشکوٰۃ المصابیح ، رقم 2901 صحیح بخاری ، رقم 2078
صحیح مسلم ، رقم 3998, 3997 ترمذی ، رقم 1307 اللؤلؤ والمرجان ، رقم 1007

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
ایک آدمی لوگوں کو قرض دیتا تھا تو اپنے ملازم سے کہتا تھا کہ: جب تم کسی تنگ دست کے پاس جاؤ تو اس کا قرض معاف کردیا کرو، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معاف کردے۔
حضور ﷺ نے فرمایا:
پھر وہ آدمی جب اللہ کے پاس چلا گیا تو اُس نے اُسے بھی معاف کردیا۔''

تشریح:

1: یہ پہلے زمانے کے کسی شخص کا واقعہ ہے جو نبی ﷺ نے بیان کیا کہ وہ آدمی معاملات میں بہت اچھا تھا۔ جو لوگ اُس سے کوئی چیز اُدھار خریدتے یا قرض لیتے تو وہ اس کی وصولی میں نرمی سے کام لیتا۔ اپنے ملازموں کو بھی قرض داروں کو سہولت دینے کی تاکید کرتا۔ قرض داروں کو مہلت دیتا اور جو قرض ادا نہ کرسکتے تھے اُن کا قرضہ معاف کردیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے اس عمل کو پسند فرما کر اسے بخش دیا۔
بظاہر یہ ایک دنیاداری اور لین دین کا معاملہ ہے لیکن اسلام چونکہ مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس لیے وہ مالی معاملات اور حقوق العباد کی ادائیگی کو بھی نیکی قرار دے کر اُس پر اجر وثواب دیتا ہے۔
(مزید تفصیل کے لیے دیکھئے حدیث نمبر 65 کی تشریح)

Marfat.com

65: لین دین میں نرمی کرنے والے کے لیے بخشش اور جنت

65...... ((عَنْ حُذَيْفَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ أَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوْحَهُ، فَقِيْلَ لَهُ: هَلْ عَلِمْتَ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: مَا أَعْلَمُ. قِيلَ لَهُ: أُنْظُرْ قَالَ: مَا أَعْلَمُ شَيْئًا، غَيْرَ إِنِّي كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَ أُجَازِيْهِمْ، فَأُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَ أَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ: فَأَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2791 صحیح بخاری، رقم 3451 صحیح مسلم، رقم 3993
دارمی، رقم 2546 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1006

”حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم سے پہلے زمانے کے لوگوں میں سے ایک آدمی کی روح موت کے فرشتے نے قبض کرلی تو اُس سے پوچھا: کیا تم نے کوئی نیک کام بھی کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا: پتہ نہیں۔ فرشتے نے کہا: یاد کرلو۔ اُس نے جواب میں کہا: کوئی یاد نہیں البتہ دنیا میں جب میں لوگوں سے خرید وفروخت کرتا تھا تو اچھے اخلاقی طریقے سے قرضے کا تقاضا کرتا تھا۔ مال دار کو مہلت دیتا اور تنگ دست کو ویسے ہی معاف کردیتا تھا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے اُسے جنت میں داخل فرمادیا۔“

تشریح:

1: اس بات کا قوی امکان ہے کہ پہلے زمانے کے اس شخص کا واقعہ نبی ﷺ کو وحی کے ذریعے معلوم ہوا ہو اور حدیث نمبر 65،64 میں ایک ہی شخص کا واقعہ بیان ہوا ہو۔

2: اس شخص کی اپنی نظر میں اُس کا کوئی کام ایسا نہ تھا جو آخرت میں اُس کی بخشش اور نجات کا ذریعہ بن سکتا۔ وہ سمجھتا تھا کہ شاید میرا ایک ہی نیکی کا کام تھا جو میں اپنے گاہکوں سے اچھے اخلاق سے پیش آتا تھا۔کوئی غریب اگر میرا قرض ادا نہیں کرسکتا تھا تو میں اُسے مہلت دیتا یا اُس کا قرض معاف کردیتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس کے اسی اچھے عمل کی وجہ سے اُس کی بخشش فرمادی۔

3: وعظ ونصیحت کا یہ بھی عمدہ اور موثر ذریعہ ہے کہ پہلے لوگوں کے واقعات بیان کر اُن سے سبق حاصل کیا

Marfat.com

جائے۔قرآن وحدیث میں دعوت وتبلیغ کا یہ اُسلوب بہت عام ہے۔

4: اسی مضمون کی بعض اور احادیث بھی موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ایک حدیث یہ ہے کہ:

((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرٰى وَإِذَا اقْتَضٰى .))

(صحیح بخاری، رقم: 2076، ابن ماجه، رقم: 2203)

”حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم فرمائے جو مال بیچتے یا خریدتے وقت اور لین دین میں تقاضا کرتے وقت نرمی اور کشادہ دلی کا مظاہرہ کرے۔“

5: اسلام میں خرید وفروخت اور لین دین کے معاملات کے بارے میں یہ اصولی ہدایت دی گئی ہے کہ اس میں فریقین ایک دوسرے سے خیر خواہی اور ہمدردی کا برتاؤ کریں۔کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ایک دوسرے کا حق صحیح طور پر ادا کیا جائے۔حق وصول کرنے میں بھی نرمی اختیار کی جائے اور سختی سے کام نہ لیا جائے۔

Marfat.com

66: شہید کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں سوائے قرض کے

66...... ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِنْ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:
يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2912 صحیح بخاری، رقم 4883

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
قرض کے سوا شہید کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔''

تشریح:

1: اسی مضمون کی ایک اور حدیث ہے کہ:

((اَلْقَتْلُ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ .)) (صحیح مسلم، رقم 4884، ترمذی، رقم 1640)

''اللہ کی راہ میں قتل (شہید) ہونے سے تمام گناہ مٹا دیے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔''

2: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں مگر قرض معاف نہیں ہوتا۔

3: حدیث میں صرف دین یعنی قرض کے معاف نہ ہونے کا ذکر ہے لیکن بعض دوسری صحیح احادیث کے مطابق اس سے دوسرے تمام حقوق العباد بھی مراد ہوسکتے ہیں۔ جیسے اگر کسی نے کسی کا مال غصب کیا، یا کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کیا، یا کسی کی غیبت کی، تو اس طرح کے تمام گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے وہ کسی کی شہادت (بلکہ بار بار کی شہادت) سے بھی معاف نہیں ہوسکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے حقوق معاف نہیں کرتا جب تک وہ بندے خود اپنے حقوق معاف نہ کریں۔

4: صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی ایسی میت کا جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جس کے ذمے قرض ہوتا تھا۔ البتہ جب کوئی دوسرا شخص میت کے قرض کی ادائیگی کا ذمہ لے تو پھر مقروض میت کا جنازہ پڑھا جاسکتا ہے۔

5: جب تک میت کے ذمے کا قرض ادا نہ ہوجائے اُس کی وراثت تقسیم نہیں کی جاسکتی۔

Marfat.com

67: شفعہ جائز ہے

67...... ((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2961 صحیح بخاری، رقم 2213 ابوداؤد، رقم 3514
ترمذی، رقم 1370

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایسی جائیداد (Property) میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا جو ابھی تقسیم نہیں ہوئی۔ لیکن جب اس کی حد بندی ہوجائے اور راستے الگ الگ بن جائیں تو پھر کوئی شفعہ نہیں ہوسکتا۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک غیر منقولہ مشترکہ جائیداد میں حق شفعہ ثابت ہونے کا فیصلہ فرمایا تھا جب کہ ابھی وہ تقسیم نہیں ہوئی تھی۔ لیکن جب مشترکہ غیر منقولہ جائیداد...... زمین یا مکان ...... تقسیم ہوجائے اور الگ حصوں اور راستوں میں بٹ جائے تو پھر شفعہ کا حق ختم ہوجاتا ہے۔

2: شریعت میں شفعہ کا حق ثابت ہے۔ جس شخص کو یہ حق حاصل ہوتا ہے اُسے ''شفیع'' کہتے ہیں۔

3: شفعہ کا حق صرف مشترکہ غیر منقولہ جائیداد (Immovable Property) میں ہوتا ہے۔

4: اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حق شفعہ صرف مشترکہ جائیداد کے کسی حصے دار شخص کو حاصل ہوتا ہے۔

5: ائمہ اربعہ میں سے صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ غیر منقولہ جائیداد میں شریک کے علاوہ ہمسائے کو بھی شفعہ کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اُن کی دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے کہ:

((اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهٖ.)) (صحیح بخاری، رقم 2258، مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2963)

''ہمسایہ اپنے قرب کی وجہ سے (شفعہ کا) زیادہ حق دار ہے۔''

6: کوئی مشترکہ جائیداد اس میں شریک حصہ داروں کو اطلاع کیے بغیر اور اُن کی رضامندی حاصل کیے بغیر فروخت نہیں کی جاسکتی۔ تاکہ اگر اُن میں سے کوئی اسے خریدنا چاہے تو خرید لے۔ کیونکہ شریک کو

Marfat.com

دوسروں سے زیادہ اُس جائیداد کو خریدنے کا حق حاصل ہے۔

7: شریعت نے شفعہ کا حق اس لیے دیا ہے تاکہ شریک یا ہمسائے کو کسی متوقع نقصان سے بچایا جاسکے۔

8: اس حوالے سے مزید ایک حدیث یہ ہے:

((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِیْ کُلِّ شِرْکَةٍ لَمْ تُقْسَمْ رَبْعَةٍ اَوْ حَآئِطٍ:

لَا یَحِلُّ لَهٗ اَنْ یَبِیْعَ حَتّٰی یُؤْذِنَ شَرِیْکَهٗ، فَاِنْ شَآءَ اَخَذَ وَاِنْ شَآءَ تَرَکَ، فَاِذَا بَاعَ وَلَمْ یُؤْذِنْهُ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ.)) (صحیح مسلم، رقم: 4128)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اُس چیز میں شفعہ کا فیصلہ دیا جو ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو، خواہ وہ مکان ہو یا باغ ہو:

اُس شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شراکت دار کو اطلاع کیے بغیر اسے فروخت کردے۔ پھر اگر وہ دوسرا چاہے تو اسے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔ اگر وہ فروخت کرتے وقت اُسے اطلاع نہ کرے تو دوسرا شراکت دار اس چیز کا زیادہ حق دار ہے۔''

Marfat.com

68: رہن یا گروی رکھنے کی اجازت

68...... ((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: اِشْتَرٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَعَامًا مِنْ يَهُوْدِيٍّ إِلٰى أَجَلٍ وَرَهَنَهٗ دِرْعًا لَّهٗ مِنْ حَدِيْدٍ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2884 صحیح بخاری، رقم 2068 صحیح مسلم، رقم 4115
نسائی، رقم 4609 ترمذی، رقم 1214 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1033
ابن ماجه، رقم 2436

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ عرصے کے لیے اناج اُدھار لیا تو اپنی لوہے کی ایک زِرہ اُس کے پاس گروی (رہن) رکھی۔''

تشریح:

1: رہن یا گروی (Pledge) رکھنے سے مراد یہ ہے کہ جب ایک شخص کسی سے کوئی چیز اُدھار خریدے اور بیچنے والے کی تسلی اور اعتماد کے لیے اپنی کوئی قیمتی (Valuable) چیز اُس کے حوالے کردے کہ جب ادھار کی رقم واپس کرے گا تو وہ چیز بھی واپس لے لے گا۔

2: اِس حدیث کی مزید وضاحت ایک اور حدیث سے بھی ہوجاتی ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا ، قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَدِرْعُهٗ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ .)) (صحیح بخاری، رقم 4467)

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو حالت یہ تھی کہ آپ ﷺ کی (لوہے کی) زرہ تیس (30) صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔

3: قرآنِ مجید سے بھی رہن یا گروی رکھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾ (البقرة: 283)

''اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ ہو تو کوئی چیز رہن رکھ کر قرض لے لو۔''

اس پر تمام فقہا اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ جس طرح سفر کی حالت میں رہن رکھنے کی اجازت ہے اسی

Marfat.com

طرح حضر اور مقیم ہونے کی حالت میں بھی اس کی اجازت ہے۔

4: اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ غیر مسلموں سے تجارت اور خرید وفروخت جائز ہے۔ اس کی تائید مذکورہ حدیث سے بھی ہو جاتی ہے۔

5: یہودی سے حضور ﷺ کا ادھار غلہ لینے اور اپنی زرہ اُس کے پاس گروی رکھنے کے بارے میں کئی حکمتیں ہوسکتی ہیں:

ایک یہ کہ ممکن ہے اُس وقت ضرورت سے زائد غلہ صرف یہودیوں کے پاس ہو۔ دوسرے یہ ہوسکتا ہے کہ اس عمل کے ذریعے نبی ﷺ یہ جواز فراہم کرنا چاہتے ہوں کہ غیر مسلموں سے تجارت اور خرید وفروخت کی جاسکتی ہے۔

تیسرے یہ بھی ممکن ہے کہ اگر آپ ﷺ کسی صحابی سے یہ معاملہ کرتے تو وہ عقیدت کی بنا پر غلے کی صحیح قیمت نہ لگاتا اور اُسے بظاہر کچھ مالی نقصان اٹھانا پڑتا جو حضور ﷺ کو گوارا نہ تھا۔

6: اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کی دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی ظاہر ہوتی ہے کہ آپ ﷺ وقت کے حکمران ہونے کے باوجود دنیا کا ساز وسامان نہیں رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھتے تھے۔ مال جمع نہیں کرتے تھے اور آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا۔ ساری عمر میں کبھی صاحب نصاب نہ تھے۔

Marfat.com

69: وصیت کے بارے میں حکم

69...... ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:
مَا حَقُّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ لَہٗ شَیْءٌ یُوْصٰی فِیْہِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَوَصِیَّتُہٗ مَکْتُوْبَۃٌ عِنْدَہٗ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3070 صحیح بخاری، رقم 2738 صحیح مسلم، رقم 4204
ابوداؤد، رقم 2862 ترمذی، رقم 2118 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1052

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اس کے پاس کوئی چیز ہو جس کے بارے میں وہ وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس پر دو راتیں اس طرح گزر جائیں کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی نہ ہو۔''

تشریح:

وصیت کے بارے میں درج ذیل احکام ہیں:

1: کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ قرآنِ مجید کی سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے تمام واثوں کے حصے مقرر فرما دیے ہیں اور سورہ البقرہ آیت 180 کا وصیت کا حکم منسوخ ہے۔ اس کے علاوہ حدیث میں ہے کہ:

((لَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ.)) (ابوداؤد، رقم 2870، ترمذی، رقم 2120، نسائی، رقم 3671)

''وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں۔''

2: غیر وارث کے لیے زیادہ سے زیادہ کل مال کے ایک تہائی حصے تک کی وصیت جائز ہے۔
(صحیح بخاری، رقم 2742، صحیح مسلم، رقم 4209، ترمذی، رقم 2116، نسائی، رقم 3665)

3: اگر کسی شخص کے ذمے قرض ہو، یا اُس کا کسی اور سے کوئی لین دین ہو، یا اس کے پاس کسی کی کوئی امانت نہ ہو تو اُسے چاہیے کہ وصیت کر جائے تا کہ اُس کی اچانک وفات کی صورت میں بعد میں کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو۔ ایسی وصیت کرنا ضروری اور واجب ہے۔

4: وصیت تحریر کر لینی چاہیے اور اس پر دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنا لینا چاہیے۔
مزید تفصیل کے لیے دیکھئے حدیث نمبر 70 کی تشریح

Marfat.com

70: وصیت صرف ایک تہائی مال تک جائز ہے

70...... ((عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضي الله عنه قَالَ: مَرِضْتُ عَامَ الْفَتْحِ مَرَضًا أَشْفَيْتُ عَلَى الْمَوْتِ، فَأَتَانِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَعُودُنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا، وَلَيْسَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي، أَفَأُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَالشَّطْرُ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَالثُّلُثُ؟ قَالَ: الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا إِلَى فِي إِمْرَأَتِكَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3071 صحیح بخاری، رقم 2742 صحیح مسلم، رقم 4209
ترمذی، رقم 2116 ابن ماجہ، رقم 2708 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1053
مؤطا، کتاب الاقضیہ، باب القضا فی الوصیۃ.

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں فتح مکہ کے سال میں اتنا سخت بیمار ہوا کہ موت کے کنارے پہنچ گیا۔ اُس موقع پر رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس بہت مال ہے لیکن ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں ہے۔ کیا میں اپنے سارے مال کے بارے میں وصیت کر جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے پھر عرض کیا: کیا دو تہائی مال کی وصیت کر جاؤں؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے پھر عرض کیا: کیا آدھے مال کی وصیت کروں؟ فرمایا: نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا: کیا ایک تہائی مال کی وصیت کر جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تہائی مال کی وصیت کر دو۔ یہ تہائی مال بھی بہت ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے تم انہیں تنگ دست اور محتاج چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ یاد رکھو، تم جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرو گے تو تمہیں اُس کا اجر وثواب ملے گا، یہاں تک کہ تمہیں اُس لقمے کا ثواب بھی ملے گا جو نوالہ تم اپنی بیوی کے منہ تک لے جاتے ہو۔''

Marfat.com

تشریح:

1: اس حدیث میں جو کہ اصل میں ترمذی کی روایت ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بیماری کا واقعہ فتح مکہ کے زمانے کا بیان ہوا ہے مگر صحیح بخاری اور موطا میں ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے زمانے کا ہے اور یہی صحیح ہے۔

2: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر وارث کے لیے (یا صدقے خیرات کے لیے) کل مال میں سے صرف ایک تہائی حصے تک کی وصیت جائز ہے۔ اس سے زیادہ مال کی وصیت جائز نہیں ہے تا کہ وارثوں کی حق تلفی نہ ہو جائے اور وہ دوسروں کے محتاج نہ ہوں۔

3: کسی وارث کے حق میں مالی وصیت نہیں کی جا سکتی۔

4: ہر وصیت لکھی جائے اور اس پر دوسرے معتبر آدمیوں کی گواہی ثبت کی جائے۔

5: حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے سوا ذوی الفروض میں سے کوئی اور وارث نہ تھا۔ البتہ عصبات میں سے وارث تھے۔

6: اس حدیث سے عزیز و اقارب کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔

7: بیوی کا نان ونفقہ اُس کے خاوند کے ذمے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اُسے جو نان ونفقہ بھی دیا جائے گا وہ اُس کے خاوند کی طرف سے صدقہ شمار ہوگا۔

8: ایک اور روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی اس بیماری کے بعد بہت عرصے تک زندہ رہے اور وہ 'فاتح ایران' کہلائے۔ اُن کا انتقال پچاسی (85) برس کی عمر میں 55ھ میں ہوا۔

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے دیکھئے حدیث نمبر 69 کی تشریح۔

Marfat.com

71: وراثت کی تقسیم

71...... ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:
أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3042 صحیح بخاری، رقم 6732 صحیح مسلم، رقم 4141
ابوداؤد، رقم 2898 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1041

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
وارثوں کے جو حصے (قرآنِ مجید میں) مقرر ہیں وہ حق داروں کو ادا کرو۔ اس کے بعد جو ترکہ بچ جائے وہ اُس کو دیا جائے جو مرنے والے کا سب سے قریبی مرد رشتہ دار (عصبہ) ہے۔

تشریح:

1: اس حدیث میں ''فَرَائِضْ'' کا لفظ آیا ہے جو ''فریضہ'' کی جمع ہے۔ فرائض وراثت کے اُن حصوں کو کہا جاتا ہے جو قرآن وحدیث میں مقرر ہیں۔ سورۃ النساء کی ''آیات مواریث'' میں ان کی تفصیل موجود ہے۔

2: میت کے وارثوں میں پہلا درجہ ذوی الفروض کا ہے (جن کے حصے مقرر ہیں)، ان کے بعد عصبات کا اور پھر ذوی الارحام کا۔

3: ذوی الفروض سے جو حصہ بچ جائے وہ عصبات کو ملتا ہے۔ گویا اگر ذوی الفروض موجود نہ ہوں تو پھر عصبات ہی میت کے وارث شمار ہوں گے۔

4: عصبات سے جو حصہ بچ جائے وہ ذوی الارحام کو مل جاتا ہے۔ گویا اگر ذوی الفروض یا عصبات دونوں موجود نہ ہوں تو میت کے وارث ذوی الارحام ہوں گے۔

5: میت کا قاتل اگر وارث بھی ہو تو اُس کو وراثت میں سے کچھ نہیں ملے گا۔

6: وراثت کی تقسیم اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے میت کی تجہیز وتدفین کی جائے گی اور اس پر جو خرچہ آئے گا وہ وراثت میں سے کم کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

7: کفن دفن وغیرہ کے اخراجات کے بعد اگر میت کے ذمے قرضہ ہو تو اُسے بھی کل ترکے میں سے منہا کرلیا جائے گا۔

8: اس کے بعد اگر میت نے کوئی مالی وصیت کی ہوئی ہو تو اُسے پورا کیا جائے گا اور پھر باقی مال میت کے وارثوں میں تقسیم ہوگا۔

9: اگر کسی قسم کا کوئی بھی وارث نہ ہو، نہ کوئی وصیت کی گئی ہو تو پھر یہ ترکہ بیت المال میں جمع ہوگا۔ اگر بیت المال بھی نہیں ہے تو فی سبیل اللہ خرچ کر دیا جائے گا۔

10: کوئی کافر کسی مسلمان کا اور کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ اگلی حدیث میں وضاحت آرہی ہے۔

Marfat.com

72: مسلمان کسی کافر کا اور کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا

71...... ((عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ.))

مشکوٰة المصابیح، رقم 3043 صحیح بخاری، رقم 6764 صحیح مسلم، رقم 4140
ابوداؤد، رقم 2909 ابن ماجه، رقم 2170 ترمذی، رقم 2107
ابن ماجه، رقم 2729 مؤطا، کتاب الفرائض، رقم 30

''حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوسکتا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو مسلمان کسی غیر مسلم کا وارث ہوسکتا ہے اور نہ غیر مسلم کسی مسلمان کا وارث ہوسکتا ہے۔ گویا مذہب کا اختلاف وراثت میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ہی مسلمان کا وارث ہوسکتا ہے اور کافر ہی کافر کا وارث ہوسکتا ہے۔ پھر کفر چونکہ حقیقت میں ملت واحدہ (ایک ہی مذہب) ہے اس لیے تمام قسم کے کافروں کے بارے میں یہی حکم ہے۔

2: اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کی طرح حدیث وسنت سے بھی دین کے احکام ثابت ہوتے ہیں اور جو لوگ صرف قرآن مجید سے دین کے احکام لیتے ہیں اور حدیث وسنت سے ثابت شدہ احکام کو نہیں مانتے وہ منکرین حدیث ہیں اور گمراہ ہیں کیونکہ وہ اجماعِ امت کے مخالف ہوتے ہیں۔

Marfat.com

73: گری پڑی چیز اُٹھانے (لقطہ) کے بارے میں حکم

73...... ((عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَئَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: أَعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَائَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، وَإِلَّا فَشَأْنُكَ بِهَا. قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: هِيَ لَكَ، أَوْ لِأَخِيْكَ، أَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ: فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: مَالَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: فَقَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَائَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ.))

مشكوٰة المصابيح، رقم 3033 صحيح بخاری، رقم 2429
صحيح مسلم، رقم 4498, 4499 ابوداؤد، رقم 1704 ترمذی، رقم 1372
ابن ماجه، رقم 2507,2504 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1123

''حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے لقطے یعنی گری پڑی چیز کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اس چیز کی تھیلی اور اس کی باندھنے والی رسی کی اچھی طرح شناخت کرلو۔ پھر ایک سال تک اس کی تشہیر اور اعلان کرتے رہو۔ اگر اس دوران میں اس کا مالک آجائے تو اُسے دے دو، ورنہ تمہیں اختیار ہے کہ چاہو تو اس کو اپنے کام میں لاؤ۔

پھر اس آدمی نے پوچھا: اگر کسی کی گم شدہ بکری ملے تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تیرے لیے ہے یا تیرے بھائی بندکی ہے یا پھر بھیڑیے کے لیے ہے۔

پھر اُس نے گم شدہ اونٹ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اس سے تمہیں کیا سروکار؟ اُس کا تو اپنا مشکیزہ اور اپنے مضبوط پاؤں ہیں۔ وہ پانی کی جگہ پر خود پہنچ کر پانی پی لیتا ہے اور درختوں کے پتے کھالیتا ہے یہاں تک کہ اُس کا مالک اُس کے پاس پہنچ جاتا ہے۔''

Marfat.com

صحیح مسلم کی روایت میں اس طرح ہے کہ:

''ایک سال تک اُس کی تشہیر اور اعلان کرتے رہو۔ پھر اس کے ڈھکنے اور تھیلی کی اچھی طرح پہچان اور شناخت کرلو۔ پھر اسے اپنے استعمال میں لاؤ۔ پھر اگر اُس کا مالک آجائے تو اس کے حوالے کردو۔''

تشریح:

1: لقطہ اُس چیز کو کہتے ہیں جو کسی جگہ گری پڑی ہو اور اُس کے مالک کا کچھ پتہ نہ ہو۔

2: امانت دار شخص کے لیے مستحب ہے کہ وہ لقطہ (گری پڑی چیز) اُٹھالے اور دوسروں کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ ایسی چیز کو وہیں پڑے رہنے دیں۔

3: اگر یہ اندیشہ ہو کہ اگر ایسی چیز کو اٹھایا نہ گیا تو وہ ضائع ہو جائے گی، یا اُسے کوئی نقصان پہنچ جائے گا تو پھر گری پڑی چیز کو اٹھالینا واجب ہے۔ اگر اُسے نہیں اُٹھائے گا تو گناہ گار ہوگا۔

4: جو گری پڑی چیز (لقطہ) اٹھالی جائے اُس کی حیثیت ایک امانت کی ہوتی ہے۔

5: گری پڑی چیز جہاں سے اٹھائی جائے وہاں اُس کا اعلان اور اُس کی تشہیر کی جائے تاکہ اصل مالک کا پتہ چلایا جاسکے اور وہ چیز اُس کے حوالے کی جاسکے۔

6: بالکل معمولی قدر و قیمت کا لقطہ معاف ہے۔

7: لاوارث جانور بھی لقطے میں شامل ہے۔ اس دوران جانور کو چارا کھلایا جائے۔ اگر وہ سواری کا جانور ہو تو اس پر سواری بھی کی جاسکتی ہے۔ اور دودھ دینے والے جانور کا دودھ بھی پیا جاسکتا ہے۔

8: لاوارث اور گم شدہ بچہ بھی لقطہ ہوسکتا ہے۔ اسے بھی اٹھالینا مستحب اور بعض اوقات واجب ہوتا ہے۔

9: لقطے کی ملکیت کا دعویٰ کرنے والے سے اس چیز کی کوئی نشانی طلب کرنی چاہیے۔ اگر وہ اس کی کوئی نشانی بتادے تو لقطہ اُس کے حوالے کردینا چاہیے۔

10: اس حدیث میں ایک سال تک لقطے کی چیز کے اعلان اور تشہیر کا ذکر آیا ہے۔ لیکن بعض فقہا کی رائے یہ ہے کہ ہر قسم کے لقطے کے لیے ایک سال یا کوئی مدت (جیسا کہ بعض روایات میں دو سال اور تین سال کی مدت کا ذکر آیا ہے) شرط نہیں ہے۔ حالات کے مطابق ایک مناسب مدت تک اعلان اور تشہیر کی جائے۔ اس کے بعد اگر اُس کا مالک آجائے تو لقطہ اُس کے حوالے کیا جائے ورنہ خود استعمال میں لایا جائے۔

Marfat.com

74: نذر ماننا

74...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
لَا تَنْذُرُوْا، فَإِنَّ النَّذْرَ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْقَدْرِ شَیْئًا، وَإِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَخِیْلِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3426 صحیح بخاری، رقم 6609
صحیح مسلم، رقم 4239, 4243 نسائی، رقم 3805 ابن ماجه، رقم 2123
اللؤلؤ والمرجان، رقم 1062, 1063

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
نذر نہ مانا کرو کیونکہ یہ تقدیر کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ البتہ اس سے یہ ہوتا ہے کہ بخیل کا کچھ مال نکل جاتا ہے۔''

تشریح:

1: اس حدیث قدسی کا مفہوم یہ ہے کہ نذر ماننے سے کسی کی تقدیر نہیں بدل جاتی، بلکہ اس کے ذریعے سے بخیل کا وہ مال نکل جاتا ہے جو وہ عام حالات میں اللہ کی راہ میں نہ دیتا۔

اس سلسلے میں ایک اور حدیث ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں اور جسے امام طحاوی نے نقل کیا ہے کہ:

((...... إِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِیَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ.))

''اصل نذر وہ ہے جس میں اللہ کی رضا طلب کی گئی ہو۔''

نذر ماننا جائز ہے، لیکن کسی برائی کے لیے یا قطع رحمی کے لیے نذر ماننا اور اسے پورا کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور سنن نسائی میں ہے۔

Marfat.com

75: اُجرت لینا (اِجارہ)

75...... ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مَرُّوْا بِمَاءٍ، فِيْهِمْ لَدِيْغٌ ...... أَوْ سَلِيْمٌ ...... فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ فَقَالَ: هَلْ فِيْكُمْ مِنْ رَاقٍ؟ إِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيْغًا أَوْ سَلِيْمًا، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى شَاءٍ فَبَرَأَ، فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَكَرِهُوْا ذٰلِكَ، وَقَالُوْا: أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ أَجْرًا، حَتّٰى قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ أَجْرًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ.)) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: أَصَبْتُمْ، اَقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2985 — صحیح بخاری، رقم 5733 — صحیح مسلم، رقم 5733
ابن ماجه، رقم 2156 — اللؤلؤ والمرجان، رقم 1420

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے چند صحابہ پانی کے ایک گھاٹ کے پاس سے گزرے تو وہاں آباد قبیلے کا ایک ایسا شخص تھا جسے بچھو یا سانپ نے ڈس لیا تھا۔ اُس قبیلے کے ایک آدمی نے صحابہ کرام سے پوچھا: کیا تم میں سے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا بھی ہے؟ کیونکہ ہمارے قبیلے کے ایک شخص کو بچھو یا سانپ نے ڈس لیا ہے۔ ایک صحابی وہاں چلے گئے اور انہوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، جس کے عوض میں اُن سے کچھ بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ گئے۔ مگر دوسرے صحابہ کرام نے اُن کے اس فعل کو ناپسند کیا اور کہنے لگے: کیا تم نے اللہ کی کتاب پر اُجرت لے لی؟

اس کے بعد جب صحابہ کرام مدینے پہنچے تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس ہمارے ساتھی نے اللہ کی کتاب کا معاوضہ لیا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس چیز پر تم اجرت لینے کے زیادہ حق دار ہو وہ اللہ کی کتاب ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس طرح فرمایا کہ:

Marfat.com

تم نے ٹھیک کیا، یہ بکریاں آپس میں بانٹ لو اور ان میں اپنے علاوہ میرا حصہ بھی رکھو۔"

تشریح:

1: صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام کا یہ واقعہ سن کر نبی ﷺ مسکرائے بھی تھے۔ فَتَبَسَّمَ (صحیح مسلم، رقم: 5733)

2: کسی شخص کو اُجرت یا مزدوری دے کر اُس سے اپنا کام لینا، یا کسی شخص کو استعمال کے لیے کوئی چیز دینا اور اُس کا کرایہ وصول کرنا، یا کسی شخص کو ملازم رکھ کر اُس سے کام لینا اسلامی فقہ میں "اجارہ" کہلاتا ہے جو کہ انسانوں کی ایک تمدنی ضرورت ہے۔

3: قرآنِ مجید میں 'اجارہ' کی مثال موسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ ہے جس میں آپ نے مدین میں قیام کے دوران میں وہاں کئی برس تک بکریاں چرائی تھیں۔ سورۃ القصص 27، 28 آیات میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

4: صحیح بخاری میں ہے کہ خود نبی کریم ﷺ لڑکپن میں اجرت اور مزدوری پر مکے والوں کی بکریاں چراتے رہے۔

((عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:
مَا بَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا رَعَی الْغَنَمَ. فَقَالَ اَصْحَابُہٗ: وَاَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، کُنْتُ اَرْعٰی عَلٰی قَرَارِیْطَ لِاَھْلِ مَکَّۃَ.)) (صحیح بخاری، رقم 2262، ابن ماجہ، رقم 2149)

"سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔
صحابہ کرام نے عرض کیا: اور کیا آپ ﷺ نے بھی؟
فرمایا: جی ہاں، میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔ میں چند قیراطوں کے بدلے میں (گویا ایک قیراط فی بکری) مکے والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ بکریاں چرانا سنت انبیاء ہے۔ اس سے انسان کی اچھی اخلاق تربیت ہوتی ہے۔

5: زیر نظر حدیث میں جس صحابی نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا وہ بعض علما کے نزدیک حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ تھے۔ صحابہ کرام کی اُس جماعت میں تیس (30) افراد شامل تھے جن کو تیس بکریاں ملی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان بکریوں میں سے اپنا حصہ اس لیے مانگا تا کہ صحابہ کرام خوش بھی ہوں اور اُن کو

Marfat.com

یہ بھی معلوم ہو جائے کہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دَم کرنے کے بدلے میں جو بکریاں حاصل کی گئی ہیں وہ حلال ہیں۔

6: اس حدیث سے قرآنی آیات اور ذکر و تسبیح کے ذریعے دم کرنے، جھاڑ پھونک (رُقیہ) کرنے اور اس کی اجرت و مزدوری لینے کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

7: لیکن قرآن کی تلاوت چونکہ عبادت ہے اس لیے اس کی اجرت لینا درست نہیں ہے۔

8: اس حدیث سے قرآن مجید لکھنے، بیچنے اور چھاپنے کی مزدوری لینا بھی جائز ثابت ہوتا ہے۔

9: سلف صالحین جن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی شامل ہیں قرآن کی تعلیم پر اُجرت لینے کو ناپسند کرتے تھے مگر بعد کے علمائے متاخرین نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

10: بعض لوگ کہتے ہیں کہ مکان یا دکان کا کرایہ لینا سود کھانا ہے مگر ایسے لوگوں کی یہ رائے بالکل غلط ہے کیونکہ ایسا کرنا بالکل جائز ہے اور یہ کسی طرح بھی سود کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ اب اس پر اجماع امت ہو چکا ہے۔

Marfat.com

76: مزدور کی مزدوری اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دینا

76...... ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2987 ابن ماجه، رقم 2443

''سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
مزدور کی مزدوری اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب مزدور کے ذمے جو کام تھا اُس نے کردیا تو اب اُس کی مزدوری جلد ادا کردینی چاہیے۔ اس میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

2: اس حدیث میں جو ''پسینہ خشک ہونے'' کا ذکر آیا ہے تو اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ مزدور کو اپنے کام میں خوب محنت کرنی چاہیے اور اس میں پسینہ بہا دینا چاہیے۔

3: لیکن مزدوری کے بعض کام ایسے ہوسکتے ہیں جن میں محنت کے باوجود آدمی کو پسینہ نہیں آتا۔ یا موسم اتنا سرد ہوتا ہے جس میں پسینہ نہیں آسکتا۔ تو محض پسینہ بہانا کوئی مقصد نہیں ہے اصل مقصد کام میں پوری لگن، محنت اور کوشش کرنا ہے خواہ اس دوران میں پسینہ آئے یا نہ آئے۔

4: ایک صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جن تین قسم کے اشخاص سے نہ تو کلام کرے گا اور نہ اُن کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے گا اُن میں سے ایک وہ شخص ہوگا جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا مگر اُسے مزدوری نہیں دی۔ (صحیح مسلم، رقم 293)

5: اسی طرح ایک اور صحیح حدیث جو کہ حدیث قدسی بھی ہے اُس میں ہے کہ

((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ اَعْطٰى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهُ.))

(صحیح بخاری، رقم 2227، ابن ماجه، رقم 2442)

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن میں خود اُن کے خلاف مدعی ہوں گا: ایک وہ آدمی جو میرا نام لے کر کوئی عہد کرے پھر اسے توڑ ڈالے۔ دوسرا وہ جو کسی آزاد شخص کو بیچ کر اُس کی قیمت کھا جائے اور تیسرا وہ جو کسی مزدور کو اُجرت پر رکھے اور اُس سے پورا کام لے مگر اُسے اُس کی مزدوری نہ دے۔''

شاید ایسے ہی سنگ دل آجروں (Employers) کے بارے میں مشہور مزدور شاعر احسان دانش نے کہا تھا کہ:

محنت کا صلہ مردہ ضمیروں سے نہ مانگو
مردے کبھی قبروں کی کھدائی نہیں دیتے

6: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سرمایہ اور محنت میں صحیح توازن ہونا چاہیے اور کارخانے دار اور مزدور کے باہمی تعلقات درست رکھنے چاہئیں جو صرف اسی صورت میں درست رہ سکتے ہیں جب محنت کش کو اُس کی معقول مزدوری ملے اور بروقت مل جایا کرے تو وہ خوش ہو کر اور زیادہ محنت کرے گا جس سے قومی پیداوار بڑھے گی اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا؏

کہ مزدورِ خوش دل کند کارِ بیش

Marfat.com

77: مزارعت اور مساقات

(زمین بٹائی پر دینا اور آبپاشی کرنا)

77...... ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَفَعَ إِلٰى يَهُوْدِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَأَرْضَهَا عَلٰى أَنْ يَعْتَمِلُوْهَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَلِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَطْرُ ثَمَرِهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَعْطٰى خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ أَنْ يَعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.))

مشکوٰة المصابیح، رقم 2972 صحیح بخاری، رقم 2285 صحیح مسلم، رقم 3966
ابو داؤد، رقم 3409 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1000

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کی کھجوریں اور ان کی زمین اس شرط پر واپس کردی کہ وہ ان میں اپنا مال خرچ کر کے کام کریں گے اور رسول اللہ ﷺ کو اُن کی آدھی پیداوار دیں گے۔ یہ صحیح مسلم میں ہے۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو اُن کی زمینیں اِس شرط پر واپس کیں کہ وہ اُن میں کام کریں گے اور کاشت کاری کریں گے اور اُن کو ان کی پیداوار کا آدھا حصہ ملے گا۔''

تشریح:

1: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر کا علاقہ فتح کیا تو وہاں کی زمینیں یہودیوں کو واپس کردیں اور اُن سے مزارعت یعنی زمین کی بٹائی کا معاملہ کیا کہ یہودی اس میں کاشت کاری کریں گے۔ پھر آدھی پیداوار اپنے پاس رکھیں گے اور آدھی پیداوار مسلمانوں کے حوالے کریں گے۔

2: اس حدیث سے مزارعت (زمین کو بٹائی پر دینا) کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مزارعت یہ ہے کہ زمین کا مالک کسی کاشت کار کے ساتھ یہ معاملہ کرے کہ زمین میری ہے اور تم اس میں کاشت کاری کرو گے۔

Marfat.com

پھر جو پیداوار حاصل ہوگی وہ آدھی آدھی، یا کسی اور نسبت سے تقسیم ہوگی۔

3: اس حدیث سے مزارعت کے علاوہ مساقات کا جائز ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کہ پھل دار درختوں کا مالک کسی شخص کو ان کی دیکھ بھال اور ان کو پانی دینے کا کام سپرد کرے اور باہمی طے شدہ نسبت کے لحاظ سے ان کی پیداوار دونوں آپس میں تقسیم کر لیں۔

4: یاد رہے کہ جمہور فقہا کے برعکس امام ابوحنیفہ مزارعت اور مساقات کو جائز نہیں سمجھتے اور اس حدیث کی مختلف تاویل کرتے ہیں اور بعض دوسری احادیث کو اپنے موقف کے حق میں دلیل بناتے ہیں مگر صاحبین (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دو مشہور شاگرد، امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ) جمہور فقہا کے ساتھ متفق ہیں اور مزارعت اور مساقات کو جائز اور درست مانتے ہیں اور فقہ حنفی میں فتویٰ صاحبین ہی کی رائے پر ہے۔

Marfat.com

78: کاشت کاری (Farming)

78...... ((عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
مَنْ كَانَتْ لَهٗ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ، فَإِنْ اَبٰى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهٗ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2977 صحیح بخاری، رقم 2341 صحیح مسلم، رقم 3918
نسائی، رقم 3874 ترمذی، رقم 1384 ابوداؤد، رقم 3395
ابن ماجہ، رقم 2452 اللؤلؤ والمرجان، رقم 993

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جس کے پاس زمین ہو وہ اسے کاشت کرے، یا بھلائی کی خاطر اپنے بھائی کو دے دے۔ اگر ایسا نہیں کرسکتا تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کے پاس زمین ہو اُسے چاہیے کہ وہ خود اس میں کاشت کاری کرے اور اس کی پیداوار سے فائدہ اٹھائے۔ اگر وہ خود کاشت کاری نہیں کرسکتا تو کسی ایسے مستحق مسلمان بھائی کو وہ زمین دے دے (خواہ عارضی طور پر یا مستقل طور پر) جو اس میں کاشت کاری کرسکتا ہو تا کہ وہ اس سے فائدہ اٹھا لے۔ یہ باہمی ہمدردی اور خیر خواہی کا تقاضا بھی ہے اور اس میں اجر وثواب بھی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ زمین کو یونہی بے کار نہ رکھ چھوڑا جائے کہ نہ خود فائدہ اٹھایا جائے اور نہ کسی دوسرے کو فائدہ اٹھانے دیا جائے۔ ایسا کرنا گناہ ہے۔ لیکن اگر مذکورہ دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں تو پھر زمین اپنے پاس ہی رہنے دی جائے کیونکہ اس صورت میں زمین والا گناہ گار نہ ہوگا۔

2: اس حدیث سے یہ نہیں نکلتا کہ زمین بٹائی پر نہیں دی جاسکتی کیونکہ بٹائی پر زمین دینے کے حق میں بھی احادیث کے شرعی دلائل موجود ہیں۔ (صحیح بخاری، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2980) بلکہ افضل یہ ہے کہ بغیر کسی معاوضے کے زمین کسی مسلمان کاشت کار بھائی کو دے دی جائے جب کہ آدمی خود کاشت نہیں کرسکتا۔ جیسے کوئی شخص اپنا مکان یا سواری کسی کو عاریتاً دے دے تا کہ وہ اُس سے فائدہ اُٹھائے، یا اگر

Marfat.com

چاہے تو مکان یا سواری کا کرایہ وصول کرسکتا ہے۔ اسی طرح زمین بٹائی پر دینا بھی جائز ہے۔ حنفی فقہ میں بھی اسی پر فتویٰ ہے۔

3: اسلام نے زراعت اور کاشت کاری (Farming) کی ترغیب دی ہے۔

ایک متفق علیہ حدیث ہے کہ:

((عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ یَزْرَعُ زَرْعًا، فَیَاْکُلُ مِنْہُ اِنْسَانٌ اَوْ طَیْرٌ اَوْ بَھِیْمَۃٌ، اِلَّا کَانَتْ لَہٗ صَدَقَۃٌ.))

(صحیح بخاری، رقم 2320، صحیح مسلم، رقم 3973، ترمذی، تقم 1382)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان شجر کاری کرتا ہے، یا کاشت کاری کرتا ہے۔ پھر کوئی انسان، یا پرندہ، یا کوئی جانور اُس میں سے کھا جاتا ہے تو یہ اُس کے لیے صدقہ شمار ہوگا۔''

Marfat.com

79: بنجر زمین کی آبادکاری

79...... ((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:
مَنْ عَمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ.))
قَالَ عُرْوَةُ: قَضَى بِهِ عُمَرُ فِي خِلَافَتِهِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2991 صحیح بخاری، رقم 2335 مسند احمد، رقم 25395

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو شخص کسی ایسی غیر آباد زمین کو، جس کا کوئی مالک نہ ہو، آباد کر لے تو وہ اُس کا زیادہ حق دار ہے۔''

اس حدیث کے راوی عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ دیا تھا۔

تشریح:

1: بعض روایتوں میں 'عَمَرَ' کی جگہ 'عَمَّرَ' کا لفظ آیا ہے اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی ''آباد کرنا''۔

2: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی کسی بنجر اور افتادہ زمین کو آباد کر لے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے۔

3: چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں اس حدیث کے مطابق ایک فیصلہ کیا تھا اس لیے یہ حدیث منسوخ نہیں ہے۔

4: اس حدیث سے بنجر اور غیر آباد زمینوں کو آباد کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ افسوس اس حدیث پر صحیح عمل نہ ہونے کی وجہ سے پاکستان کے کئی علاقوں (بلوچستان، چولستان اور سندھ وغیرہ) کی بیشتر زمینیں غیر آباد اور بنجر پڑی ہوئی ہیں جس سے ملک کا نقصان ہو رہا ہے۔

5: اسی مضمون کی ایک اور حدیث یہ ہے کہ:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ.'' (ترمذی، رقم 1379، ابوداؤد، رقم 3074، مؤطا امام مالک، کتاب الاقضية، باب القضاء فی عمارة الموات)

Marfat.com

''سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے مردہ زمین کو زندہ کیا (بے کار پڑی زمین کو آباد کیا) تو وہ زمین اُسی کی ہے۔''

6: اس سے ملتی جلتی یہ حدیث بھی ہے کہ:

((عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ اَحَاطَ حَائِطًا عَلَى الْاَرْضِ فَهُوَ لَهُ .))

(ابو داؤد، رقم 3077، مسند احمد، رقم 20501)

''جس کسی نے (بنجر اور غیر آباد) زمین پر چار دیواری کر لی تو وہ زمین اُسی کی ہے۔''

7: اصل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ارشادات کے ذریعے دنیا کے قدیم ترین اصول کی تجدید فرمائی ہے جس سے دنیا میں زمین کی ملکیت کا آغاز ہوا۔ ابتدا میں جب انسان نے اس زمین کو آباد کرنا شروع کیا تو یہی اصول تھا جو جہاں پر رہ رہا ہے وہ جگہ اُسی کی ملکیت ہے اسی طرح جس جگہ کو کسی نے کارآمد بنا لیا ہے تو وہ اس کا زیادہ حق دار اور مالک ہے۔

8: یاد رہے کہ کسی دوسرے کی ملکیتی زمین کو آباد کرنے والا اُس کا مالک نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ ایسا کر لے تو مالک کو دو باتوں کا اختیار ہے۔ یا وہ آبادکاری کا خرچہ دے یا اپنی زمین آبادکار کو فروخت کر دے۔

9: جو شخص کسی زمین کو یونہی بے کار روکے رکھے اور اس پر کوئی کام نہ کرے تو تین سال کے بعد اُس کے تصرف کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہ زمین کسی ایسے شخص کو مل جائے گی جو اسے کام میں لائے گا۔

(کتاب الخراج، امام ابو یوسف)

10: اس بات پر کہ بنجر زمین کو آباد کرنے والا اُس کا مالک ہو جاتا ہے امت میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔ لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا اس زمین کی ملکیت کے ثبوت کے لیے حکومت کی منظوری اور اجازت ضروری ہے یا ضروری نہیں ہے۔ جمہور فقہاء، جن میں امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ شامل ہیں، کے نزدیک ایسے شخص کو اپنی زمین کی ملکیت کے ثبوت کے لیے حکومت کی منظوری اور اجازت ضروری نہیں ہے بلکہ وہ اس کے بغیر بھی مالک ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی زمین کے ثبوتِ ملکیت کے لیے حکومت کی منظوری اور اجازت ضروری ہے۔

Marfat.com

80: زمین ناجائز طور پر ہتھیانے اور غصب کرنے کا انجام

78...... ((عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا، فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2938 صحیح بخاری، رقم 3198 صحیح مسلم، رقم 4135
ترمذی، رقم 1418 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1038

''سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جو شخص کسی دوسرے کی ایک بالشت بھر زمین بھی ناجائز طور پر غصب کرے گا، قیامت کے دن اُس کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مضمون تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ بعض دوسری احادیث میں بھی آیا ہے۔

2: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کی بالشت کے برابر زمین بھی ناجائز طور پر ہتھیا لی تو قیامت کے دن اُسے اِس ظلم کی یہ سزا ملے گی کہ اُس کے گلے میں صرف زمین کا وہی ٹکڑا ہی نہیں جو اس نے غصب کیا تھا بلکہ سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (اللہ کی پناہ)

3: اس حدیث کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین بھی غصب کرے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے زمین میں دھنسا دے گا اور زمین کا وہ ٹکڑا جو اُس نے ہتھیا لیا تھا اُس کے گلے کو طوق کی طرح جکڑ لے گا۔

دراصل حدیث کا یہ مطلب صحیح بخاری کی اس حدیث سے لیا گیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

((مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِلٰى سَبْعِ أَرَضِيْنَ.))

(صحیح بخاری، رقم 2454، مشکوٰۃ المصابیح، رقم 2958)

''جو شخص تھوڑی سی زمین بھی ناحق طور پر لے گا اُسے قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔''

4: اس حدیث کے مضمون سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام قبضہ گروپوں کے کس قدر خلاف ہے اور یہ کہ

Marfat.com

اسلام میں حقوق العباد کی کتنی اہمیت ہے کہ جب تک مظلوم شخص خود معاف نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ بھی کسی حق تلفی کرنے والے اور ظلم وزیادتی کرنے والے کا گناہ معاف نہیں فرمائے گا۔

5: اس حدیث کے راوی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، کا ایک نہایت سبق آموز اور عبرت ناک واقعہ ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے اپنی اپنی 'صحیح' میں لکھا ہے کہ اروی بنت اویس نامی ایک عورت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں اُن کے مدینے کے گورنر مروان بن حکم کے پاس سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت کی کہ انہوں نے اس سے کچھ قطعہ زمین زبردستی ہتھیا لیا ہے۔ مروان نے سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے بات کرنے کے لیے اُن کے پاس ایک وفد بھیجا تو اُن کو اس بات کا بہت افسوس ہوا اور وہ فرمانے لگے کہ:

یہ لوگ میرے متعلق کیا سمجھتے ہیں کہ میں نے اس عورت کی زمین چھین کر بڑا ظلم کیا ہے۔ بھلا میں ایسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیسے کر سکتا ہوں جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے کسی کی ایک بالشت زمین بھی ناحق طور پر اپنے قبضے میں لی قیامت کے دن اُس کے گلے میں سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔''

اس کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ اٹھا کر عرض کیا:

''اے اللہ! تو جانتا ہے میں بے قصور ہوں۔ میں نے اس عورت پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے یہ عورت جھوٹی ہے۔ تو اسے اس کے اس جھوٹ کی سزا دے اور اسے اندھا کر کے کنوئیں میں گرا دے تاکہ لوگوں پر یہ حقیقت ظاہر ہو جائے کہ میں نے اس عورت پر کوئی ظلم نہیں کیا۔''

کچھ عرصے کے بعد وادیٔ عقیق میں ایسا سیلاب آیا جس سے وہ حد بندی واضح ہوگئی جس کے بارے میں جھگڑا پیدا ہوا تھا۔ اس سے مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ بالکل سچے ہیں اور عورت جھوٹی ہے۔ اس کے ایک مہینہ بعد وہ عورت اندھی ہوگئی۔ ایک دن وہ اپنی زمین میں گھوم پھر رہی تھی کہ اچانک اپنے ہی کنوئیں میں گر کر ہلاک ہوگئی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سیّدنا سعید بن زید مستجاب الدعوات تھے اور آپ کی دعائیں قبول ہو جاتی تھیں۔

Marfat.com

باب 3......سیاست

81: ہر شخص ذمہ دار اور جوابدہ ہے

81...... ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُم مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَالْإِمَامُ الَّذِيْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْءَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا، وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ، أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3685 — صحیح بخاری، رقم 7138 — صحیح مسلم، رقم 4724
ابوداؤد، رقم 2928 — ترمذی، رقم 1705 — اللؤلؤ والمرجان، رقم 1199

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یاد رکھو، تم سب نگران بھی ہو اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں جواب دِہ بھی ہو۔ حکمران بھی نگران ہے اور اس سے اُس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے اور اس سے اُس کے گھر والوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اُس کے بچوں کی نگران ہے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس بارے میں پوچھا جائے گا۔ یاد رکھو، تم سب نگران بھی ہو اور تم سے تمہارے ماتحتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں ''راعی'' اور ''رعیت'' کے الفاظ آئے ہیں۔ عربی زبان میں ''راعی'' چرواہے کو کہتے ہیں اور ''رعیت'' اُس کا ریوڑ ہے۔ چرواہے کا کام اپنے ریوڑ کی رکھوالی اور حفاظت ہے۔ وہ صبح کے وقت اپنے ریوڑ کو سرسبز چراگاہوں کی طرف لے جا کر اُن کو وہاں چراتا ہے۔ وہ درندوں، چوروں اور ڈاکوؤں سے اُن کو محفوظ رکھتا ہے۔ پھر شام کو واپس گھر لاتا ہے۔ اُن کو چارہ کھلاتا، پانی پلاتا اور دیکھ

Marfat.com

بھال کرتا ہے۔

پھر یہی لفظ مجازی طور پر محافظ، نگران اور ذمہ دار شخص کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور حدیث میں یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

2: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، لوگوں کے سامنے بھی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں بھی۔ ہر حکمران اپنی رعایا کا ذمہ دار، محافظ اور نگران ہے۔ اُس سے اُس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اُس نے اُن کے حقوق ادا کیے تھے یا نہیں کیے تھے۔ پہلی صورت میں وہ حکمران جنت کا مستحق ہوگا اور دوسری صورت میں دوزخ میں جائے گا۔ اسی طرح شوہر اپنے گھر والوں کا ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ بیوی اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ غلام اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ ہر امانت دار اپنی امانت کے بارے میں ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ بلکہ ہر شخص اپنے بدن کے تمام اعضاء کا ذمہ دار اور ان کے بارے میں جوابدہ ہے کہ ان کا استعمال صحیح کیا تھا یا غلط۔

3: آج اگر ہم صرف اسی ایک حدیث پر ٹھیک عمل کرلیں تو ہمارے اکثر مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

82: اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت

82...... ((عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
مَنْ أَطَاعَنِیْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمَنْ يُّطِعِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ أَطَاعَنِیْ، وَمَنْ يَّعْصِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ. وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ، يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ، فَإِنَّ لَهٗ بِذَالِكَ أَجْرًا، وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3661 صحیح بخاری، رقم 2957 صحیح مسلم، رقم 4747
نسائی، رقم 4193 ابن ماجہ، رقم 2859 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1204

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی۔ جس نے امیر کی حکم عدولی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔ امام تو ڈھال ہے جس کے تحت جہاد کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے دفاع ہوتا ہے۔ اگر اُس نے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا اور انصاف کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا لیکن اگر اس نے اس کے سوا کچھ اور طرح کا حکم دیا تو اس کا گناہ اُسی پر ہوگا۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں سب سے پہلے حضور ﷺ نے اپنی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا ہے۔ قرآنِ مجید میں بھی یہی مضمون آیا ہے کہ:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ؕ﴾ (النساء:80)

''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

2: دوسری بات اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ جس نے نبی ﷺ کی نافرمانی کی تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ ظاہر ہے جب حضور ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے تو حضور ﷺ کی نافرمانی بھی اللہ کی نافرمانی ہوگی۔

Marfat.com

3: تیسری بات جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے یہ ہے کہ جس نے امیر (مسلمان حکمران) کی اطاعت کی اس نے گویا حضور ﷺ کی اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی، اس نے گویا حضور ﷺ کی نافرمانی کی۔

اسلام میں امیر یا حکمران کی اطاعت مشروط ہے معروف اور جائز کاموں کے ساتھ۔ اگر کوئی امیر یا حکمران کسی برائی یا ناجائز کام کا حکم دے گا تو اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ لیکن جائز اور معروف کاموں میں اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ اس حدیث میں اسی بات پر زور دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی مزید تشریح سورۂ نساء کی آیت نمبر 59 بھی کر دیتی ہے۔ جس میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کریں، اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں اور اپنے اولوالامر یعنی حکمرانوں کی اطاعت کریں۔ پھر اگر ان کے اور ان کے حکمرانوں کے درمیان کسی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اس معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ (دوسرے الفاظ میں قرآن وسنت) کی طرف لوٹا دیا جائے اور پھر اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ یہی طریقہ بہتر اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔

آیت کے الفاظ یہ ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ (النساء:59)

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور ان کی جو تم میں سے حکمران ہیں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔''

4: چوتھی بات جو اس حدیث میں فرمائی گئی وہ یہ ہے کہ امیر اور حکمران اپنی رعایا کے لیے ڈھال (Shield) کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح ڈھال کا کام دشمن کے حملے اور وار سے بچانا ہوتا ہے اسی طرح مسلمان حکمران بھی مسلمانوں کا اور اُن کے دین کا محافظ ہوتا ہے۔ اُس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کے تعاون سے دعوت وتبلیغ اور جہاد کے ذریعے اُن کی اور اُن کے دین کی حفاظت کرے۔

Marfat.com

5: آخر میں حکمرانوں کو یہ نصیحت فرمائی گئی ہے کہ وہ تقوے اور عدل و انصاف کو اختیار کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن کے ہر کام کو دیکھ رہا ہے۔ پھر اگر انہوں نے اس نصیحت پر عمل کر لیا تو ان کے لیے آخرت میں بڑا اجر وثواب ہے اور اگر انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا تو قیامت کے دن اُن سے سخت حساب لیا جائے گا اور اُن کو عذاب دیا جائے گا۔

حکمرانوں کے لیے اس نصیحت کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ اگر اُن کے دلوں میں تقویٰ اور خوفِ خدا نہ ہو اور وہ عدل وانصاف پر قائم رہنے کی بجائے ظلم وستم پر اُتر آئیں تو پھر اُس بگڑے ہوئے معاشرے کا اللہ ہی حافظ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی مزید تفصیل یہ ہے:

قرآنِ مجید اور اطاعت رسول اللہ ﷺ:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر اپنی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

حضور ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ آپ ﷺ جس بات کا حکم دیں اس پر عمل کرنا چاہیے اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جانا چاہیے۔ آپ کا اسوۂ حسنہ مسلمانوں کے لیے بہترین نمونۂ عمل ہے۔ حضور ﷺ کے ہر فیصلے کی پابندی سب پر واجب ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت نہ کرنے سے لوگوں پر کوئی نہ کوئی مصیبت آتی ہے یا اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ جو عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے خالی ہو وہ بیکار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کا معیار بھی اطاعت رسول ﷺ ہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کسی شخص کو اتنی ہی محبت ہوتی ہے جتنی وہ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔

اطاعت رسول کے بارے میں قرآنِ مجید کی چند آیات ملاحظہ ہوں:

(1) ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: 7)

"رسول ﷺ جو کچھ تمہیں دے، لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے رک جاؤ۔"

(2) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء: 59)

Marfat.com

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کو جو تم میں حکم اور اختیار رکھتے ہیں۔ پھر اگر کسی معاملے میں تمہارا ان سے اختلاف ہو جائے تو تمہیں چاہیے کہ اس معاملے میں اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرو، اگر تم واقعی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے۔''

(3) ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:21)

''بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔''

(4) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء:54)

''اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا، اس لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

(5) ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آلِ عمران:31)

''اے نبی ﷺ! آپ ﷺ ان لوگوں سے کہیں کہ اگر تمہیں واقعی اللہ سے محبت ہے، تو میری پیروی کرو تاکہ اللہ بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ معاف کرے۔ اللہ بڑا بخشنے والا اور ہمیشہ رحمت کرنے والا ہے۔''

(6) ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء:80)

''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

(7) ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء:65)

''پس اے نبی ﷺ! آپ ﷺ کے رب کی قسم! یہ لوگ اُس وقت تک ایمان والے نہیں ہو سکتے، جب تک کہ اپنے تمام باہمی جھگڑوں میں آپ ﷺ سے فیصلہ نہ کرائیں اور پھر آپ ﷺ جو فیصلہ کر دیں، اس کے بارے میں اپنے دلوں کے اندر کوئی شک اور تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ دل و جان سے اسے تسلیم کر لیں۔''

(8) ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ

Marfat.com

يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○﴾ (النور:51)

''اہل ایمان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف فیصلے کے لیے بلایا جائے تو وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ ''ہم نے حکم سنا اور مان لیا'' یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

(9) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾

(محمد:33)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور ان (دونوں کی نافرمانی کرکے) اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔''

(10) ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النور:63)

''پس ان لوگوں کو جو اس (اللہ و رسول ﷺ) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی آفت نازل نہ ہو جائے، یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔''

(11) ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب:71)

''اور جس نے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی اُس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔''

(12) ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب:36)

''اور جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں جا پڑے گا۔''

(13) ﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا﴾ (الاحزاب:66)

''اور جس دن اُن کے چہرے آگ میں اُلٹ پلٹ کیے جائیں گے۔ وہ کہیں گے! اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی۔''

(14) ﴿يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ○﴾ (النساء:42)

''پھر اُس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی، یہ تمنا کریں گے کہ

Marfat.com

اے کاش، زمین اُن پر برابر کر دی جائے اور اُس دن وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔"

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید نے رسول ﷺ کی اطاعت کی بہت تاکید کی ہے۔

احادیث اور اطاعت رسول ﷺ:

قرآنِ مجید کی طرح احادیث سے بھی اطاعت رسول ﷺ کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل کیا کرتے تھے۔ آپ کی رحلت کے بعد بھی صحابہ کرام نے آپ کے احکامات کی ہمیشہ پیروی کی۔ اس سلسلے میں عملی احادیث تو بے شمار ہیں۔ البتہ ذیل میں ہم چند قولی احادیث پیش کرتے ہیں:

1: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں ایک ایسا جامع اور موثر وعظ فرمایا کہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل ڈر گئے۔

ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے جو نصیحت فرمائی وہ تو الوداعی معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا مزید کوئی وصیت فرما دیں۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا:

میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ مسلمان حکمرانوں کا حکم سننے اور ماننے کی تاکید کرتا ہوں، خواہ وہ سردار کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ میرے بعد تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ لوگوں میں بہت سے اختلاف دیکھے گا۔ اُس وقت تمہیں چاہیے کہ میری سنت کی پیروی کرو اور میرے تربیت یافتہ خلفاء کے طریقے کو اختیار کرو۔ اس چیز کو تھامے رکھو اور دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑو اور دین میں نئی باتیں پیدا کرنے سے بچو کیونکہ دین میں نئی بات پیدا کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(ترمذی، رقم 2676، ابوداؤد، رقم 4607، ابن ماجہ، رقم 42، دارمی، رقم 95، مسند احمد، رقم 17272)

2: مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگاہ رہو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسی کے مثل اور چیز (حدیث) بھی دی گئی ہے۔ آئندہ ممکن ہے کہ کوئی خوشحال آدمی جو اپنی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا ہو اور کہے کہ تم صرف قرآن کو اختیار کرو اور جو اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو۔ لیکن آگاہ رہو کہ پالتو گدھا اور کچلیوں والا درندہ تمہارے لیے حلال نہیں۔ اسی طرح ذمی کا گرا پڑا مال بھی تمہارے لیے حلال نہیں۔ سوائے اس کے کہ اس کے مالک کو اس سے کوئی غرض نہ ہو۔

Marfat.com

اور جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ٹھہرے تو وہ اس مہمان کی میزبانی کرے اور جو لوگ اس کی میزبانی نہیں کریں گے تو اس مہمان کو اپنی ضرورت کے مطابق ان سے لے لینے کا حق ہے۔

(ابوداؤد، رقم 4606، ابن ماجہ، رقم 12، دارمی، رقم 586، مسند احمد، رقم 1732)

3: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا ہر امتی جنت میں داخل ہو جائے گا مگر وہ نہیں جس نے انکار کیا۔ عرض کیا گیا: وہ کون ہے جو انکار کرتا ہے؟ فرمایا: میری اطاعت کرنے والا جنت میں جائے گا مگر جو میری نافرمانی کرتا ہے وہ میرا انکار کرتا ہے (اور وہ دوزخی ہے۔)

(صحیح بخاری، رقم 7280، مسند احمد، رقم 8713)

4: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! تم پر حج فرض قرار دیا گیا ہے لہٰذا تم حج کیا کرو۔''

ایک شخص نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ہر سال حج کریں؟''

اس پر حضور ﷺ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ اُس شخص نے اپنا سوال تین مرتبہ دہرایا مگر آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کیے رکھی۔

پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا:

''اگر میں ہاں کر دیتا تو ہر سال حج کرنا ضروری ہو جاتا اور پھر تم ہر سال حج کرنے کی طاقت نہ رکھتے۔''

پھر ارشاد فرمایا:

جب تک میں تمہیں کچھ نہ بتاؤں تم مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔ تم سے پہلے بہت سے لوگ زیادہ سوالات کرنے اور انبیائے کرام سے اختلاف کرنے کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے۔ دیکھو، جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے اُس کی تعمیل کرو اور جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو تم وہ کام نہ کرو۔

(صحیح مسلم، رقم 3257)

پس معلوم ہوا کہ صحیح احادیث میں بھی حضور ﷺ کی اطاعت کرنے کا تاکیدی حکم موجود ہے۔

Marfat.com

83: امیر کی اطاعت

83...... ((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:
اِسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا، وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيْبَةٌ.))
مشكوٰة المصابيح، رقم 3663 صحيح بخارى، رقم 7142 ابن ماجه، رقم 2860

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
حکم سنو اور حکم مانو، اگرچہ تم پر ایسا حبشی غلام امیر بنا دیا جائے جس کا سر کشمش کی طرح چھوٹا اور پچکا ہوا ہو۔''

تشریح:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کا امیر کوئی بدصورت حبشی غلام بھی ہو تو اس کا حکم سننا اور ماننا چاہیے۔ اُس کی اطاعت اور فرماں برداری کرنی چاہیے۔ البتہ یہ اطاعت اور فرماں برداری صرف معروف اور جائز کاموں میں ہوگی، منکر اور ناجائز کاموں میں نہیں ہوگی۔

اسلام میں رنگ، نسل، خاندان، قوم، زبان اور جغرافیائی حد بندی کی کوئی اہمیت نہیں۔ فضیلت کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○﴾ (الحجرات: 13)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ تمہیں قوموں اور خاندانوں میں تقسیم کر دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا باخبر ہے۔''

اسلام نے آقا اور غلام کا فرق مٹا کر انسانی مساوات قائم کی ہے اور امیر و غریب سب کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔

علامہ اقبال نے کہا ہے:

Marfat.com

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

ایک اور مقام پر علامہ صاحب کہتے ہیں:

بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور اُن کی اجتماعی زندگی کے قیام کے لیے نظم و ضبط نہایت ضروری ہے اور یہ نظم و ضبط سمع و طاعت کے مؤثر نظام ہی سے قائم رہ سکتا ہے۔ اس لیے اسلام نے سمع و طاعت پر بہت زور دیا ہے۔ یہ حدیث اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

آج مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ اُن کے ہاں قیادت کا معیار تقوے کی بجائے دولت اور طبقاتی امتیاز (Class Distinction) اور معاشرتی درجے (Social status) کی نذر ہو گیا ہے اور یہ چیز اُن کے زوال کا ایک اہم سبب ہے۔

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے دیکھیے حدیث نمبر 82 کی تشریح۔

Marfat.com

84: سمع وطاعت کے حدود

84...... ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3664 صحیح بخاری، رقم 7144 صحیح مسلم، رقم 4763
ابو داؤد، رقم 2626 ترمذی، رقم 1707 نسائی، رقم 4206
اللؤلؤ والمرجان، رقم 1205

''سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ہر مسلمان پر سمع وطاعت لازم ہے خواہ اُسے وہ حکم پسند ہو یا ناپسند ہو، سوائے اس کے کہ اُسے گناہ کا حکم دیا جائے۔ اگر اُسے گناہ کا حکم دیا جائے تو پھر نہ سننا ہے اور نہ ماننا ہے۔''

تشریح:

اس حدیث میں سمع وطاعت کے حدود بیان کیے گئے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے حکمرانوں اور امیروں کے ہر جائز حکم کی اطاعت کرنی چاہیے خواہ وہ حکم پسند آئے یا پسند نہ آئے تاکہ اختلاف اور انتشار پیدا نہ ہو۔ البتہ جب کسی برائی یا گناہ یا غیر شرعی کام کا حکم دیا جائے تو اُس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

اسلام میں صرف اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت غیر مشروط (Unconditional) ہے۔ باقی ہر مخلوق کی اطاعت معروف کاموں کے ساتھ مشروط (Conditional) ہے اور منکر اور معصیت یعنی برائی اور گناہ کے کاموں میں اطاعت نہیں کی جائے گی۔

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے دیکھئے حدیث نمبر 82 کی تشریح۔

Marfat.com

85: اطاعت صرف معروف کاموں میں ہے

85...... ((عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
لا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةٍ، اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3665 صحیح بخاری، رقم 7257 صحیح مسلم، رقم 4765
ابوداؤد، رقم 2625 نسائی، رقم 4205 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1205

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
گناہ کے کاموں میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت صرف معروف اور جائز کام میں ہے۔''

تشریح:

1: اِس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے سوا باقی ہر مخلوق کی اطاعت صرف معروف اور جائز کاموں میں کی جائے گی۔ اگر گناہ کے کسی کام کا حکم دیا جائے گا تو اس حکم کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

اسلام میں حکمرانوں، امیروں، افسروں، والدین، اساتذہ، علما اور مشائخ کی اطاعت صرف شرعی اور جائز کاموں میں ہے اور غیر شرعی اور ناجائز کاموں میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے دیکھئے حدیث نمبر 82، 83، 84 کی تشریح۔

Marfat.com

86: حکمرانوں کے لیے ہدایات

86...... ((عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا بَعَثَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ فِیْ بَعْضِ اَمْرِهٖ قَالَ:

بَشِّرُوْا، وَلَا تُنَفِّرُوْا، وَيَسِّرُوْا، وَلَا تُعَسِّرُوْا.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3722 صحیح بخاری، رقم 69 صحیح مسلم، رقم 4525
ابو داؤد، رقم 4835 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1131

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے کسی صحابی کو کسی اہم معاملے کے لیے بھیجتے تو اُسے یہ تاکید فرماتے کہ:

لوگوں کو خوش خبری دینا، اُن کو نفرت نہ دلانا، اُن کے لیے آسانی اور سہولت پیدا کرنا، تنگی اور مشکل پیدا نہ کرنا۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں مسلمان حکمرانوں اور افسروں کے چند فرائض بیان ہوئے ہیں کہ اُن کو چاہیے کہ وہ عوام سے سختی کے ساتھ پیش نہ آئیں بلکہ اُن سے نرمی اور شفقت کا رویہ اختیار کریں، اُن کو سہولتیں دیں، اُن کی مشکلات کم کریں، اُن کے لیے آسانیاں پیدا کریں، اُن کے مسائل حل کریں، اُن کو خوش خبریاں دیں، ایسے کام نہ کریں جن کی وجہ سے لوگ اُن سے نفرت کرنے لگیں۔ ہر حال میں عدل وانصاف سے کام لیں۔ اسلام میں اچھی حکمرانی (Good Governance) کا یہی تصور ہے۔

2: افسوس آج کے مسلمان حکمرانوں اور سرکاری افسروں کا طرزِ عمل اس حدیث کے بالکل اُلٹ ہے۔

Marfat.com

87: برے حکمران کا انجام دوزخ ہے

87...... ((عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:
مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَيَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ، إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3686 صحیح بخاری، رقم 7151 صحیح مسلم، رقم 366
دارمی، رقم 2796 اللؤلؤ والمرجان، رقم 86

''سیّدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ:
جو حکمران مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار بنے اور وہ ان سے مخلص نہ ہو اور اُسے اسی حالت میں موت آ جائے تو اللہ تعالیٰ اُس پر جنت حرام کر دے گا۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اسلام میں مسلمان حکمران، خلیفہ اور امیر کی حیثیت یہ ہے کہ وہ عوام کا محافظ، اُن کا رکھوالا، اُن کا خیر خواہ اور اُن کی تمام ضروریات پوری کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جو حکمران اور امیر اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں کوتاہی کرے گا اُس پر جنت حرام ہو گی۔

2: اسی مضمون کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایسا حکمران جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ صحیح بخاری میں ہے:
((عَنْ مَعْقِلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنُصْحِهٖ (اِلَّا) لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.)) (صحیح بخاری، رقم 7150)

''سیّدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: جس بندے کو اللہ تعالیٰ کسی رعایا کا حکمران بنائے اور وہ اس کی پوری خیر خواہی نہ کرے تو وہ حکمران جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔''

3: افسوس ہمارے ہاں اب حکومت واقتدار ایک ذمہ داری نہیں سمجھی جاتی بلکہ اسے ذاتی مفاد اور شہرت وعیش پرستی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمانوں کے اکثر حکمران اور اربابِ اختیار عوام کے خیر خواہ ہونے کی بجائے ظالم، خائن، غدار، خود غرض، بے غیرت اور مفاد پرست واقع ہوئے ہیں اور اُن کو نہ آخرت کی فکر ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا احساس ہے۔

Marfat.com

88: بیت المال کا صحیح استعمال

88...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
مَا اُعْطِیْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ، اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَیْثُ اُمِرْتُ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3745 صحیح بخاری، رقم 3117

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
میں نہ تمہیں مال دیتا ہوں اور نہ تم سے مال روکتا ہوں۔ میں تو تقسیم کرنے والا ہوں۔ صرف وہاں خرچ کرتا ہوں جس کے بارے میں مجھے حکم دیا جاتا ہے۔''

تشریح:

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبی ﷺ کسی کو جو کچھ دیتے ہیں یا کسی کو نہیں دیتے تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی کے مطابق ہوتا ہے، کیونکہ اصل دینے والا مالک اور متصرف اللہ تعالیٰ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا کام اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرنا ہے۔ وہ مال تقسیم کرنے والے خازن وقاسم ہیں، اصل میں عطا کرنے والا اللہ سبحانہٗ ہے۔ پھر جسے زیادہ مل گیا تو یہ بھی اللہ کے حکم سے ہے اور جس کو کم ملا تو یہ بھی اللہ کے حکم سے ہے۔

فقہائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جب تک مالِ غنیمت کی تقسیم اور خمس (1/5 حصہ) کا حکم نازل نہیں ہوا تھا آپ اپنی صوابدید سے مالِ غنیمت تقسیم فرماتے تھے۔ مذکورہ حدیث کا پس منظر (Back Ground) یہی ہے۔

بعض لوگ اس حدیث کو اس کے سیاق کلام اور پس منظر سے ہٹا کر اس کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ رازق تو اللہ ہی ہے مگر لوگوں کو رزق صرف اسی صورت میں ملتا ہے جب وہ نبی ﷺ کے ذریعے تقسیم ہو۔ ظاہر ہے اس کا یہ مطلب لینا قرآنِ مجید کے قطعی نصوص اور واضح احکام کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآنِ مجید صراحت کے ساتھ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر مخلوق کو کم یا زیادہ رزق دیتا اور وہی روزی تقسیم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

﴿قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ﴾ (سباء:36)

''(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے! بے شک میرا رب جسے چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کم دیتا ہے۔''

اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ (الزخرف:32)

''اس دنیا کی زندگی میں ان لوگوں کی روزی ہم نے تقسیم کر رکھی ہے۔''

اور یہی مسلمہ اسلامی عقیدہ ہے کہ رازق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہی مخلوق میں روزی تقسیم کرتا ہے، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیتا ہے اور اسی کی بیشی میں خاص حکمت پوشیدہ ہے۔ جسے قرآن مجید اس طرح بیان کرتا ہے:

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌ بَصِیْرٌ o﴾ (الشوریٰ:27)

''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کی روزی زیادہ کر دیتا ہے تو وہ دنیا میں فساد مچاتے۔ لیکن وہ اندازے کے ساتھ دیتا ہے جتنا چاہتا ہے۔''

Marfat.com

89: عورت کی حکمرانی جائز نہیں

89...... ((عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوْا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرَى قَالَ: لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوا أَمْرَهُمْ إِمْرَأَةً.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3693 صحیح بخاری، رقم 4425 ترمذی، رقم 2262 نسائی، رقم 5388

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی کہ ایرانیوں نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکمران بنالیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:
وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنا معاملہ کسی عورت کے سپرد کردیا۔''

تشریح:

1: یہ حدیث تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ دوسری روایات میں بھی آئی ہے۔

2: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو قوم عورت کو اپنا حکمران بنا لے گی اُسے دنیا اور آخرت میں فلاح وکامیابی حاصل نہیں ہوگی۔

3: اسلام میں عورت کی سربراہی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ وہ اسلامی ریاست میں نہ تو خلیفہ بن سکتی ہے، نہ امیر المومنین، نہ صدرِ مملکت اور نہ وزیرِاعظم۔ اسی پر تمام فقہا کا اتفاق اور اجماعِ امت ہے۔

4: اسلامی ریاست میں عورت کے حکمران نہ ہونے کے درج ذیل دلائل ہیں۔

(1) قرآنِ مجید:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا.....﴾

(النساء: 34)

''مرد بیویوں کے سربراہ ہیں کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر برتری دی اور اس وجہ سے کہ مرد بیویوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

Marfat.com

اس آیت کا حکم عام ہے کہ جس طرح گھر کی ایک چھوٹی سی ریاست میں مرد کو اپنے خاندان کا سربراہ بنایا گیا ہے اسی طرح وہ حکومت کا بھی سربراہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ جب مرد ہی گھر اور خاندان کا سربراہ ہے تو گھروں اور خاندانوں کے مجموعے یعنی ملک کا بھی وہی سربرا ہے۔ دوسری طرف عورت جو گھر اور خاندان کی سربراہ نہیں ہوسکتی وہ گھروں اور خاندانوں کے مجموعے یعنی ملک کی سربراہ کیسے ہوسکتی ہے؟

(2) حدیث وسنت:

صحیح بخاری، رقم 4425 کی یہی مذکورہ حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنے اجتماعی معاملات کسی عورت کے سپرد کردیے۔

(3) اجماعِ امت:

اس بات پر اجماعِ امت ہے کہ اسلامی ریاست میں عورت حکمران نہیں ہوسکتی۔

((اِتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ الْخِلَافَۃَ لَا تَجُوْزُ لِاِمْرَءَۃٍ .))

(موسوعۃ الاجماع، لسعدی ابو جیب، ج1، ص 374)

''اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خلافت کا منصب عورت کے لیے جائز نہیں۔''

4: جمہور فقہا کے نزدیک عورت قاضی نہیں بن سکتی۔ (موسوعۃ الاجماع، ج2، ص852)

5: جمہور فقہاء کے نزدیک اسلامی حدود میں عورت کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ (موسوعۃ الاجماع، ج1، ص549)

6: اسلام میں عورت اس لیے حکمران نہیں ہوسکتی کہ ایک مسلم حکمران کا فرض ہے کہ وہ نمازوں میں لوگوں کی امامت کرے۔ ضرورت ہوتو اذان کہے۔ نماز جنازہ پڑھائے۔ جمعہ، عیدین اور حج کا خطبہ دے اور قربانی کا جانور ذبح کرے۔ ملک کی مسلح افواج کا سپریم کمانڈر بن کر کفار کے خلاف عملی طور پر جہاد کرے۔ غیر ملکی دورے کرے۔ غیر مسلموں اور اجنبی مردوں کے درمیان بیٹھ کر گفتگو، مذاکرات اور مختلف قسم کے معاہدات کرے۔ اور ایک مسلمان عورت کو نہ ان فرائض کا پابند بنایا گیا ہے، نہ اس کی اجازت دی گئی ہے اور نہ یہ اُس کا دائرۂ کار ہے۔

7: نبوت کا منصب بھی عورت کو نہیں دیا گیا بلکہ صرف مردوں کے لیے یہ منصب مخصوص ہے۔

(یوسف:109، النحل:43، الانبیاء:7)

Marfat.com

8: اسلامی تاریخ کے بہترین زمانے، خیر القرون اور سلف صالحین کے دور میں کسی عورت کو نہ حکمران بنایا گیا، نہ گورنر، نہ قاضی، نہ فوج کا سپہ سالار اور نہ سفیر۔ کسی خاتون نے بھی کبھی اس پر شکایت نہ کی۔

9: عورت جسمانی قوت میں مرد سے کمزور اور عقلی لحاظ سے اُس سے فروتر ہے۔ اُس میں فعالیت (Activity) کی بجائے انفعالیت (Passivity) پائی جاتی ہے۔ اُس میں اقدام اور عزیمت (Resolve) کی کمی ہے۔ وہ دوسروں پر اثر ڈالنے سے زیادہ خود اُن سے زیادہ متاثر ہونے والی ہے۔ اس لیے وہ حکمرانی کے لیے موزوں نہیں ہے۔

10: عورت اپنی تخلیق اور فطری ساخت کے لحاظ سے ملک کی حکمرانی کے لیے پیدا نہیں کی گئی۔ اس میں عورت کے لیے حقارت یا توہین کا کوئی پہلو نہیں ہے بلکہ یہ اُس کا دائرۂ کار نہیں ہے۔ اُس کا اس دائرۂ کار میں آنا فطرت کے خلاف ہے۔ اگر وہ اس دائرے میں کبھی آئی ہے تو یہ بھی ایک ایسا ہی غیر فطری کام ہوا ہے جس طرح اور بہت سے غیر فطری کام اس دنیا میں وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

11: یاد رہے کہ اسلام میں حکمران کے لیے جو ضروری اوصاف ہیں وہ ہر مرد میں بھی پائے نہیں جاتے۔ خود مردوں میں سے کوئی اہل شخص ہی حکمران ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کا ایک معیار ﴿بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ﴾ (البقرة:247) بتایا گیا ہے کہ وہ علمی اور عقلی لحاظ سے اور جسمانی قوت کے اعتبار سے دوسرے مردوں سے فائق اور برتر (Superior) ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ تقوے میں بھی دوسرے مردوں سے بڑھ کر ہو۔

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات:13)

"بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔"

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے دیکھئے مولانا فضل الرحمٰن بن محمد لاہوری کی کتاب "عورت کی سربراہی"۔

Marfat.com

90: ہجرت، جہاد اور نیت

90...... ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یَوْمَ الْفَتْحِ: لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّ نِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3818 صحیح بخاری، رقم 2783 صحیح مسلم، رقم 3302
ابوداؤد، رقم 2480 ترمذی، رقم 1590 نسائی، رقم 4175
ابن ماجه، رقم 2116 اللؤلؤ والمرجان، رقم 859

''سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں۔ البتہ جہاد اور نیت باقی رہے گی۔ جب تمہیں جہاد کے لیے پکارا جائے تو نکل پڑو۔''

تشریح:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکے سے مدینے ہجرت کرنے کا فرض حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے ہر مسلمان کے لیے فرض عین تھا کہ وہ دارالاسلام مدینے (دارالہجرت) کی طرف ہجرت کرے۔ اب جب کہ فتح مکہ کے بعد مکہ خود دارالاسلام بن گیا ہے تو وہاں سے مدینے ہجرت کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ لیکن اب بعض حالات میں مستحب ہے کہ جہاد کے لیے، یا علم کے حصول کے لیے، یا دارالکفر سے ہجرت کرنے کے لیے سفر اختیار کیا جائے۔ البتہ جہاد، اُس کے لیے نیت کا اخلاص ہمیشہ باقی رہے گا۔ جب کبھی اعلانِ جہاد ہو اور نفیر عام ہو، تو جہاد کے سفر کے لیے نکلنا ضروری ہو جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (التوبہ:41)

''نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل، اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔''

Marfat.com

91: اصلی جہاد کس شخص کا ہے؟

91...... ((عَنْ أَبِی مُوْسٰی رضی اللہ عنہ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: اَلرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلذِّکْرِ، وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُرٰی مَکَانُهٗ، فَمَنْ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا فَهُوَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ.))

مشکوٰة المصابیح، رقم 3814 صحیح بخاری، رقم 2810 صحیح مسلم، رقم 4919
نسائی، رقم 3136 ابوداؤد، رقم 2783 ابن ماجه، رقم 2783
اللؤلؤ والمرجان، رقم 1243

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے پوچھا:

ایک آدمی مالِ غنیمت کے لیے لڑتا ہے، ایک شہرت حاصل کرنے کے لیے لڑتا ہے، اور ایک اس لیے لڑتا ہے کہ اُس کی بہادری کی نمائش ہو...... تو ان میں سے کون اللہ کی راہ میں لڑتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

جو صرف اس لیے لڑتا ہے تاکہ اللہ کا کلمہ اور حکم بلند ہو، صرف وہی ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی، مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے جہاد کرتا ہے، یا شہرت اور ناموری کی خاطر جہاد کرتا ہے، یا کسی عصبیت کے تحت جہاد کرتا ہے، یا اپنی بہادری کا دکھاوا کرنے کے لیے جہاد کرتا ہے تو ایسے آدمی کا جہاد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد نہیں ہے اور اُسے اس کا کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اصلی جہاد اُس شخص کا ہے جو صرف اس لیے لڑتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو اور اُس کا دین غالب ہو۔

2: اس حدیث سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ جب تک کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت شامل نہ ہو اُس وقت تک بڑے سے بڑا نیک کام بھی نہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتا ہے اور نہ اُس پر کوئی اجر وثواب ملتا ہے۔

Marfat.com

92: جہاد کرنے والے کا درجہ

92...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ، وَلَا صَلَاةٍ حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3788 صحیح بخاری، رقم 2787 صحیح مسلم، رقم 4869
موطا، رقم 973 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1233

''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مثال ایسے شخص کی ہے جو روزے رکھتا ہو، قیام کرتا ہو یعنی نفل عبادت کرتا ہو، قرآن کی تلاوت کرتا ہو، روزے اور نفل نماز میں کوتاہی نہ کرتا ہو، یہاں تک کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا مجاہد واپس گھر لوٹ آئے۔''

تشریح:

1: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجاہد جب جہاد کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اُس کے گھر واپس آنے تک کا ہر لمحہ اُس کے لیے عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔

2: ظاہر ہے جہاد کے سفر میں مجاہد ہر وقت تو جہاد نہیں کر رہا ہوتا۔ بلکہ کبھی وہ کھانا کھاتا ہے، کبھی آرام کرتا اور سو جاتا ہے مگر اُس کا ایک ایک قدم اور اُس کی ہر حرکت عبادت بن جاتی ہے اور اُسے نفلی نماز، نفلی روزے اور قرآنِ مجید کی تلاوت کے برابر ثواب ملتا رہتا ہے۔

3: یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد و قتال کرنے والوں کا درجہ باقی ہر قسم کی نیکی کرنے والوں سے بڑھ کر ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ:

﴿فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً﴾ (النساء: 95)

''اللہ نے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کا درجہ پیچھے رہ جانے والوں سے زیادہ رکھا ہے۔''

Marfat.com

93: نبی ﷺ کا شوقِ جہاد و شہادت

93...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ، لَوْ لَا أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَطِيْبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنِّیْ، وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ، مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ، لَوَدِدْتُ أَنْ أُقْتَلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، ثُمَّ أُحْيٰی، ثُمَّ أُقْتَلَ، ثُمَّ أُحْيٰی، ثُمَّ أُقْتَلَ، ثُمَّ أُحْيٰی، ثُمَّ أُقْتَلَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3790 صحیح بخاری، رقم 2797 صحیح مسلم، رقم 4864
نسائی، رقم 3152 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1229 موطا، کتاب الجهاد، رقم 33

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ کچھ مسلمان ایسے ہیں جو مجھ سے پیچھے رہنا پسند نہیں کرتے، مگر میں اُن کے لیے سواری کا انتظام نہیں کر پاتا، تو میں کبھی کسی ایسے لشکر کے پیچھے نہ رہ جاتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتا۔

اُس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید کیا جاؤں۔''

تشریح:

اس حدیث سے اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

حضور ﷺ کی تمنا تھی کہ وہ ہر جہاد پر تشریف لے جائیں، لیکن بعض انتظامی مجبوریوں اور دوسرے معاملات کی وجہ سے آپ ﷺ نے 27 لڑائیوں میں حصہ لیا، جن کو غزوات کہتے ہیں اور بعض میں آپ ﷺ خود شریک نہیں ہو سکے اور صحابہ کرام کو بھیج دیا۔ ان کو ''سرایا'' (''سریہ'' کی جمع) کہا جاتا ہے۔ جن کی تعداد پچاس (50) کے لگ بھگ ہے۔ افسوس آج جہاد کو دہشت گردی قرار دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

94: جہاد کی تیاری

94...... ((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ:
﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ (الانفال:60)
أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3861 صحیح مسلم، رقم 4946 ابوداؤد، رقم 2514
ترمذی، رقم 3038 ابن ماجہ، رقم 2831

''سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:
﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ (الانفال:60)
''اور جس قدر تم سے ہو سکے (فوجی) قوت اور گھوڑے تیار رکھو۔''
یاد رکھو! قوت کا مطلب تیر پھینکنا ہے، یاد رکھو! قوت کا مطلب تیر پھینکنا ہے، یاد رکھو! قوت کا مطلب تیر اندازی ہے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں نبی ﷺ نے اپنے ایک خطبے میں صحابہ کرام کو جہاد کی ترغیب دی اور اس بارے میں قرآنِ مجید کی اس آیت کا حوالہ دیا کہ:

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ (الانفال:60)

''(اے مسلمانو!) جس قدر تم سے ہو سکے قوت اور گھوڑے تیار رکھو جس سے اللہ کے دشمنوں پر، تمہارے دشمنوں پر اور اُن لوگوں پر تمہارا رعب رہے جنہیں تم نہیں جانتے لیکن اللہ اُن کو جانتا ہے۔ تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے، اُس کا پورا بدلہ ملے گا اور تمہاری حق تلفی نہ ہوگی۔''

پھر حضور ﷺ نے اس آیت کے لفظ ''قوت'' کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد رمی، یعنی

Marfat.com

تیراندازی ہے۔

2: مفسرین حضرات اور فقہائے کرام کی متفقہ رائے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قرآنی لفظ ''قوت'' کی جو تشریح رمی یعنی تیر اندازی سے فرمائی تو وہ اپنے زمانے کے حالات کے مطابق فرمائی تھی جب یہ ایک عام، آسان اور مؤثر ہتھیار تھا۔ بعد کے زمانے میں اس سے ہر قسم کی فوجی اور جنگی قوت مراد لی جائے گی جیسے آج کل کی توپیں، ٹینک، راکٹ، میزائل اور لڑاکا بمبار طیارے وغیرہ۔

گویا مسلمانوں کے لیے حکم ہے کہ وہ جدید ترین جنگی قوت اور اسلحہ سے لیس ہو کر ہر وقت جہاد کے لیے تیار رہیں۔

3: افسوس، جس اُمت کو قرآن مجید نے ہمہ وقت جہاد کے لیے تیار اور مستعد رہنے کا حکم دیا تھا وہی امت آج جہاد کے قرآنی حکم کو پس پشت ڈال چکی ہے جس کے نتیجے میں وہ ذلیل وخوار اور غیروں کی غلام اور محکوم بن کر رہ گئی ہے۔

درج ذیل آیت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

﴿إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (التوبہ:39)

''اگر تم (جہاد کے لیے) نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

Marfat.com

95: جہاد وقتال سے گریز منافقت ہے

95...... ((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:
مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَغْزُوْ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ، مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3813 — صحیح مسلم، رقم 4913
ابو داؤد، رقم 2502 — نسائی، رقم 3097

''سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو آدمی اس حال میں فوت ہوا کہ نہ اس نے کبھی جہاد کیا، نہ اس کے دل میں کبھی اس کا خیال آیا تو اس کی موت ایک طرح کے نفاق کی حالت میں ہوگی۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس مسلمان نے اپنی زندگی میں نہ کبھی جہاد وقتال کیا، نہ کبھی اُس نے جہاد کرنے کا ارادہ کیا اور نہ کبھی اُس نے کسی موقع پر یہ کہا کہ اے کاش! میں بھی جہاد کرتا......تو ایسے مسلمان کی موت منافق کی موت کی طرح ہے۔ کیونکہ:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ .)) (ابو داؤد، رقم 4031)

''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اُنہی میں سے ہے۔''

اور چونکہ منافق جہاد وقتال سے گریز کرتا ہے اور اس مسلمان نے بھی جہاد وقتال سے گریز کیے رکھا اس لیے دونوں میں مشابہت پیدا ہوگئی اور دونوں کا انجام ایک جیسا ہوگیا۔

2: افسوس آج جہاد کو دہشت گردی کہا جارہا ہے حالاں کہ اصل دہشت گرد وہ ہیں جو امن عالم کے ٹھیکے دار بنے ہوئے ہیں لیکن پوری دنیا میں بدامنی اور فساد پھیلا رہے ہیں۔

3: اِس حدیث میں بعض مدعیانِ دین وتقویٰ کے لیے بھی بڑا سبق ہے جنہوں نے جہاد کو نہ صرف اپنے نصاب سے خارج کررکھا ہے بلکہ وہ لفظ 'جہاد' کو شجر ممنوع سمجھتے ہوئے اسے زبان پر لانے میں بھی عار محسوس کرتے ہیں۔

Marfat.com

96: لڑائی چال بازی ہے

96...... ((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3939 صحیح بخاری، رقم 3030 صحیح مسلم، رقم 4539
ابوداؤد، رقم 2636 ترمذی، رقم 1675 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1134

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لڑائی چال بازی کا نام ہے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں حضور ﷺ نے جنگ کو ''چال بازی'' قرار دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنگ میں ہر حربے، دھوکے اور داؤ کا استعمال جائز ہے۔ لیکن یاد رہے کہ دشمن سے عہد شکنی اور امان دینے کی خلاف ورزی کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔

2: جس طرح کشتی کے کھیل میں، جوڈو کراٹے میں اور باکسنگ میں جیت کا انحصار زیادہ تر 'داؤ' پر ہوتا ہے اسی طرح جنگ جیتنے کے لیے 'چال بازی' فیصلہ کن ہوتی ہے۔ جو لشکر زیادہ چال بازی سے کام لیتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ اسی چیز کو آج کل جنگی حکمت عملی (War Strategy) کہا جاتا ہے اور اس کی باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے۔

3: خود نبی کریم ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ جب کبھی کسی غزوے کے لیے روانہ ہوتے تو مدینے سے نکلتے وقت اس جانب رُخ نہیں فرماتے تھے جدھر آپ ﷺ کی منزل ہوتی تھی بلکہ اس کی بجائے کسی اور طرف رُخ فرما کر نکلتے تاکہ یہودیوں اور منافقوں کو آپ ﷺ کے ارادے کی خبر نہ ہونے پائے۔ ہجرت کے موقع پر بھی حضور ﷺ اپنے گھر سے غارِ ثور کی طرف نکلے تھے جب کہ آپ ﷺ کی منزل اس طرف نہ تھی۔ اس کے بعد بھی مدینے کے راستے پر آپ ﷺ نے عام راستے پر سفر نہیں کیا بلکہ اِدھر اُدھر کے غیر معروف راستوں سے ہو کر مدینے پہنچے تھے تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو۔

Marfat.com

97: گھوڑوں کی پیشانی میں برکت ہے

97...... ((عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

اَلْبَرَکَۃُ فِیْ نَوَاصِی الْخَیْلِ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3866 | صحیح بخاری، رقم 2851 | صحیح مسلم، رقم 4854

نسائی، رقم 3601,3571 | موطا، کتاب الجهاد، رقم 49

ابن ماجه، رقم 2787,2305 | اللؤلؤ والمرجان، رقم 1228

''سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں گھوڑوں کی پیشانیوں سے اُن کے پورے جسم مراد ہیں۔

2: اس حدیث میں گھوڑوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن میں ہمیشہ کے لیے ایک خاص برکت رکھی ہے۔

3: گھوڑے میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی برکتیں رکھی ہیں۔ سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ وہ جہاد میں کام آتا ہے جو نیکیوں، بھلائیوں اور برکتوں کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ مالِ غنیمت میں گھوڑے کا حصہ ایک آدمی کے حصے کے برابر ہوتا ہے جو اس کے مالک کو ملتا ہے۔

اس کے علاوہ سواری کے جانوروں میں یہ سب سے زیادہ تیز سواری ہے جس کے ذریعے طویل سفر بھی آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں شان وشوکت پائی جاتی ہے اور یہ اپنے مالک کا بہت وفادار ہوتا ہے۔

Marfat.com

98: جنت تلواروں کے سائے تلے ہے

98...... ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِی أَوْفٰی رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِی بَعْضِ أَیَّامِهِ الَّتِی لَقِیَ فِیْهَا الْعَدُوَّ وَانْتَظَرَ حَتّٰی مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِی النَّاسِ فَقَالَ:
یٰأَیُّهَا النَّاسُ! لَا تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوْهُ الْعَافِیَةَ، فَإِذَا لَقِیْتُمْ فَاصْبِرُوْا، وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ.
ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِیَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ، اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْهِمْ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3930 صحیح بخاری، رقم 2966,2965
صحیح مسلم، رقم 4542 ابوداؤد، رقم 2631 ترمذی، رقم 1659
اللؤلؤ والمرجان، رقم 1136

''حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعض جنگوں میں ایک موقع پر اُس وقت تک انتظار فرمایا کہ سورج ڈھل گیا۔ پھر آپ ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: لوگو! جنگ کی تمنا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ خیر وعافیت مانگو۔ مگر جب دشمن سے مقابلہ پیش آ جائے تو ثابت قدمی سے لڑو۔ یاد رکھو، جنت تلواروں کی چھاؤں تلے ہے۔
پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِیَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ، اِهْزِمْهُمْ، وَانْصُرْنَا عَلَیْهِمْ.))

''اے اللہ! جس نے کتاب نازل فرمائی، بادلوں کو چلایا اور دشمن کے جتھوں کو شکست دی، اِن دشمنوں کو بھی بھگا دے اور ہمیں ان پر اپنی مدد سے کامیابی عطا فرما!''

تشریح:

1: اس حدیث میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے سورج کے ڈھلنے تک دشمن سے لڑائی کرنے کے

Marfat.com

لیے انتظار فرمایا۔ اس میں ایک حکمت تو یہ تھی کہ عرب میں دوپہر کے وقت سخت تپتی دھوپ ہوتی ہے جس کی وجہ سے جنگ میں مشکل پیش آتی ہے۔ جب سورج ڈھل جائے تو گرمی اور تپش کچھ کم ہو جاتی ہے۔اس طرح جنگ کرنے میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسری یہ حکمت بھی ہوسکتی ہے کہ وہی نماز عصر کا اوّل وقت ہوتا ہے جو اعمال نامہ لکھنے والے فرشتوں کے آنے جانے کا وقت ہے۔ یہ دعا، عبادت اور قبولیت کا وقت ہوتا ہے جس میں جہاد جیسی عبادت کی قبولیت کے لیے بھی بہت مناسب وقت ہے۔

2: پھر اس حدیث میں یہ نصیحت فرمائی گئی کہ دشمن سے جنگ کے لیے کبھی تمنا نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ ایک آزمائش ہوتی ہے اور بندے کا کام اپنے لیے آزمائشوں کو دعوت دینا نہیں ہے۔ بلکہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے خیر وعافیت مانگنی چاہیے۔ البتہ جب کفار سے مقابلہ پیش آجائے تو پھر ثابت قدم رہ کر اُن کے خلاف جہاد کرنا چاہیے۔

3: ''جنت تلواروں کے سائے تلے ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور اُس کی خاطر جان ومال قربان کرنے سے جنت ملتی ہے۔ یہ سودا اتنا سستا نہیں ہے بلکہ بہت مہنگا ہے۔

4: آخر میں نبی ﷺ نے میدانِ جنگ میں فتح وکامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ سے وہ دعا فرمائی ہے جو اس حدیث میں شامل ہے۔

5: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار اور طاغوتی طاقتوں کی یلغار کا مقابلہ محض دعاؤں سے نہیں کیا جاسکتا، اس کے لیے پہلے عملی طور پر جہاد کی بھرپور تیاری کر کے میدان میں اترنا ہوتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے فتح ونصرت کی دعا کرنی ہوتی ہے۔ سنت سے یہی ثابت ہے۔ صرف وہی دعا قبول ہوتی ہے جس کے ساتھ عمل اور کوشش بھی کی جائے۔ بے عملوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

افسوس آج مسلمان محض دعا کے سہارے کفر کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

6: آٹھویں صدی ہجری میں جب تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کیا تو وہاں کے مسلمانوں نے اُن کے خلاف جہاد کرنے کی بجائے ''ختم خواجگان'' پڑھنا شروع کر دیا وہ یہ ختم پڑھتے رہے اور تاتاریوں نے مسلمانوں کی مرکزیت کا خاتمہ کر دیا۔ نپولین کے فتح مصر پر بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔

Marfat.com

99: مالِ غنیمت صرف امت مسلمہ کے لیے جائز ہوا ہے

99...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:
فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ مِّنْ قَبْلِنَا، ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهِ رَءٰى ضَعْفَنَا وَعِجْزَنَا فَطَيَّبَهَا لَنَا .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3985-4001 صحیح بخاری، رقم 3124 صحیح مسلم، رقم 4555
ترمذی، رقم 1553 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1141

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ہم سے پہلی اُمتوں کے لیے مالِ غنیمت حلال نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور ناتوانی کے پیش نظر اِسے ہمارے لیے پاکیزہ اور جائز کر دیا۔''

تشریح:

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ پہلی اُمتوں میں سے کسی کے لیے مالِ غنیمت حلال نہ تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری امت مسلمہ کی کمزوری اور عجز و درماندگی دیکھ کر ہمیں یہ انعام دیا اور ہمارے لیے اسے حلال اور جائز ٹھہرایا۔ یہ چیز ہمارے نبی ﷺ کے خصائص میں سے بھی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا، فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِي اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ، وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ .))

(صحیح بخاری، رقم 438، صحیح مسلم، رقم 1163)

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

1: مجھے اللہ تعالیٰ کی یہ مدد حاصل ہے کہ میرا رعب ایک مہینے کے فاصلے سے دشمن پر پڑ جاتا ہے۔

Marfat.com

2: میرے لیے پوری زمین سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنا دی گئی۔ میرے اُمتی کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے وہ وہاں نماز پڑھ لے۔

3: میرے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا۔

4: ہر نبی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔

5: مجھے شفاعت عطا کی گئی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ امت مسلمہ کو جو عالمگیر شریعت دی گئی اُس میں بعض بوجھ کم کردیے گئے یا وہ پابندیاں ختم کر دی گئیں جو پہلی علاقائی اور محدود شریعتوں میں موجود تھیں، جیسا کہ اُس قرآنی دعا میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اہل ایمان کو سکھائی گئی ہے کہ:

﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ .... ﴾ (البقرۃ:286)

"اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ لاد جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر لادے تھے۔ اے ہمارے ربّ! جو بوجھ ہم اُٹھا نہیں سکتے وہ ہم سے نہ اُٹھوا! ......"

یاد رہے کہ اُمت مسلمہ کے لیے مالِ غنیمت کا حلال ہونا قرآن، سنت اور اجماعِ امت تینوں سے ثابت ہے۔ اس بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

Marfat.com

100: شہید کے لیے جنت ہے

100...... ((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ، فَأَيْنَ أَنَا؟ قَالَ: فِي الْجَنَّةِ. فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3937 صحیح بخاری، رقم 4046 صحیح مسلم، رقم 4913
نسائی، رقم 3154 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1241

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے غزوۂ اُحد کے موقع پر عرض کیا:

مجھے بتایئے اگر میں قتل کیا جاؤں تو کہاں ہوں گا؟

حضور ﷺ نے فرمایا: جنت میں ہوگے!

یہ سن کر اُس آدمی نے اپنی کھجوریں ہاتھ سے پھینک دیں، پھر لڑا اور شہید ہوگیا۔''

تشریح:

1: چونکہ شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لیے اگر اُس کے ذمے کوئی قرضہ نہ ہو، یا حقوق العباد میں سے کوئی حق تلفی نہ کی گئی ہو تو وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔

2: اس حدیث سے مذکورہ صحابی کے جذبۂ شہادت اور آرزوئے جنت کا پتہ چلتا ہے اور یہ کہ اُن کو نبی ﷺ کے فرمان پر کتنا پختہ یقین تھا!

3: اگلی حدیث نمبر 101 سے ظاہر ہے کہ اس حدیث میں مذکور صحابی کا نام عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ تھا۔

4: بعض دوسری احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ:

(1) شہید کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔

(2) شہادت کا صلہ جنت ہے۔

(3) شہید جنت میں جانے کے بعد دنیا میں دوبارہ آنے کی آرزو کرے گا تاکہ وہ دوبارہ شہید ہو کر جنت کا اعلیٰ ترین مقام حاصل کرے۔

(4) خود نبی کریم ﷺ نے بار بار شہید ہونے کی تمنا فرمائی ہے۔

Marfat.com

101: شہادت کا اجر جنت ہے

101...... ((عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَأَصْحَابُہٗ حَتّٰی سَبَقُوا الْمُشْرِكِيْنَ إِلٰی بَدْرٍ، وَجَآءَ الْمُشْرِكُوْنَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:
قُوْمُوْا إِلٰی جَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوَاتُ وَالأَرْضُ.
قَالَ عُمَيْرُ بْنُ الْحَمَّامِ: بَخٍ بَخٍ.
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَا يَحْمِلُكَ عَلٰی قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟ قَالَ: لَا، وَاللّٰہِ، يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! إِلَّا رِجَآءَ أَنْ أَكُوْنَ مِنْ أَھْلِھَا.
قَالَ: فَأَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرَنِہٖ، فَجَعَلَ يَأْكُلُ مِنْھُنَّ، ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ أَنَا حُيِيْتُ حَتّٰی آكُلَ تَمَرَاتِيْ أَنَّھَا لَحَيَاۃٌ طَوِيْلَۃٌ. قَالَ: فَرَمٰی بِمَا كَانَ مَعَہٗ مِنَ التَّمْرِ، ثُمَّ قَاتَلَھُمْ حَتّٰی قُتِلَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3810 صحیح مسلم، رقم 4915 مسند احمد، رقم 12425
نسائی، رقم 3156 موطا، کتاب الجهاد، رقم 47

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روانہ ہوئے، یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے ہی بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ اتنے میں مشرکین بھی آ گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کر کے فرمایا:

کھڑے ہو جاؤ، اُس جنت کی طرف جانے کے لیے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔

یہ سن کر حضرت عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: واہ واہ!

اس پر رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پوچھا: یہ تم نے کیوں کہا؟ اُس نے جواب دیا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! صرف اس امید پر کہ میں جنتی ہو جاؤں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تو جنتی ہے۔

راوی نے کہا: اُس شخص نے اپنے ترکش سے چند کھجوریں نکالیں اور کھانے لگا۔ پھر کہنے لگا: اگر میں یہ کھجوریں کھاتا رہا تو زندگی لمبی ہو جائے گی۔ راوی نے کہا: پھر اُس نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں اور لڑ کر

Marfat.com

شہید ہو گیا۔"

تشریح:

1: گزشتہ حدیث نمبر 100 میں بھی انہی صحابی سیدنا عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ کا ذکر تھا۔ اب اُن کا ذکر ذرا تفصیل سے آ گیا ہے۔

2: یہ حدیث غزوۂ احد سے متعلق ہے لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ کو سہو ہوا ہے۔ کیونکہ غزوۂ بدر یا اُحد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی شرکت ثابت نہیں وہ اُس وقت بہت کم عمر تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ خود غزوۂ احد میں شریک تھے اُن کی روایت حدیث نمبر 100 میں گزر چکی ہے کہ یہ غزوۂ احد کا واقعہ ہے اور یہی بات صحیح ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے بھی اسے غزوۂ احد کا واقعہ لکھا ہے۔

3: اس حدیث میں نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کی ترغیب دی اور فرمایا کہ یہ وہ عمل ہے جو تمہیں جنت میں لے جانے والا ہے۔ اگر فتح پاؤ گے تو غازی کا درجہ ملے گا اور اگر مارے جاؤ گے تو شہید کا مرتبہ پاؤ گے۔ دونوں صورتوں میں جنت کے حق دار ٹھہرو گے۔

4: پھر فرمایا جنت کو معمولی جگہ نہ سمجھو بلکہ وہ بہت کشادہ اور وسیع مقام ہے۔ اُس کی صرف چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے اس سے تم اُس کی لمبائی کا اندازہ خود کر لو۔ یہ دنیا اُس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

جنت کی وسعت کے بارے میں قرآنِ مجید میں بھی ہے کہ:

﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾

(آلِ عمران: 133)

"اور دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اُس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جیسی ہے۔ وہ پرہیز گاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝﴾

(الحدید: 21)

"دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے

Marfat.com

برابر ہے۔ وہ اُن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

5: حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کی زبان سے ''واہ واہ'' کے الفاظ بے ساختہ طور پر نکل گئے تو حضور ﷺ نے اُن سے ان الفاظ کی وضاحت طلب کی۔ اس کے جواب میں حضرت عمیر علیہ السلام نے قسم کھا کر عرض کیا کہ ان الفاظ سے میرا مقصد یہ تھا کہ میں بھی جہاد کر کے اُس جنت میں چلا جاؤں جس کا وعدہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں۔

6: پھر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ''اگر میں یہ کھجوریں کھاتا رہا تو زندگی طویل ہو جائے گی۔'' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کو نبی ﷺ کے اس فرمان اور وعدے پر اس قدر پختہ یقین تھا کہ انہوں نے جوشِ جہاد اور شوقِ جنت میں اپنے آپ کو وارفتہ پایا اور وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر شہید ہو کر جنت میں پہنچنا چاہتے تھے۔

7: حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام شہادتی حملے جیسا ہے جس میں دشمن پر بھرپور وار کرنے کے لیے اپنی جان کی پروا نہیں کی جاتی۔ بعض حالات میں کفار کے خلاف ایسا حملہ کرنا بالکل جائز ہے۔ اسی طرح کے شہادتی حملے مسلمان مجاہدین نے فلسطین میں اسرائیل کے خلاف اور عراق و افغانستان میں امریکہ اور نیٹو کی فوجوں پر کیے ہیں۔ علامہ اقبال نے کہا ہے:

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

Marfat.com

102: قیامت کے دن شہید کے خون میں خوشبو ہوگی

102...... ((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
لَا يُكْلَمُ أَحَدٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهٖ، إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجُرْحُهُ يَثْعَبُ دَمًا، اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ.))

مشکوٰة المصابیح، رقم 3802 صحیح بخاری، رقم 2803 صحیح مسلم، رقم 4862
نسائی، رقم 3147 ابن ماجه، رقم 2795 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1231
ترمذی، رقم 1656 موطا، کتاب الجهاد، رقم 35

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جو کوئی بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے...... اور اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کون اُس کی راہ میں زخمی ہوا ہے ......تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا، جس کا رنگ خون جیسا ہوگا مگر خوشبو کستوری جیسی خوشبو ہوگی۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب شہید کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو اس کے جسم سے خون بہہ رہا ہوگا۔ وہ دیکھنے میں خون کا رنگ ہوگا، مگر اس سے مشک (کستوری) کی خوشبو آ رہی ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کو اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوگا۔ جو شخص اللہ کی راہ میں کوئی زخم کھاتا ہے، تو اس زخم سے بھی قیامت کے دن خوشبو آئے گی۔ اور یہ اس کی قبولیت کی نشانی ہوگی۔ اس حدیث سے کفار کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب اور فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

Marfat.com

103: اپنے مال کی حفاظت میں مرنے والا بھی شہید ہے

103...... ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3512 صحیح بخاری، رقم 2480 صحیح مسلم، رقم 361
ابوداؤد، رقم 4772 ترمذی، رقم 1419,1418 نسائی، رقم 4094
ابن ماجہ، رقم 2580 اللؤلؤ والمرجان، رقم 85

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں ایسے شخص کو بھی شہید کہا گیا ہے جو اپنے مال واسباب کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے۔

2: اصل شہید تو وہ ہے جو کافروں کے خلاف لڑتے ہوئے میدانِ جنگ میں مارا جائے۔ حقیقی شہادت یہی ہے لیکن کم درجے کی ناقص شہادت کی کئی قسمیں ہیں جیسے:

(1) جو پیٹ کی کسی بیماری جیسے ہیضہ وغیرہ سے مر جائے۔

(2) جو پانی میں ڈوب کر مر جائے۔

(3) جو طاعون (Plague) کی بیماری سے مر جایئے۔

(4) جو کوئی دیوار (یا تودہ) گرنے سے مر جائے۔ (صحیح بخاری، رقم 2829، صحیح مسلم، رقم 4940)

3: یہ حدیث مسلمانوں کو اپنی جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے جرأت اور بہادری سکھاتی ہے کہ چور اور ڈاکو، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو، کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔ یہ مسلمان کا شیوہ نہیں کہ وہ اپنے جان و مال کی حفاظت میں بزدلی یا کم ہمتی دکھائے۔ اُسے اپنے دفاع (Self Defence) کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ اُسے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دینی چاہیے۔

Marfat.com

104: مدعی کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثبوت پیش کرے

104...... ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:
لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعَى نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ وَأَمْوَالَهُمْ، وَلٰكِنَّ الْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ شَرْحِهِ لِلنَّوَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ: وَجَاءَ فِيْ رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ أَوْ صَحِيْحٍ، زِيَادَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا:
لٰكِنَّ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ، وَالْيَمِيْنُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3758 صحیح بخاری، رقم 4552 صحیح مسلم، رقم 4470
ترمذی، رقم 1342 ابن ماجہ، رقم 2321 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1113

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
اگر لوگوں کو ان کے دعوؤں کے مطابق دیا جائے تو لوگ دوسرے آدمیوں پر قتل اور مال کے دعوے کرنے لگ جائیں گے لیکن مدعا علیہ کے ذمے قسم ہے۔
(امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے حسن یا صحیح درجے کی سند والی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ:)
لیکن مدعی کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثبوت پیش کرے اور جو مدعا علیہ شخص الزام سے انکار کرتا ہے اُس کے ذمے قسم ہے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں ایک اہم اسلامی عدالتی قانون اور ضابطے (Procedural Law) کا ذکر ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے خلاف کوئی دعویٰ یا شکایت کرے تو خواہ وہ کتنا ہی نیک، ایمان دار اور بڑا آدمی ہو، مگر محض اُس کے دعوے کی بنیاد پر اُس کے حق میں فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اُس سے اُس کے دعوے کے حق میں ثبوت، دلیل اور گواہ طلب کیے جائیں گے۔

2: اگر مدعی اپنے دعوے کے حق میں کوئی ثبوت یا گواہی پیش نہیں کرتا تو مدعا علیہ سے کہا جائے گا کہ اگر

Marfat.com

اُسے اس دعوے کی صداقت سے انکار ہے تو وہ حلفیہ بیان دے کہ یہ دعویٰ جھوٹا اور غلط ہے۔

3: اگر مدعا علیہ یہ حلفیہ بیان نہ دے تو مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔

4: لیکن اگر مدعا علیہ حلف اُٹھا کر مدعی کے دعوے کو غلط قرار دے تو دعویٰ خارج ہو جائے گا اور مدعا علیہ کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا۔ کیونکہ مدعی کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔

5: اس سے یہ اصول بھی نکلا کہ جو شخص کوئی دعویٰ کرے تو اُس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دعوے کے حق میں دلیل یا ثبوت پیش کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (البقرۃ:111)

''اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔''

6: پھر جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے اگر ہر شخص کو وہی چیز دے دی جائے جس کا وہ دعویٰ کرے تو اس سے معاشرے میں انارکی، افراتفری اور لاقانونیت پیدا ہو جائے گی۔ ہر کوئی دوسرے کا مال ہڑپ کرنے لگ جائے گا اور ملک میں فتنہ وفساد پھیل جائے گا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ ہر دعوے پر دلیل اور ثبوت طلب کیا جائے۔ اگر ثبوت ہو تو قانونی کارروائی کی جائے ورنہ دعویٰ خارج کر دیا جائے۔

Marfat.com

105: فیصلہ ظاہر پر ہوگا

105...... ((عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

إِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ، وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ، فَاَقْضِيَ لَهٗ عَلٰى نَحْوِ مَا اَسْمَعُ مِنْهُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ مِّنْ حَقِّ اَخِيْهِ، فَلَا يَاْخُذَنَّهٗ فَإِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3761 صحیح بخاری، رقم 6967
صحیح مسلم، رقم 4475,4473 ترمذی، رقم 1339 ابوداؤد، رقم 3583
نسائی، رقم 5403 ابن ماجه، رقم 2318,2317 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1114
موطا، کتاب الاقضية، رقم 1

''اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
میں بھی ایک انسان ہوں۔ تم اپنے مقدمات میرے پاس لاتے ہو۔ ہوسکتا ہے تم میں سے کوئی اپنی دلیل دوسرے کی نسبت زیادہ چرب زبانی سے بیان کرے اور میں اُسے سن کر اُس کے حق میں فیصلہ کردوں۔ پھر جس شخص کو اس کے مسلمان بھائی کے حق میں کوئی چیز دے دی جائے تو وہ اسے حاصل نہ کرے کیونکہ اس صورت میں اُسے میں دوزخ کی آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں''۔

تشریح:

1: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی ہے کہ میں ایک انسان ہوں، عالم الغیب نہیں ہوں۔ میرے سامنے جب کوئی مقدمہ آئے گا تو مدعی یا مدعا علیہ میں سے کسی ایک کے زیادہ بہتر اندازِ بیان اور دلیل سے متاثر ہو کر اُس کے حق میں فیصلہ دے سکتا ہوں اگرچہ حقیقت میں اُس کا حق نہ بنتا ہو۔ لیکن یاد رکھو، میرے اس طرح کے کسی فیصلے سے دوسرے فریق کی کوئی چیز پہلے فریق کے لیے جائز اور حلال نہیں ہوسکتی بلکہ وہ چیز اُس کے لیے دوزخ کی آگ ثابت ہوگی۔

2: اس حدیث سے اُن لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ بھی ہوجاتا ہے جو حضور ﷺ کو عالم الغیب مانتے اور

Marfat.com

آپ ﷺ کی ہر بات کو وحی قرار دیتے ہیں۔ حالاں کہ یہ حدیث اور اس کے علاوہ کئی اور صحیح احادیث (جیسے تابیر نخل والی حدیث) موجود ہیں جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جن معاملات میں وحی نازل نہیں ہوئی ہوتی تھی، حضور ﷺ اپنی رائے سے اجتہاد بھی فرماتے تھے جس میں خطا اور صواب دونوں کا امکان ہوتا تھا، اگر چہ اجتہاد کرنے والا دونوں صورتوں میں اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

3: اس حدیث سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ قاضی کو ظاہری حالات کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے جیسے گواہی اور دستاویزی ثبوت وغیرہ۔ وہ اسی کا پابند ہے اور صرف اپنی ذاتی معلومات پر مقدمے کا فیصلہ نہیں کرسکتا۔

4: شریعت کے بہت سے دوسرے معاملات کا تعلق بھی ظاہر سے ہے۔ باطن کی نیت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

5: بعض لوگوں کو اس حدیث سے یہ غلط فہمی لاحق ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ جب ایک قاضی یا حکمران کی حیثیت سے فیصلے فرماتے تھے تو اُس وقت آپ ﷺ کی حیثیت محض ایک قاضی یا حکمران کی ہوتی تھی اور اس حیثیت سے آپ ﷺ کے کیے گئے فیصلوں کی پابندی اُمت پر ضروری نہیں ہے۔ مگر یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی بلکہ گمراہی ہے۔ ایک نبی ہر حال میں نبی ہوتا ہے اور بعد میں کچھ اور ہوتا ہے۔ جب تک وہ خود واضح نہ کردے اُس کا ہر کام پیغمبرانہ حیثیت سے ہوتا ہے جس کی پیروی اُمت پر لازم ہوتی ہے۔

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے دیکھئے حدیث نمبر 107 کی تشریح۔

Marfat.com

106: غصے کی حالت میں قاضی کوئی فیصلہ نہ کرے

106...... ((عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: لَا یَقْضِیَنَّ حَکَمٌ بَیْنَ اثْنَیْنِ وَھُوَ غَضْبَانُ۔))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3731 صحیح بخاری، رقم 7158 صحیح مسلم، رقم 4490
ترمذی، رقم 1334 نسائی، رقم 5421 ابن ماجه، رقم 2316
اللؤلؤ والمرجان، رقم 1119

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: کوئی قاضی غصے کی حالت میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں قاضی، جج اور منصف کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ غصے کی حالت میں لوگوں کے درمیان کوئی فیصلہ نہ کرے۔

2: اس کی وجہ ظاہر ہے کہ غصے کی حالت میں آدمی نارمل (Normal) نہیں رہتا۔ اُس کا ذہنی توازن صحیح نہیں ہوتا۔ وہ افراط وتفریط کا شکار ہوتا ہے۔ ہوش سے زیادہ جوش سے کام لیتا ہے۔ جب کہ فیصلہ کرنے کے لیے غور وفکر کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لیے دل ودماغ کا پرسکون، متوازن اور معتدل ہونا بہت ضروری ہے۔

3: پھر اگر خدانخواستہ قاضی یا جج کو فریقین میں سے کسی ایک پر غصہ ہو تو پھر فیصلے میں ناانصافی کے پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

4: لہٰذا ضروری ہے کہ غصہ کی حالت میں کوئی قاضی کسی مقدمے کا فیصلہ نہ کرے بلکہ ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ طبیعت کو حاضر کر کے اطمینان سے فیصلہ کرے۔

5: اسی پر قیاس کرتے ہوئے فقہا نے لکھا ہے کہ پیشاب یا پاخانے کے زور کی حالت میں بھی قاضی کوئی فیصلہ نہ کرے جیسا کہ اس حالت میں نماز پڑھنے سے بھی روکا گیا ہے۔

Marfat.com

107: اجتہاد کا اجر وثواب

107...... ((عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو وَّاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہما قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: إِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَھَدَ وَاَصَابَ، فَلَہٗ اَجْرَانِ. وَإِذَا حَکَمَ فَاجْتَھَدَ وَاَخْطَاَ، فَلَہٗ اَجْرٌ وَّاحِدٌ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3732 صحیح بخاری، رقم 7352 صحیح مسلم، رقم 4487
ترمذی، رقم 1326 نسائی، رقم 5381 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1118

''حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جب حاکم (یا قاضی یا مجتہد) فیصلہ کرتے وقت پوری کوشش کرے اور درست فیصلہ کرے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ البتہ جب وہ فیصلہ کرے اور کوشش کے باوجود غلطی کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی حاکم، قاضی یا مجتہد اجتہاد کرتا ہے تو اگر وہ حقیقت تک پہنچ جائے تو اُس کے لیے دوہرا اجر وثواب ہے اور اگر وہ کوشش کے باوجود حق نہ پاسکے تو بھی اس کے لیے اکہرا (ایک) ثواب ہے۔

2: اس حدیث سے اجتہاد کے شرعی دلیل ہونے کا ثبوت ملتا ہے تاکہ قرآن وسنت کی روشنی میں نئے مسائل کا حل معلوم کیا جاسکے۔

3: اجتہاد کا شرعی دلیل ہونا قرآنِ مجید، سنت اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

4: مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ نیک مسلمان ہو، عربی زبان کا ماہر ہو، حدیث وسنت کا عالم ہو، اجماع امت کے مسائل سے واقف ہو، اصول فقہ میں مہارت رکھتا ہو اور اپنے زمانے کے حالات سے باخبر ہو۔

5: اہلیت کے بغیر فیصلے اور اجتہاد کرنے والا شخص دوزخ میں جائے گا۔

Marfat.com

108: چہرے پر نہ مارنا

108...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ، فَإِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُوْرَتِهِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3525 صحیح بخاری، رقم 2559 صحیح مسلم، رقم 6651
ابوداؤد، رقم 4493 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1678 صحیفہ همام بن منبه، رقم 13

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی شخص کسی سے لڑائی کرے تو اُسے چاہیے کہ چہرے پر نہ مارے کیونکہ اللہ نے آدم کو اُس کی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔''

تشریح:

بعض روایتوں میں قَاتَلَ (لڑے) کی بجائے ضَرَبَ (مارے) بھی آیا ہے۔اسی طرح بعض روایات میں فَلْيَجْتَنِبْ (پس چاہیے کہ وہ بچے) کی بجائے فَلْيَتَّقِ (پس چاہیے کہ وہ بچائے) کا لفظ آ گیا ہے۔

اس حدیث کے پہلے حصے کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے کبھی لڑے اور اسے مارے تو جہاں تک ممکن ہو اس کے چہرے پر نہ مارے، بلکہ جسم کے دوسرے حصوں پر مارلے۔

قاضی حدود وتعزیرات میں بھی اس بات کا خیال رکھے گا، جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے کہ کسی مجرم کو سنگسار کرتے وقت یا اور سزا دیتے وقت حتی الامکان اس کے چہرے پر نہ مارا جائے۔

جمہور فقہاء کا قول یہ ہے کہ جب کوئی آقا اپنے غلام کو یا شوہر اپنی بیوی کو مارے تو بھی اسے اس کے چہرے پر نہیں مارنا چاہیے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ چہرہ لطیف اور نازک وکمزور اعضاء کا مرکب ہے، جن میں سے کسی پر چوٹ لگنے سے آنکھ وغیرہ کا بہت زیادہ نقصان ہوسکتا ہے۔ دوسرے چہرے پر زخم چھپتا نہیں ہے اور دوسروں کے سامنے اکثر اس کی وجہ سے شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے یا پھر جھوٹے بہانے بنائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

اس حدیث کے دوسرے حصے ”کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو اس کی صورت پر پیدا فرمایا ہے“ کے کئی مطالب بیان کیے گئے ہیں لیکن ہمارے نزدیک اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم (اور اس کی اولاد) کو ایسی صورت پر پیدا کیا ہے جو اُس کے اشرف المخلوقات ہونے کے شایانِ شان تھی۔

جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝﴾ (التین:4)

”ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔“

یہ حقیقت ہے کہ انسان کی تخلیق، اُس کے جسم کی ساخت، اُس کے اعضاء کا تناسب، اُس کی عقل، اُس کا شعور اور اُس کے جسم و روح کا امتزاج یہ سب اللہ تعالیٰ کا تخلیقی شاہکار ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

Marfat.com

109: ہتھیار سے اشارہ نہ کرنا

109...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
لَا يُشِيْرُ أَحَدُكُمْ عَلٰى أَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهِ فَيَقَعُ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ.))

مشکوۃ المصابیح، رقم 3518 صحیح بخاری، رقم 7072 صحیح مسلم، رقم 6668
اللؤلؤ والمرجان، رقم 1681

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
تم میں سے کوئی شخص اپنے اسلحے کے ذریعے اپنے بھائی کی طرف اشارہ نہ کرے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ ہوسکتا ہے کہ شیطان اُس کے ہاتھ سے جھپٹ کر (اس کے بھائی پر وار کرے) اور اس طرح وہ جہنم میں جا پڑے۔''

تشریح:

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی طرف مذاق سے بھی کسی ہتھیار سے اشارہ نہ کرے۔ ممکن ہے غلطی سے، یا بھولے سے یا شیطان کے وسوسے کے سبب وہ ہتھیار چل جائے، جس سے دوسرا مسلمان ہلاک ہو جائے اور وہ خود اس سلسلے میں اس گناہ کی وجہ سے دوزخ کی آگ کے گڑھے میں جا پڑے۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

مذکورہ حدیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس کی جان، اس کے مال اور اُس کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنی چاہیے۔

2: کسی کام میں بھی بے احتیاطی نہیں کرنی چاہیے اور مذاق میں بھی دوسرے مسلمان کو ہراساں نہ کیا جائے۔

Marfat.com

110: آخرت میں سب سے پہلے قتل کا فیصلہ ہوگا

110...... ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِي الدِّمَآءِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3448 صحیح بخاری، رقم 6864 صحیح مسلم، رقم 4381
اللؤلؤ والمرجان، رقم 1093 ترمذی، رقم 1396, 1397 نسائی، رقم 3996
ابن ماجه، رقم 2615

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خونوں (قتلوں) کا فیصلہ کیا جائے گا۔''

تشریح:

ترمذی کی روایت میں يُقْضٰى کی جگہ يُحْكَمُ اور اَلنَّاسِ کی جگہ اَلْعِبَادِ کا لفظ بھی آیا ہے اور ان کے معنی ایک ہی ہیں۔

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس مقدمے کا فیصلہ کیا جائے گا وہ قتل کے جرم اور گناہ کا مقدمہ ہوگا۔

2: ایک صحیح حدیث میں ہے کہ آخرت میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں باز پرس ہوگی اور اس کا حساب ہوگا۔ (ترمذی، رقم 413، نسائی، رقم 466)

3: لیکن ان دونوں صحیح حدیثوں میں مطابقت کی یہ صورت ہے کہ پہلے حقوق اللہ کا حساب ہوگا اور اُن میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں مواخذہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں کے حق پر مقدم ہے اور بندوں کے حقوق میں سب سے زیادہ اہم حق جان کی حفاظت کا ہے۔ اس لیے حقوق العباد میں سب سے پہلے جان لینے یعنی قتل کے جرم کا مواخذہ ہوگا۔

4: بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ حقوق العباد زیادہ اہم اور مقدم ہیں حقوق اللہ سے۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں کے حق پر مقدم ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے:

Marfat.com

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (بنی اسرائیل: 23)

''اور تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حق کو والدین کے حق پر ترجیح دی ہے اور اسے مقدم ٹھہرایا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ خالق ہے اس لیے اُس کا حق مخلوق کے حق پر فوقیت رکھتا ہے۔

5: البتہ یہ بات درست ہے کہ حقوق اللہ تو خود اللہ تعالیٰ معاف کرتا ہے اور حقوق العباد صرف بندوں کے معاف کرنے سے معاف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں شہید کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے مگر قرض کا گناہ معاف نہیں کرے گا کیونکہ وہ بندوں کا حق ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

((يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنَ .)) (صحیح مسلم، رقم: 4883)

''قرض کے سوا شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

Marfat.com

111: لڑنے والے قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں

111...... ((عَنْ أَبِیْ بَکْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

إِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ أَحَدُهُمَا عَلٰی أَخِیْهِ السِّلَاحَ، فَهُمَا فِیْ جُرُفِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا قَتَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ دَخَلَاهَا جَمِیْعًا.

وَفِیْ رِوَایَةٍ:

إِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفَیْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ. قُلْتُ: هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ: إِنَّهٗ کَانَ حَرِیْصًا عَلٰی قَتْلِ صَاحِبِهٖ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3538 صحیح بخاری، رقم 6875

صحیح مسلم، رقم 7252,7255 ابوداؤد، رقم 4268 نسائی، رقم 4121

اللؤلؤ والمرجان، رقم 1834

"حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

جب دو مسلمان مقابلے میں آ جائیں اور اُن میں سے ایک دوسرے پر اسلحہ تان لے تو وہ دونوں اُس وقت دوزخ کے کنارے پر ہوتے ہیں۔ پھر جب ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو قتل کر دیتا ہے تو وہ دونوں اکٹھے جہنم میں جائیں گے۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

جب دو مسلمان اپنی تلواریں سونت کر ایک دوسرے کے مقابلے میں آ جاتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

میں نے عرض کیا: قاتل تو جہنمی ہے مگر مقتول کیوں جہنمی ہوگا؟

اس پر نبی ﷺ نے فرمایا:

وہ اس لیے جہنمی ہوگا کہ وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنے پر تلا ہوا تھا۔"

Marfat.com

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب دو مسلمان ناحق طور پر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں۔ دونوں کا ارادہ ایک دوسرے کو قتل کرنے کا ہو۔ پھر اُن میں سے کسی ایک کے وار سے دوسرا مارا جائے تو وہ دونوں ...... قاتل اور مقتول ...... اکٹھے دوزخ میں جائیں گے۔ کیونکہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا عملی کفر اور حرام ہے جس کی سزا دوزخ کی آگ ہے۔

2: اگر ان دونوں میں سے ایک حق پر تھا اور دوسرا حق پر نہ تھا، تو جو حق پر تھا اُسے دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا اور جو حق پر نہ تھا صرف وہی دوزخ میں جائے گا۔

3: اس حدیث میں جو یہ فرمایا گیا کہ مقتول اس لیے دوزخ میں جائے گا کہ وہ بھی قاتل کو مار ڈالنے پر تلا ہوا تھا تو بعض لوگوں نے اس سے یہ سمجھ لیا کہ آخرت میں ہر برے کام کے ارادے اور نیت پر بھی مواخذہ ہوگا۔ حالاں کہ ایسی بات مسلمہ اسلامی عقیدے کے خلاف ہے کیونکہ صحیح حدیث قدسی میں ہے کہ برائی کا محض ارادہ کر لینے پر گناہ نہیں ملتا۔

(صحیح بخاری، رقم 6491، صحیح مسلم، رقم 338، مشکوٰۃ الحدیث، جلد اوّل، تشریح حدیث نمبر 107، ص 280)

اس حدیث پر ذرا غور کر لینے ہی سے بات صاف ہو جاتی ہے کہ اس میں مقتول کی محض نیت نہ تھی کہ وہ قاتل کو قتل کرتا بلکہ اس کے لیے وہ ہتھیار سے مسلح ہو کر مقابلے پر آیا تھا۔ اس لیے یہ صرف نیت یا ارادے کا معاملہ نہ تھا بلکہ اس میں نیت کے ساتھ عمل بھی شامل تھا جس کی وجہ سے وہ مقتول شخص بھی دوزخ میں جائے گا۔ یہ الگ بات ہوئی کہ اس کا وار اوچھا پڑا اور قاتل کا وار کارگر ہو گیا تھا۔

Marfat.com

112: مسلمان کا ناحق قتل عملی کفر ہے

112...... ((عَنْ جَرِيْرٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: لَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3537 صحیح بخاری، رقم 7080 صحیح مسلم، رقم 223
ترمذی، رقم 2193 نسائی، رقم 4130 ابن ماجه، رقم 3942
اللؤلؤ والمرجان، رقم 44

''حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔''

تشریح:

1: حجۃ الوداع کے موقع پر فرمائی گئی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے کسی مسلمان کے ناحق قتل کو کافرانہ فعل قرار دیا ہے اور اس سے باز رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

2: اسی مضمون کی یہ حدیث بھی ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهٗ كُفْرٌ .)) (صحیح بخاری، رقم 48، صحیح مسلم، رقم 221، ترمذی 1983، نسائی، رقم 4105)

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا گناہ اور اس سے لڑنا کفر ہے۔''

3: اس سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا عملی کفر ہے اور حرام ہے۔

4: قرآنِ مجید میں ہے کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (النساء:93)

Marfat.com

113: مسلمان کی جان کا احترام اور قتل کا قصاص (بدلہ) لینا

113...... ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَإِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ: اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِيْ وَالْمَارِقُ لِدِيْنِهٖ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3446 صحیح بخاری، رقم 6878 صحیح مسلم، رقم 4375
ابوداؤد، رقم 4352 ترمذی، رقم 1444 نسائی، رقم 4725
ابن ماجہ، رقم 2534 اللؤلؤ والمرجان، رقم 1091

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جو مسلمان شخص یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو اس کا خون (قتل) صرف تین حالتوں میں جائز ہوسکتا ہے: جان کے بدلے جان میں، شادی شدہ زانی ہونے کی صورت میں، اور دین سے مرتد ہو کر جماعت چھوڑ جانے کی صورت میں۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں مسلمان کی جان کا احترام بیان ہوا ہے کہ کسی مسلمان کو، ...... جو اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کی اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہو ...... قتل کرنے کی اجازت نہیں سوائے تین صورتوں میں:

ایک قصاص یعنی قتل کے بدلے میں،

دوسرے جب وہ شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے تو اُسے سنگسار کیا جائے گا۔

تیسرے جب وہ مرتد ہوجائے۔

2: حدیث میں سب سے پہلے مسلمان کی کچھ وضاحت کی گئی کہ ہر وہ شخص مسلمان ہے جو یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ گویا ہر کلمہ پڑھنے والا شخص مسلمان ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ لہٰذا ہر کلمہ گو کی جان کا احترام کیا جائے گا۔

Marfat.com

3: اسلامی شریعت میں مرتد کی سزا قتل ہے۔اس پر اجماعِ امت ہے۔البتہ جمہور فقہاء مرتد کو توبہ کی مہلت دیتے ہیں۔

4: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہو تو اُسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ کوئی اور سزا دی جائے گی۔اُن کی یہ رائے جمہور فقہاء کے خلاف ہے۔

5: لیکن اسلامی شریعت میں بعض دوسرے جرائم پر بھی کسی مسلمان کا قتل جائز ہے جیسے جادوگر یا نبی ﷺ کی شان میں گستاخی اور توہین کرنے والے کی سزا بھی (سیاستہً) قتل ہے۔

6: ویسے عام حالات میں مسلمان کی جان کا احترام کیا جائے گا۔اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

((......فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا...... لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ...... .)) (بخاری، رقم: 7078)

''تمہاری جان، تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو ایک دوسرے کے لیے اسی طرح حرام ہیں جیسے یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر (مکہ مکرمہ) محترم ہیں......خبردار! میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو......''

Marfat.com

114: خودکشی حرام ہے

114...... ((عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ، فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّينًا، فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ، فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3455 صحیح بخاری، رقم 3463 صحیح مسلم، رقم 307
اللؤلؤ والمرجان، رقم 73

''سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
تم میں سے جو لوگ پہلے ہو گزرے ہیں، اُن میں سے ایک آدمی جب زخمی ہوا تو اُس نے واویلا کرنا شروع کیا۔ پھر اُس نے ایک چھری اُٹھائی اور اُس سے اپنا زخمی ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس کا خون اُس وقت تک نہ رکا جب تک اُس کی جان نہ نکل گئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
میرے بندے نے اپنی جان کے بارے میں مجھ سے پہل کی تو میں نے اس کے لیے جنت حرام کر دی۔''

تشریح:

1: یہ حدیث قدسی ہے۔

2: اس حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ پہلے زمانے کے کسی شخص نے زخم کی تکلیف کے باعث خودکشی (Suicide) کر لی تو اس گناہ کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت حرام کر دی اور اُسے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

3: اس حدیث سے ملتی جلتی ایک اور حدیث یہ ہے:
((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
مَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدّٰى فِيهَا خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ تَحَسّٰى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا

Marfat.com

مُـخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا .)) (صحيح بخاری، رقم 5778، صحيح مسلم، رقم 300، نسائی، رقم 1965، ترمذی، رقم 2044، مشکوٰۃ المصابيح، رقم 3453)

''جو شخص اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر مار لے، وہ دوزخ کی آگ میں گرتا رہے گا اور اُس میں ہمیشہ رہے گا۔ جس نے زہر کے ذریعے خودکشی کی تو اُس کا زہر اُس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں پیتا رہے گا اور اُس میں ہمیشہ رہے گا۔ جس کسی نے لوہے کے کسی آلے سے خودکشی کرلی تو اس کا ہتھیار اُس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ دوزخ کی آگ میں اُسے اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور اُس میں ہمیشہ کے لیے رہے گا۔''

4: حدیث میں اگرچہ پہلے زمانے کے کسی آدمی کا واقعہ بیان ہوا ہے لیکن اس میں ہماری اُمت کے لیے بھی تنبیہ اور عبرت ہے۔

5: اسلامی شریعت کے مطابق خودکشی کرنا حرام ہے مگر خودکشی کرنے والے مسلمان کی نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے گی۔ کیونکہ ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنی واجب ہے۔

Marfat.com

115: حدود میں سفارش جائز نہیں

115...... ((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ فَقَالُوْا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا: وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ؟ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ، ثُمَّ قَالَ:
إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَأَيْمُ اللّٰهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3610 — صحیح بخاری، رقم 3475 — صحیح مسلم، رقم 4410
ترمذی، رقم 1430 — نسائی، رقم 4899 — اللؤلؤ والمرجان، رقم 1100

"اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تھی اور قریش کے لوگ اس معاملے میں سخت فکر مند تھے۔ پھر انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ اس بارے میں کون شخص نبی ﷺ سے بات کر سکتا ہے۔ اُن میں سے بعض نے کہا کہ اس معاملے میں نبی ﷺ سے اگر کوئی بات کر سکتا ہے تو وہ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ وہ آپ ﷺ کے پیارے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں نبی ﷺ سے بات چیت کرنے پر آمادہ کر لیا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں ان کی درخواست پیش کی۔ اس پر نبی ﷺ نے اُسامہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرنا چاہتے ہو؟

یہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور لوگوں کے سامنے خطبہ دیا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی اُمتیں اس وجہ سے ہلاک ہو گئیں کہ جب اُن کا کوئی صاحب حیثیت شخص چوری کرتا تھا تو اُسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اسے سزا دیتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بنت محمد (ﷺ) نے بھی چوری کی ہوتی تو میں اُس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹ دیتا۔"

Marfat.com

تشریح:

1: اس حدیث میں بنو مخزوم کی جس عورت کا واقعہ بیان ہوا ہے اُس کا نام فاطمہ بنت اسود تھا اور وہ قریش کی شاخ بنو مخزوم سے تعلق کی وجہ سے فاطمہ مخزومیہ کہلاتی تھی۔ یہ فتح مکہ کے زمانے کا واقعہ ہے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ عورت لوگوں کے سامنے زیور اُدھار لیتی اور بعد میں مکر جاتی تھی۔ جب اس کا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا اور جرم ثابت ہو گیا تو قریش کے لوگ پریشان ہوئے کہ کہیں اس کا بھی ہاتھ نہ کاٹ ڈالا جائے۔ لیکن نبی ﷺ کے سامنے سفارش کرنے کی ہمت کون کر سکتا تھا۔ پھر مشورہ یہ ہوا کہ نوجوان اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سفارش کرائی جائے کیونکہ حضور ﷺ کو اُن سے بہت محبت تھی۔ جب اُسامہ رضی اللہ عنہ نے سفارش کی تو حضور ﷺ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا:

”کیا تم اللہ کی حدود کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟“

اس پر اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنی غلطی کی معافی مانگ لی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا:

”تم سے پہلے جو قومیں تباہ ہوئیں تو اُن کا طریقہ یہ تھا کہ جب اُن میں سے کوئی معزز شخص جرم کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور جب عام آدمی جرم کرتا تو اُسے سزا دیتے تھے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرتی، تو میں اُس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹ دیتا۔“

2: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدود کے مقدمات میں سفارش کرنا منع اور حرام ہے اور یہ کہ اسلام میں چوری کی سزا یہ ہے کہ مجرم کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

3: اسلامی شریعت کے فوجداری قانون (Criminal Law) میں جرائم پر دو طرح کی سزائیں رکھی گئی ہیں، ایک حد اور دوسری تعزیر۔ حد وہ مقرر سزا ہے جس میں نہ کمی بیشی ہو سکتی ہے اور نہ اُسے معاف کیا جا سکتا ہے جیسے چوری پر ہاتھ کاٹنا اور قذف (زنا کی تہمت) پر اسی (80) کوڑوں کی سزا مقرر ہے۔

تعزیر وہ سزا ہے جو شریعت میں مقرر نہیں ہے۔ جس میں حالات کے مطابق کمی بیشی ہو سکتی ہے اور جو معاف بھی کی جا سکتی ہے کیونکہ یہ صوابدیدی سزا (Discretionary Punishment) ہوتی ہے۔

4: چوری کے جرم پر ہاتھ کاٹنے کی سزا قرآنِ مجید میں اس طرح بیان ہوئی ہے:

﴿وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ

Marfat.com

عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

(المائدہ:38)

''اور چور مرد ہو یا عورت ہو، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہی اُن کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا بھی۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

اس طرح قرآنِ مجید نے چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا کے دو مقاصد بیان کیے ہیں:

پہلا مقصد یہ ہے ﴿جَزَآءً بِمَا كَسَبَا﴾ (اُن کی کمائی کا بدلہ) یعنی مجرم کو اُس کے جرم کی پوری سزا دی جائے۔ جس ہاتھ نے چوری کی تھی اُس ہاتھ کو کاٹ دیا جائے تا کہ آئندہ کوئی ہاتھ چوری کی طرف نہ بڑھے۔ یہ گویا علاج بالمثل ہے۔

اس سزا کا دوسرا مقصد ہے ﴿نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ﴾ (اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا) جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سزا دوسروں کے لیے عبرت کا باعث بن جائے۔ جب سب لوگوں کے سامنے چور کا ہاتھ کٹے گا اور وہ اس کٹے ہوئے ہاتھ کے ساتھ معاشرے میں چلے پھرے گا تو اس سے دوسروں کو عبرت حاصل ہوگی کہ چوری کرنے کا یہ انجام ہوتا ہے۔ یہی چیز دوسرے لوگوں کو جرم سے باز رکھنے کا ذریعہ (Deterent) ثابت ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا اس جرم کی سزا بھی ہے اور عبرت کا سامان بھی۔

5: اسلام میں ہر قسم کی چوری یا بالکل معمولی چیز کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی حد نہیں ہے بلکہ اس سزا کے نفاذ کے لیے بعض ضروری شرطیں ہیں جن کے بغیر یہ سزا نافذ نہیں کی جاسکتی۔ ان شرائط کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

6: چوری کا جرم ثابت ہونے پر چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ سنت اور اجماعِ امت سے یہی ثابت ہے۔

7: بعض مغرب زدہ لوگ اسلامی حدود کو ''وحشیانہ'' اور ''ظالمانہ'' سزائیں ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ دوسروں کا مال چوری کرنا کون سا مہذب فعل ہے کہ اس پر کوئی مہذب سزا دی جائے۔ یہ لوگ معاشرے میں چوری کے جرم کی خوفناک شرح دیکھ کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ مگر جب یہ سنتے ہیں کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا تو ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور ان کو الرجی ہونے لگتی ہے۔ ان کی ساری ہمدردیاں چوروں اور مجرموں کے ساتھ ہیں اور لٹے پٹے مظلوم انسانوں کے حق میں یہ سنگ دل واقع ہوئے ہیں پھر ایسے لوگ کبھی یہ فلسفہ بگھارتے ہیں کہ مجرم تو ایک قسم کا ذہنی مریض ہوتا ہے حالاں کہ مجرم ذہنی مریض ہو یا نہ ہو، یہ لوگ خود ذہنی مریض ضرور ہوتے ہیں جو مغرب زدگی کے

Marfat.com

مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جرائم سے پاک معاشرہ نہیں چاہتے۔

یہ واقعہ ہے کہ اسلامی حدود جہاں بھی نافذ کی گئیں وہاں جرائم ختم ہوگئے یا انتہائی کم ہوگئے۔ اس سلسلے میں سعودی عرب کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ دوسری طرف جن معاشروں میں انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت مجرموں اور چوروں کو 'مہذب' سزائیں دی جاتی ہیں وہاں جرائم کی شرح خوفناک حد تک پہنچ گئی ہے اور حالت یہ ہے کہ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

8: چوری پر ہاتھ کاٹنے کی قرآنی حد کے بارے میں 'صاحب تدبر قرآن' لکھتے ہیں کہ:

''اس زمانے کے کسی متمدن سے متمدن ملک کے صرف ایک سال کے وہ ہولناک جرائم جمع کر لیے جائیں جو محض چوری کی وجہ سے پیش آئے تو وہ آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں۔ لیکن تہذیب جدید کے مارے ہوئے انسان کی پیشانی یہ سن کر تو عرق آلود ہو جاتی ہے کہ چوری پر کسی کا ہاتھ کٹ جائے لیکن اُن ہزاروں دل ہلا دینے والے واقعات سے اس کا دل نہیں پسیجتا جو بالواسطہ یا بلاواسطہ چوری کی راہ سے ظہور میں آتے ہیں۔ اگر چوری کی راہ مسدود ہو جائے تو یہ یا تو بالکل ہی ناپید ہو جائیں گے یا کم از کم یہ کہ انتہائی حد تک کم ہو جائیں گے۔ چنانچہ تجربہ گواہ ہے کہ چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا سے نہ صرف چوری کے واقعات انتہائی حد تک کم ہو گئے بلکہ دوسرے جرائم میں بھی انتہائی کمی ہو گئی۔ پھر اگر چند ہاتھ کٹ جانے سے ہزاروں سر، ہزاروں گھر، ہزاروں آبروئیں محفوظ ہو جائیں، ظلم وشقاوت اور حرث ونسل کی بربادی کے بہت سے ابواب کا خاتمہ ہو جائے تو عقل سلیم تو یہی کہتی ہے کہ یہ مہنگا سودا نہیں ہے بلکہ نہایت بابرکت سودا ہے، لیکن موجودہ زمانے کے دانش فروشوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔'' (تدبر قرآن، ج 2، ص 513 طبع لاہور)

9: اس حدیث سے یہ حقیقت بھی معلوم ہوئی کہ ایسے معاشرے جن میں عدل وانصاف نہ ہو، حق دار کو اُس کا حق نہ ملتا ہو۔ رشوت اور سفارش کا دور دورہ ہو۔ قانون غریبوں کے لیے شکنجہ اور امیروں کے لیے موم کی ناک ہو تو ایسے معاشرے جلد تباہ وبرباد ہو جاتے ہیں۔

افسوس آج ہمارے اپنے معاشرے کا یہی حال ہو چکا ہے ع

بیڑہ یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

Marfat.com

116: زنا کی حد (سزا)

116...... ((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ وَزَیْدِ بْنِ خَالِدٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلَیْنِ إِخْتَصَمَا إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. فَقَالَ أَحَدُهُمَا: إِقْضِ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰهِ وَقَالَ الْآخَرُ: أَجَلْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَاقْضِ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰهِ وَائْذَنْ لِیْ أَنْ أَتَکَلَّمَ، قَالَ: تَکَلَّمْ! قَالَ: إِنَّ ابْنِیْ کَانَ عَسِیْفًا عَلٰی هٰذَا، فَزَنٰی بِإِمْرَءَتِهٖ، فَأَخْبَرُوْنِیْ أَنَّ عَلَی ابْنِیَ الرَّجْمَ، فَافْتَدَیْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَبِجَارِیَةٍ لِیْ، ثُمَّ إِنِّیْ سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُوْنِیْ أَنَّ عَلَی ابْنِیْ جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِیْبَ عَامٍ، وَإِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَی امْرَءَتِهٖ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ! لَأَقْضِیَنَّ بَیْنَکُمَا بِکِتَابِ اللّٰهِ، أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِیَتُكَ فَرَدٌّ عَلَیْكَ، وَأَمَّا ابْنُكَ فَعَلَیْهِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِیْبُ عَامٍ، وَأَمَّا أَنْتَ، یَا أُنَیْسُ! فَاغْدُ إِلَی امْرَءَةِ هٰذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا. فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا.

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3555	صحیح بخاری، رقم 6633	صحیح مسلم، رقم 4435
ابوداؤد، رقم 4445	ترمذی، رقم 1433	ابن ماجه، رقم 2559
نسائی، رقم 5410	اللؤلؤ والمرجان، رقم 1103	

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی اپنا مقدمہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن میں سے ایک نے عرض کیا: ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔ دوسرا بولا: جی ہاں، یا رسول اللہ! ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ فرمائیں اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بات کرو۔

اُس نے عرض کیا: میرا لڑکا اس شخص کے ہاں مزدور تھا اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کرلیا۔ بعض لوگوں نے مجھے بتایا کہ میرے لڑکے پر رجم یعنی سنگ ساری کی حد لاگو ہوتی ہے۔ لیکن میں نے اس کے فدیے میں سو (100) بکریاں اور اپنی ایک لونڈی دے دی۔ بعد میں جب اہل علم سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے لڑکے پر سو (100) کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی کی سزا عائد ہوتی ہے اور اس شخص کی بیوی پر

Marfat.com

سنگساری کی حد لاگو ہوتی ہے۔

اُس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ تمہاری بکریاں اور لونڈی واپس کر دی جائیں۔ تمہارے لڑکے پر سو (100) کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہے۔ اور اے اُنیس! تم اس عورت کے پاس پہنچو، اگر وہ جرم کا اعتراف کر لے تو اسے سنگسار کر دو۔

چنانچہ اس عورت نے اقبالِ جرم (Confession) کر لیا اور اُسے سنگسار کر دیا گیا۔"

تشریح:

1: قرآنِ مجید میں زنا کے جرم کی سزا اس طرح بیان ہوئی ہے:

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾ (النور:2)

"زانی عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو (100) کوڑے مارو۔ اور اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل میں تمہیں ان دونوں پر رحم نہیں آنا چاہیے اور ضروری ہے کہ دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود رہے۔"

2: اس بات پر اجماعِ اُمت ہے کہ قرآنِ مجید کی مذکورہ آیت (النور:2) میں سو (100) کوڑوں کی جو سزا بیان ہوئی ہے وہ کنوارے مرد اور کنواری عورت کے زنا کے لیے ہے۔ رہے شادی شدہ مرد اور عورت تو اُن کے جرمِ زنا کی سزا سنت کی رُو سے رجم یعنی سنگساری (پتھروں سے ہلاک کرنا) ہے۔

3: تمام حدود و تعزیرات کی طرح زنا کی حد کا نفاذ بھی صرف مجاز شرعی عدالت ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔

4: زنا کا جرم چار معتبر چشم دید مرد گواہوں کی گواہی سے یا مجرم کے اعترافِ جرم (Confession) سے ثابت ہو جاتا ہے۔

5: اس حدیث میں زنا کے مجرم مزدور لڑکے کو سو (100) کوڑوں اور سال بھر کی جلاوطنی کی سزا دی گئی کیونکہ وہ کنوارا تھا اور عورت کو رجم یعنی سنگسار اس لیے کیا گیا کیونکہ وہ شادی شدہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ

Marfat.com

اسلام میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زانی کی سزا میں فرق رکھا گیا ہے۔ افسوس" صاحب تدبر قرآن" اس مسئلے پر بحث کرتے وقت علمی خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کئی احادیث سمیت مذکورہ حدیث کو بھی گول کر گئے ہیں۔

6: جرم پر سزا کا ہونا ایک فطری، عقلی، اخلاقی اور تہذیبی تقاضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جرائم کی روک تھام کے لیے اسلام میں حدود وتعزیرات رکھی گئی ہیں۔

7: اسلامی شریعت میں زنا کو کبیرہ گناہ شمار کیا گیا ہے اور اسے شرک اور قتل ناحق کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ﴾ (الفرقان:68)

"اور جو لوگ اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے۔ جو کسی ایسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے اور وہ زنا نہیں کرتے۔"

اسی مضمون کی ایک صحیح حدیث یہ ہے کہ:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ؟ قَالَ: أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ. قُلْتُ: إِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِيمٌ ...... قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: وَأَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ. قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ.)) (صحیح بخاری، رقم 4477، صحیح مسلم، رقم 257، ابوداؤد، رقم 2310، ترمذی، رقم 3182، نسائی، رقم 4018)

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک بنائے جب کہ اسی اللہ نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے کہا یہ تو واقعی بڑا بھاری گناہ ہے۔ میں نے پھر عرض کیا: اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنے بیٹے (یا بیٹی) کو اس اندیشے سے قتل کردے کہ کہیں وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہو جائے۔ پھر میں نے تیسری بار پوچھا: اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے۔"

Marfat.com

8: یاد رہے زنا کوئی ایک گناہ اور جرم نہیں ہے بلکہ یہ بہت سے گناہوں اور جرائم کا مجموعہ ہے۔ اس لیے اس پر سخت سزا رکھی گئی ہے۔

9: چونکہ ہمارے ہاں کے بعض مغرب زدہ لوگ اور منکرین حدیث شادی شدہ زانیوں کے لیے رجم یعنی سنگساری کی سزا پر اعتراض کرتے ہیں۔ اس لیے ہم اس مسئلے کو تفصیل سے بیان کریں گے:

قرآن میں جرم زنا کی سزا:

قرآنِ حکیم نے زنا کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے آغاز میں یہ سزا بیان کی تھی کہ اگر چار گواہ اس امر کی شہادت دے دیں کہ انہوں نے کسی مرد اور عورت کو زنا کرتے دیکھا ہے تو ان دونوں کو مارا پیٹا جائے اور زانیہ عورت کو گھر میں قید کر دیا جائے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ج فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا o وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا o﴾ (النساء:15,16)

”اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں تو ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی طلب کرو۔ اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے یا کسی موقع پر ان کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی راستہ نکال دے، اور اگر تم میں سے مرد اسی جرم کا ارتکاب کریں تو ان کو ایذا دو۔ پھر اگر وہ توبہ اور اصلاح کر لیں تو ان کو چھوڑ دو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔“

جرم زنا کی مذکورہ بالا سزا قرآن مجید کا ایک ابتدائی اور عارضی نوعیت کا حکم تھا جس کی طرف ”اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا“ (ان کے لیے اللہ کوئی راستہ نکال دے گا) کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں۔

اس کے بعد سورۂ نور کی آیت 2 میں اس سلسلے کا مستقل حکم نازل ہوا:

﴿اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ج وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ o﴾ (النور:2)

Marfat.com

"زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور اللہ کے قانون کے معاملے میں قطعاً کوئی نرمی اختیار نہ کرو، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ضروری ہے کہ ان کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود رہے۔"

اس آیت کے نزول کے بعد سورۂ نساء کے مذکورہ بالا احکام منسوخ ہوگئے۔ اب آئندہ کے لیے جرمِ زنا کی سزا سو کوڑے مقرر ہوگئی۔

مگر آیت جلد کا یہ حکم درحقیقت کوئی حکم عام نہ تھا کہ اس میں ہر قسم کا مرتکب زنا شامل ہو، کیونکہ قرآن حکیم نے زانیہ لونڈیوں (اور ان کے ساتھ غلاموں) پر اس حکم کا اطلاق نہیں کیا، بلکہ ان کی تخصیص کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَإِذَآ أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾ (النساء:25)

"جب وہ لونڈیاں قید نکاح میں آجائیں اور پھر اگر وہ کوئی بدکاری کریں تو ان کے لیے اس سزا کا نصف ہے جو "محصنات" (آزاد عورتوں) کے لیے مقرر ہے۔"

واضح رہے کہ یہاں پر "العذاب" کی جو سزا بیان ہوئی ہے یہ وہی سزا ہے۔ جسے آیت جلد میں عَذَابَهُمَا کہا گیا ہے، اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔

اس طرح قرآن مجید نے قیدِ نکاح میں آئی ہوئی لونڈیوں (اور ان کے ساتھ غلاموں) کے لیے ارتکابِ زنا کی صورت میں نصف سزا یعنی پچاس کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ سورۂ النور کی آیت جلد (2) کا حکم کوئی عام حکم نہیں ہے بلکہ اس کا حکم صرف آزاد زانیوں کے لیے خاص ہے اور جو لوگ اسے عام حکم سمجھ کر اس سے زنا کے ہر مجرم کی سزا سو (100) کوڑے قرار دیتے ہیں ان کی رائے قرآنِ مجید کے خلاف ہے۔

پھر سنت نے ان آزاد زانیوں کی مزید وضاحت کر دی ہے کہ ان میں سے بھی صرف غیر شادی زانی مراد ہیں۔ رہے شادی شدہ آزاد زانی تو ان کے لیے رجم یعنی سنگساری کی حد (مقررہ سزا) ہے۔

سنت اور سزائے رجم:

اب ہم تفصیل کے ساتھ ان تمام احادیث صحیحہ کا استقصاء کریں گے جن سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا

Marfat.com

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شادی شدہ آزاد زانیوں پر کوڑوں کی بجائے رجم کی سزا نافذ کی۔اس سلسلے میں ہم پہلے قولِ رسول اور اس کے بعد فعلِ رسول بیان کرتے ہیں:

ا: قولِ رسول اللہ ﷺ!

1: ((عن عائشه رضی اللہ عنہا، قالت قال رسول الله ﷺ: "لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا الـه الا الله وان محمد رسول الله، الا باحدى ثلاث: رجل زنى بعد احصان فانه يـرجـم ورجـل خرج محارباً بالله ورسوله فانه يقتل اويصلب اوينفى من الارض، اويقتل نفسا فيقتل بها.)) (ابو داؤد، كتاب الحدود، حديث: 4353)

"سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کسی مسلمان کا خون مباح نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں مگر تین صورتوں میں اس کا خون مباح ہو جاتا ہے۔پہلی صورت یہ ہے کہ وہ شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے، اس جرم پر اسے سنگسار کیا جائے گا۔دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت کرے تو (تو اس جرم کی پاداش میں) اسے قتل کیا جائے گا یا اسے پھانسی دی جائے گی یا اسے جلاوطن کر دیا جائے گا۔تیسری صورت یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو قتل کر دے تو اس پر اسے بھی (قصاص کے طور پر) قتل کر دیا جائے گا۔"

2: ((عَنْ عبدالله رضی اللہ عنہما قال قال رسول الله ﷺ لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا الـه الا الـلـه وانـى رسـول الـله، الا باحدى ثلاث: النفس بالنفس والثيب الزانى، والمارقِ من الدين التارك الجماعة.)) (صحيح بخارى، كتاب الديات، حديث: 6878)

"سیّدنا عبداللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی مسلمان کا خون مباح نہیں جب کہ وہ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر تین حالتوں میں اس کا خون مباح ہوگا۔پہلی یہ کہ قصاص کی حالت میں، دوسری یہ کہ شادی شدہ زانی ہونے کی صورت میں اور تیسری یہ کہ دین کو چھوڑنے اور جماعتِ مسلمین سے الگ ہونے کی شکل میں۔"

3: ((عـن ابـى امـامة بن سهل: قال: كنا مع عثمان وهو مع عثمان وهو محصور فى الـدار، وكـان فى الدار مدخل من دخله سمع كلام من على البلاط فدخله عثمان، فـخـرج الينا وهو متغير لونه فقال: انهم ليتوا عدُننى بالقتل آنفاً قال: قلنا يكفيكم الله

Marfat.com

یا امیر المؤمنین .... قال ولم یقتلوننی؟))

((سمعت رسول الله ﷺ یقول: " لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث: کفر بعد اسلام او زنا بعد احصان، او قتل نفس بغیر نفس، فواللّٰہ ما زنیت فی جاهلیة ولا فی اسلام قط، ولا احببت ان لی بدینی بدلا مُنذ هدانی الله ولا قتلت نفساً فبِمَ یقتلوننی؟.)) (سنن ابی داؤد، کتاب الدیات، حدیث: 4502)

''سیّدنا ابوامامہ بن سہل کہتے ہیں کہ میں اور دوسرے لوگ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے جب وہ اپنے گھر میں محصور تھے اور اس گھر کا ایک راستہ تھا جس کے اندر کھڑا آدمی مقام بلاط پر کھڑے لوگوں کی بات آسانی سے سن سکتا تھا۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے، ان کے چہرے کا رنگ متغیر تھا، وہ باہر نکلے اور فرمایا: ''ابھی یہ لوگ مجھے قتل کر دینے کی دھمکی دے رہے تھے۔'' ہم نے عرض کیا: ''اے امیر المؤمنین! ان کے مقابل میں اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہے۔'' فرمایا: ''یہ لوگ کیوں میرے قتل کے در پے ہیں۔''

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''کسی مسلمان کا خون حلال نہیں سوائے اس کے کہ تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت واقع ہو، وہ اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لے یا شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے، یا کسی کو ناحق قتل کر دے۔ خدا کی قسم! میں نہ تو جاہلیت میں زنا کا مرتکب ہوا اور نہ اسلام لانے کے بعد۔ دوسرے یہ کہ میں نے اپنا دین بدلنا بھی پسند نہیں کیا جب سے مجھے اللہ نے ہدایت کی توفیق دی ہے۔ تیسرے یہ کہ میں نے کسی کو ناحق قتل بھی نہیں کیا، پھر یہ لوگ مجھے کس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہیں؟''

ان تینوں قولی احادیث کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ از روئے سنت شادی شدہ کے لیے کوڑوں کی بجائے قتل بصورتِ رجم کی سزا مقرر ہے۔

ب: فعل رسول اللہ ﷺ!

4: ((عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال اتی رجل رسول الله ﷺ وهو فی المسجد فناداه فقال یا رسول الله ﷺ! انی زنیت، فاعرض عنه حتی ردّد علیه اربع مرات، فلما شهد علی نفسه اربع شهادات۔ دعاه النبی ﷺ فقال: " أبك جنون؟ " قال: " لا " قال: " فهل احصنت؟ " قال: " نعم " فقال النبی ﷺ: " اذهبوا به فارجموه.))

(صحیح بخاری، حدیث: 6815)

Marfat.com

''سیّدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس آدمی نے آپ ﷺ کو آواز دی اور کہا: ''اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔'' آپ ﷺ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ اس آدمی نے آپ کو چار مرتبہ متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ پھر جس وقت اس نے چار دفعہ قسم کھا کر اپنے جرم کا اقرار کرلیا تو نبی ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا: ''کیا تو پاگل ہے؟ وہ بولا: ''نہیں۔'' آپ نے پوچھا: ''کیا تو شادی شدہ ہے؟ جواب ملا ''جی ہاں۔'' اس کے بعد نبی ﷺ نے حکم دیا ''لوگو! اسے لے جا کر سنگسار کردو۔''

5: ((عن جابر بن عبدالله الانصاری أن رجلا من اسلم اتی رسول الله ﷺ فحدثه انه قد زنی، فشهد علی نفسه اربع شهادات، فامر به رسول الله ﷺ فرجم وكان قد أُحصِنَ.))

(صحیح بخاری، حدیث: 6814)

''حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ پھر اس نے چار دفعہ قسم کھاتے ہوئے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اسے رجم کئے جانے کا حکم دیا اور پھر اسے رجم کیا گیا اور وہ شخص شادی شدہ تھا۔''

6: ((عن ابی هريرة انه قال اتی رجل من المسلمين رسول الله ﷺ وهو فی المسجد فناداه فقال يا رسول الله! انی زنيت فاعرض عنه فتنحی تلقاء وجهه، فقال له يا رسول اللّٰه! انی زنيت فاعرض عنه حتىّٰ ثنّٰی ذٰلك عليه اربع مرات فلما شهد علی نفسه اربع شهاداتٍ دعاه رسول الله ﷺ فقال: أبك جنون؟ قال: " لا " قال: فهل اَحْصَنْتُ؟ قَالَ: نعم، فقال رسول الله ﷺ: اِذهبوا بهٖ فارجُموهُ.))

(صحیح مسلم، حدیث: 4420)

''سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ اس وقت مسجد میں تھے۔ اس شخص نے آواز دی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں۔'' حضور ﷺ نے اس کی طرف سے منہ پھیرلیا۔ اس نے دوبارہ کہا: ''اے اللہ کے رسولؐ! میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں۔'' آپ اس پر بھی متوجہ نہ ہوئے۔ اس نے چار دفعہ اپنی بات دہرائی۔ پھر جب اس نے چار مرتبہ قسم کھا کر اپنے جرم کا

Marfat.com

اقرار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا: ''تو پاگل تو نہیں؟'' بولا: ''نہیں'' پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تو شادی شدہ ہے؟'' وہ بولا: ''جی ہاں'' (میں شادی شدہ ہوں) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے لے جا کر سنگسار کر دو۔''

7: ((عن ابی هريرة و زيد ابن خالد الجُهْنی انهما قالا ان رجلا من الاعراب اتى رسول الله ﷺ فقال انشدك الله الا قضيت لى بكتاب الله، فقال الخصم الأخر وهو افقه منه، نعم، فاقض بيننا بكتاب الله وائذن لی فقال رسول الله ﷺ قل! قال ان ابنی كان عسيفا على هذا فزنى بامراته وانى اخبرت ان على ابنى الرجم فافتديت منه بمائة شاة ووليدة، فسالت اهل العلم فاخبرونى انما على ابنى جلد مائة وتغريب عام وان على امرء ة هذا الرجم فقال رسول الله ﷺ والذى نفسى بيده! لا قضينَّ بينكما بكتاب الله، الوليدة والغنم رد وعلى ابنك جلد مائة وتغريب عام واغدُ يا أُنيس الى امرئة هٰذا فان اعترفت فارجمها. قال فغدا عليها فاعترفت فامربها رسول الله ﷺ فرجمت.)) (صحيح مسلم، كتاب الحدود، حديث: 4435)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد جہنی دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور آ کر کہنے لگا: اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ خدا کی کتاب کے مطابق میرا فیصلہ فرما دیں اور دوسرا شخص جو پہلے سے زیادہ سمجھ دار تھا کہنے لگا: ''مجھے اجازت دیجئے کہ میں واقعہ بیان کروں۔'' آپ نے فرمایا: ''بیان کرو۔'' وہ بولا: ''میرا لڑکا اس شخص کے ہاں مزدور تھا اور وہ اس کی بیوی سے زنا کا مرتکب ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے لڑکے پر رجم کی سزا واجب ہے تو میں اس کے فدیے کے طور پر اس آدمی کو ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دی ہے، پھر جب میں نے اہل علم لوگوں سے مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرے لڑکے پر سو کوڑوں کی سزا واجب ہے اور اس کے ساتھ ایک سال کی جلا وطنی اور عورت پر رجم کی سزا واجب ہے۔'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں تمہارے درمیان کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ لونڈی اور بکریاں واپس کر دی جاتی ہیں۔ تمہارے لڑکے پر سو کوڑوں کی سزا واجب ہے اور ایک سال کے لیے جلا وطنی اور اے اُنیس [ایک انصاری صحابی کا نام ہے] اس عورت کے ساتھ جاؤ اگر یہ اپنے جرم کا اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دینا، پھر

Marfat.com

جب وہ (صحابی) اس عورت کے ساتھ گئے تو اس نے اعتراف جرم کرلیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اسے رجم کیا گیا۔"

8: ((عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه ان رجلا من اسلم جاء الی رسول الله ﷺ فاعترف بالزنا فعرض عنه ثم اعترف عنه، حتی شهد علی نفسه اربع شهادات. فقال له النبی ﷺ: "أبك جنون؟" قال: "لا" قال: "احصنت؟" قال: "نعم" قال: فأمر به النبی ﷺ فرجم فی المصلی فلما اذلقته الحجارة، فر، فادرك، فرجم حتی مات.))

(سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، حدیث: 4430)

"سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ کے سامنے جرمِ زنا کا اعتراف کیا، آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، اس نے پھر اقرار کیا، اور جب چار دفعہ قسم کھا چکا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: "کیا تو پاگل ہے؟" اس نے جواب دیا: "نہیں" آپ نے پوچھا: "کیا تو شادی شدہ ہے۔" وہ بولا: "جی ہاں" پھر نبی ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ لوگ اسے عیدگاہ کی طرف لے گئے اور رجم کرنے لگے۔ جب اس پر پتھر پڑے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ لوگوں نے تعاقب کر کے اسے پھر جا لیا اور سنگسار کر دیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔"

ان تمام فعلی احادیث کی روشنی میں یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ سنت نے زانی محصن کے لیے رجم کی سزا مقرر کی ہے اور حضور ﷺ نے مقدماتِ زنا میں ملزم کے عاقل ہونے کے ساتھ ان کی حالتِ احصان (شادی شدہ ہونے) کو بھی منجملہ ان شرائط کے پیشِ نظر رکھا ہے جن کی تحقیق کے بعد آپ نے حدِ رجم کا نفاذ فرمایا ہے۔

اجماعِ امت اور سزائے رجم:

اس بات پر تمام اہلِ علم، مفسرین اور فقہائے اسلام کا اجماع ہے کہ سنت کی رُو سے ہر شادی شدہ زانی پر حدِ رجم واجب ہے اور قرآن مجید میں زنا کے جرم پر جو سو (100) کوڑوں کی سزا بیان ہوئی ہے وہ غیر شادی شدہ زانیوں کے لیے ہے۔

1: ائمہ مجتہدین کی متفقہ رائے:

Marfat.com

کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ میں ائمہ اربعہ کی متفقہ رائے اس بارے میں یہ بیان ہوئی ہے:

((اتفق الائمة على ان من كملت فيه شروط الاحصان ثم زنا بامرئة قد كملت فيها شروط الاحصان بان كانت حرة بالغة عاقلة مدخولا بها فى نكاح صحيح وهى مسلمة۔ فهما زانيان محصنان يجب على كل واحد منها الرجم حتى يموت.))

(کتاب الفقه على المذاهب الاربعه از عبدالرحمن جزیری، جلد پنجم، کتاب الحدود)

''ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص میں احصان کی سب شرطیں پائی جائیں اور پھر وہ کسی ایسی عورت سے زنا کا مرتکب ہو جس میں بھی احصان کی تمام شرائط موجود ہوں یعنی وہ آزاد بالغہ عاقلہ ہو اور نکاحِ صحیح کے بعد مدخولہ ہو چکی ہو اور مسلمان بھی ہو۔ تو ایسے شادی شدہ زانی اور شادی شدہ زانیہ میں سے ہر ایک کو رجم کرنا واجب ہے۔''

2: بدایۃ المجتہد میں ہے کہ:

((فإن الثيب الاحرار المحصنون فان المسلمين اجمعوا على ان حدهم الرجم.))

(ابن رشد، هداية المجتهد ج2، ص 426)

''رہے آزاد شادی شدہ زانی تو اس بارے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان کے لیے رجم کی حد واجب ہے۔''

3: مشہور محدث وفقیہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:

((اجمع العلماء على وجوب جلد الزانى البكر مائة ورجم المحصن وهو الثيب.)) (شرح صحیح مسلم از امام نوویؒ، جلد دوم)

''علمائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ کنوارے زانی پر سو کوڑے اور شادی شدہ زانی پر حدِ رجم واجب ہے۔''

4: اسلامی فقہ کی مشہور و معتبر کتاب ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' میں الدکتور وہبہ زہیلی لکھتے ہیں:

((اتفق العلماء على أن حد الزانى المحصَن هو الرجم...... بدليل ما ثبت فى السنة المتواترة واجماع الامة، والمعقول.)) (الفقه الاسلامی وادلته، ج6، ص 40)

''علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ شادی شدہ زانی کے لیے رجم یعنی سنگساری کی حد ہے...... جو سنت متواترہ، اجماع امت اور عقل وحکمت کے مطابق ہے۔''

Marfat.com

5: امت کے اجماعی مسائل کی مشہور کتاب "موسوعة الاجماع فی الفقه الاسلامی" میں ہے کہ:

((ان المسلمین اجمعوا علی اَن الزانی المحصَن، اذا زنی عامدًا، عالمًا، مختارًا، فحدُّه الرَّجْمُ حتی یموت......وقد اتفقوا علی اَن الاحصان شرط للرجم.))

(موسوعة الاجماع فی الفقه الاسلامی، ج1، ص322 طبع دمشق)

"مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب کوئی شادی شدہ شخص جان بوجھ کر دانستہ اپنی مرضی سے زنا کرے تو اس کی حد (سزا) رجم یعنی سنگساری ہے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔"

بائیبل کا حوالہ:

زنا چونکہ کئی جرائم کا مجموعہ بلکہ ام الجرائم ہے۔ اس لیے تمام الہامی مذاہب میں زنا کو گناہ اور جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کے لیے سزا مقرر کی گئی ہے۔ چنانچہ بائیبل میں زنا (Adultery) کی سزا قتل بیان ہوئی ہے کہ:

"اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتا پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں۔" (استثناء 22:22)

مولانا شبلی نعمانی کی رائے:

احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بن بیاہے کے سو دُرّے اور بیاہوں کے لیے رجم کا حکم ہے۔

(سیرت النبیؐ، جلد دوم، ص84۔ طبع 2001ء مکتبہ مدنیہ لاہور)

ایک عقلی دلیل:

عقل و حکمت اور عدل و انصاف کی رُو سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جرمِ زنا کی سزا کے بارے میں اسلام کا منشا کیا ہے؟ اسلامی شریعت نے ایک ایسے شخص کے ارتکابِ زنا میں کہ جس کو اپنی فطری جنسی خواہش پوری کرنے کا کوئی جائز ذریعہ حاصل نہیں ہوسکا...... اور ایک ایسے شخص کے ارتکابِ زنا میں کہ جس کو اس کی فطری صنفی خواہش پوری کرنے کا ایک جائز ذریعہ میسر آچکا ہے...... بہر حال فرق کیا ہے اور دونوں کی حالتوں کے اختلاف کی بنا پر ان کے لیے الگ الگ سزائیں مقرر کی ہیں۔

فرض کیجئے دو عورتیں زنا کی مرتکب ہوتی ہیں۔ ایک کنواری اور دوسری شادی شدہ عورت ہے۔ پہلی عورت اپنی جنسی خواہش کے ہیجان میں تسکین کا کوئی جائز راستہ نہیں پاتی اور زنا کا ارتکاب کرتی ہے۔ دوسری

Marfat.com

عورت ایک شوہر کی بیوی ہے۔ اگر اس کا شوہر اس کے لیے وجہ تسکین نہیں بنتا تو وہ عورت اس سے خلع لے کر کسی اور مرد سے نکاح بھی کر سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ ایک خاوند کی بیوی ہوتے ہوئے مرتکبِ زنا ہوتی ہے تو اس کا یہ فعل اس کے شوہر کی حق تلفی، اس سے بدترین خیانت اور پرلے درجے کی بے وفائی ہے۔ اس نے اپنے خاوند سے باندھے ہوئے اس معاہدے کا سرِ عنوان مٹا ڈالا ہے جس معاہدے کو قرآن مجید نے ''میثاقِ غلیظ'' یعنی پختہ معاہدے سے تعبیر کیا ہے۔ کیا ان دونوں عورتوں کا مقدمہ ایک جیسا ہے؟ نہیں! ہماری عقل ان کو دو مختلف مقدمے قرار دیتی ہے کیا ان دونوں عورتوں کا جرمِ زنا ایک ہی درجے کا ہے؟ نہیں! ہماری بصیرت کہتی ہے کہ دونوں کا جرم یکساں درجے کا نہیں ہے بلکہ الگ الگ درجے کا ہے۔ پھر اگر ایسا ہے تو کیا، ان دونوں کو ایک جیسی سزا ملنی چاہئے؟ ہرگز نہیں! عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ چونکہ کنواری عورتوں کا جرم نسبتاً کم ہے اور شادی شدہ عورت کا نسبتاً زیادہ، لہٰذا سزا میں بھی یہ فرق ملحوظ رکھنا چاہئے۔ کیا ایک فطری اور عقلی شریعت کے لیے یہ امر ضروری نہیں کہ وہ پہلی مجرمہ کو نسبتاً کم اور دوسری مجرمہ کو نسبتاً زیادہ سزا دے؟

اسی حکمت کے پیش نظر اسلامی قانون میں غیر شادی شدہ زانی اور غیر شادی شدہ زانیہ کے لیے تو سو سو کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے مگر شادی شدہ زانی اور شادی شدہ زانیہ کے لیے رجم کی حد رکھی گئی ہے۔ دو مختلف صورتوں کو یکساں حیثیت دے کر ان کے لیے ایک ہی سزا تجویز کرنا کسی طور پر بھی عقل وحکمت اور عدل وانصاف کے قرینِ قیاس نہیں ہے اور جو لوگ شریعت کے تمام تر احکامات کو عقل وحکمت پر مبنی قرار دیتے ہیں ان کے لیے تو اس سے انکار کے لیے قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اسلامی قانون میں شادی شدہ زانی کے لیے رجم یعنی سنگساری کی حد مقرر ہے اور اس سزا کی تائید میں قرآن مجید کے قرائن وشواہد ملتے ہیں، اس کے ثبوت میں سنت نبویہ کے نصوص موجود ہیں، اس کی حمایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تعامل شامل ہیں، اس پر ائمہ مجتہدین متفق ہیں، اس کے بارے میں امت کے فقہاء، محدثین اور مفسرین کے درمیان اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے اور اس پر قرنِ اوّل سے لے کر آج تک امت کا عملی تواتر اور اجماع ہے۔ لہٰذا اس مسلمہ شرعی حکم کا انکار گمراہی اور ضلالت ہے۔

Marfat.com

117: مرتد کی سزا قتل ہے

117...... ((عَنْ عِكْرِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أُتِيَ عَلِيٌّ بِزَنَادِقَةٍ فَأَحْرَقَهُمْ. فَبَلَغَ ذٰلِكَ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحْرِقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ، وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ.))

مشكوٰة المصابيح، رقم 3533 صحيح بخاري، رقم 6922 ابوداؤد، رقم 4351
ترمذي، رقم 1458 نسائي، رقم 4060 ابن ماجه، رقم 2535

''عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق لائے گئے تو آپ نے اُن کو زندہ جلا دیا۔ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اس واقعے کا پتا چلا تو انہوں نے فرمایا: اگر میں ہوتا تو ان لوگوں کو کبھی زندہ نہ جلاتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے کہ: اللہ کے عذاب جیسا عذاب نہ دو ...... بلکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فرمان کے مطابق اُن کو قتل کرتا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ:

جو اپنا دین بدل لے، اُسے قتل کر دو۔''

تشریح:

1: مرتد کا واجب القتل ہونا سنت اور اجماع اُمت سے ثابت ہے۔

2: جن صحیح احادیث یعنی سنت کی بنا پر علمائے اُمت کا مرتد کی سزا قتل ہونے پر اجماع ہے، وہ درج ذیل ہیں:

(1) صحیح بخاری میں سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ روایت:

((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ.)) (صحيح بخاري، حديث : 6922)

''جو (مسلمان) اپنا دین بدل لے، اُسے قتل کر دو۔''

اسی مضمون کی مزید احادیث بعض جلیل القدر صحابہ کرام: سیّدنا ابوبکر صدیق، سیّدنا علی، سیّدنا ابوموسیٰ اشعری، سیّدنا خالد بن ولید اور سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اجمعین سے دوسری کتب حدیث میں بھی مروی ہیں۔

Marfat.com

(2) صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک متفق علیہ حدیث ہے کہ:

((عن عبداللہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: "لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله الا الله، وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث: النفس بالنفس، والثيب الزاني، والمفارق لدينه التارك للجماعة.)) (صحيح بخاری، حديث : 2878)

"سیّدنا عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، سوائے تین صورتوں کے: ایک یہ کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو، دوسری یہ کہ وہ شادی شدہ زانی ہو اور تیسری یہ کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر (مسلمانوں کی) جماعت سے الگ ہو جائے۔"

یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ سنن ابو داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی (4725) سنن ابن ماجہ، سنن دارمی اور مسند احمد بن حنبل میں بھی موجود ہے اور اسے سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے بھی مرتد کے لیے قتل کی سزا ثابت ہوتی ہے۔

(3) سنن ابو داؤد کی حدیث ہے کہ:

((عن ابي أمامة بن سهل قال: كنّا مع عثمان وهو محصور في الدار، وكان في الدار مدخل من دخله سمع كلام من على البلاط، فدخله عثمان، فخرج إلينا وهو متغير لونه، فقال: إنهم ليتواعدونني بالقتل آنفا، قال: قلنا يكفيكهم الله يا أمير المؤمنين قال: ولم يقتلونني؟ سمعت رسول الله يقول: "لا يحل دم امرئ مسلم إلا بإحدى ثلاث: كفر بعد إسلام، أو زنا بعد إحصان، أو قتل نفس بغير نفس." فوالله ما زنيت في جاهلية ولا في إسلام قط، ولا أحببت أن لي بديني بدلا منذ هداني الله، ولا قتلتُ نفسا فبم يقتلونني؟)) (سنن ابو داؤد، كتاب الديات، حديث : 4502)

"سیّدنا ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں اور دوسرے لوگ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، جب وہ اپنے گھر میں محصور تھے۔ اس گھر کا ایک راستہ تھا، جس کے اندر کھڑا آدمی گھر کی بالکونی پر کھڑے لوگوں کی بات آسانی سے سن سکتا تھا۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے، ان کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا

Marfat.com

تھا۔ وہ باہر نکلے اور فرمایا: ابھی یہ لوگ مجھے قتل کر دینے کی دھمکی دے رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! ان کے مقابلے میں اللہ آپ کے لیے کافی ہے۔ پھر فرمایا: یہ لوگ مجھے کیوں قتل کر دینا چاہتے ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، سوائے اس کے کہ تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہو۔ وہ اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرے (مرتد ہو جائے)، یا شادی کے بعد زنا کرے، یا کسی کو ناحق قتل کر دے۔ اللہ کی قسم! میں نہ تو جاہلیت میں زنا کا مرتکب ہوا اور نہ اسلام لانے کے بعد۔ دوسرے یہ کہ میں نے اپنا دین بدلنا کبھی پسند نہیں کیا جب سے اللہ نے مجھے ہدایت عطا فرمائی ہے۔ تیسرے یہ کہ میں نے کسی کو ناحق قتل بھی نہیں کیا۔ پھر یہ لوگ کس بنا پر مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں؟''

مذکورہ بالا صحیح احادیث سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں مرتد شخص واجب القتل ہوتا ہے۔ چنانچہ انہی احادیث صحیحہ کی بنا پر تمام فقہائے اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ اسلامی شریعت میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

کتبِ احادیث (جن میں صحیح بخاری بھی شامل ہے) اور معتبر کتبِ تاریخ سے ثابت ہے کہ چاروں خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں مرتدین کو ہمیشہ قتل کی سزا دی لیکن طوالت کے خوف سے ہم یہاں ان واقعات کی تفصیل نہیں دے رہے۔

اسی طرح خلفائے بنو اُمیہ اور خلفائے بنو عباس نے بھی مرتد پر سزائے قتل نافذ کی۔

2۔ اجماعِ امت:

ائمہ مجتہدین کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے اور اس پر اجماعِ اُمت ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہی ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

(1) ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مسائل پر مبنی کتاب " الفقه على المذاهب الأربعة " (از عبدالرحمٰن جزیری) میں ہے کہ:

((واتفق الأئمة الأربعة عليهم رحمة الله تعالىٰ على أن من ثبت ارتداده عن الإسلام ــ والعياذ بالله ــ وجب قتله، وأهدر دمه .))

(الفقه على المذاهب الاربعه، جلد 5، صفحه 423)

''ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص اسلام سے پھر جائے ...... اللہ بچائے ...... اُس کا قتل واجب

Marfat.com

ہے اور اُس کا خون بہانا جائز ہے۔''

(2) اسلامی فقہ کے اجماعی مسائل پر مشتمل انسائیکلو پیڈیا 'موسوعۃ الاجماع' میں ہے کہ مرتد کا خون بہانا جائز ہے:

((اتفقوا على أن من كان رجلا مسلمًا حرًّا ...... ثم ارتد إلى دين كفر ...... أنه حل دمه.)) (موسوعة الاجماع جلد اوّل، ص 436)

''اس پر تمام فقہائے اسلام کا اتفاق ہے کہ آزاد مسلمان مرد مرتد ہو جائے تو اس کا خون بہانا جائز ہے۔''

(3) اسلامی فقہ کی مشہور کتاب **الفقه الاسلامی وأدلته** میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی بھی **أحكام المرتد** کے تحت مرتد کی سزا قتل ہونے پر اجماعِ اُمت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((اتفق العلماء على وجوب قتل المرتد لقوله ﷺ: "من بدّل دينه فاقتلوه." وقوله عليه السلام: "لا يحل دم امرئ مسلم إلا بإحدى ثلاث: الثيب الزاني، والنفس بالنفس، والتارك لدينه المفارق للجماعة." وأجمع أهل العلم على وجوب قتل المرتد.)) (الفقه الاسلامی و ادلته، جلد 6، صفحه 186)

''علما کا اس پر اتفاق ہے کہ مرتد کا قتل واجب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو مسلمان اپنا دین بدل لے، اسے قتل کر دو۔ نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی مسلمان شخص کا خون حلال اور مباح نہیں ہوتا مگر تین صورتوں میں: ایک یہ کہ وہ شادی شدہ زانی ہو، دوسرے یہ کہ وہ کسی جان کا قاتل ہو اور تیسرے یہ کہ وہ دین کو چھوڑ دے، یعنی مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے اور اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مرتد واجب القتل ہے۔''

مذکورہ بالا شرعی دلائل کی تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی شریعت میں مرتد کی سزا قتل ہے اور اس پر اجماعِ اُمت ہے۔

3۔ مرتد کے لیے سزائے قتل کے عقلی دلائل:

اب تک ہم نے ایسے شرعی دلائل پیش کر دیئے ہیں جن سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلامی شریعت میں مرتد کی سزا قتل ہے اور اس کی بنیاد احادیث صحیحہ، تعامل صحابہؓ اور اجماعِ اُمت پر ہے۔ ان شرعی دلائل کو جان لینے کے بعد ایک صاحبِ ایمان کا دل تو مطمئن ہو جاتا ہے کہ اسلام میں ارتداد کی یہی سزا ہے۔ مگر کیا کیجے،

Marfat.com

آج کل بہت سے اہل ایمان کے دلوں کو کسی شرعی حکم کے بارے میں محض شرعی دلائل سے اطمینان حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کے علاوہ عقلی دلائل بھی چاہتے ہیں تاکہ اُنھیں شرحِ صدر حاصل ہو۔ اس لیے ہم ذیل میں مرتد کی سزائے قتل کے بارے میں چند عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں:

(1) سب سے پہلے یہ حقیقت پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ اسلام دوسرے مذاہب کی طرح کا کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جو انسانی زندگی کا محض ایک جزو یا ضمیمہ بن کر رہے اور جو ہر شخص کا ایک ذاتی اور نجی معاملہ (Private Matter) ہو۔ وہ کوئی لباس بھی نہیں جسے کوئی شخص آج پسند کر کے پہنے اور کل اُسے ناپسند کر کے اپنے جسم سے اُتار پھینکے۔ وہ دراصل ایک دین اور ایک نظامِ زندگی ہے۔ ایک مکمل ضابطۂ حیات (Code of Life) ہے۔ وہ انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر محیط ایک منظّم معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ عبادت، معاشرت، معیشت، سیاست اور اخلاق، غرض انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے، وہ ایک ایسی منظّم و منضبط ریاست (Disciplined State) کی تشکیل کا خواہاں ہے جس کا ہر شہری اس کے جملہ احکام و قوانین کی پابندی کرے اور ان کی خلاف ورزی سے باز رہے۔

اب اگر اسلامی ریاست کا کوئی شہری اس کے کسی قانون کو توڑتا ہے تو وہ اپنے شہری کو اپنے قانون کے مطابق سزا دینے میں حق بجانب ہے۔ جب کوئی مسلمان شہری مرتد ہو جائے گا تو اسلامی ریاست ایسے شخص کو ارتداد (Apostasy) کے جرم کا ارتکاب کرنے پر موت کی سزا دے گی۔ یہ اسلامی ریاست کا قانون ہے اور دنیا کی دوسری ریاستوں کی طرح اسے بھی اپنے قانون کے نفاذ کا اختیار حاصل ہے۔

(2) اسلام نے اپنے دائرے میں داخل نہ ہونے والوں اور اس میں داخل ہو کر نکل جانے والوں میں فرق کیا ہے۔ وہ پہلے گروہ کو "کفار" اور دوسرے کو "مرتدین" کہتا ہے۔ وہ پہلے گروہ کو برداشت کرتا اور کچھ حقوق بھی دیتا ہے، مگر دوسرے گروہ کو برداشت نہیں کرتا اور اُسے ہر حق سے محروم رکھتا ہے۔ پہلا گروہ بیگانوں کا ہے اور دوسرا بے وفا یگانوں کا۔ اُسے بیگانوں کی بے مروّتی پر کوئی شکوہ نہیں، مگر اپنوں کی بے وفائی اُسے گوارا نہیں۔ وہ بیگانوں سے محتاط رہتا ہے اور اُن کو اپنا رازدان نہیں بناتا۔ اس لیے بیگانے اُسے زیادہ نقصان بھی نہیں پہنچا سکتے۔ مگر اپنوں سے اُس کی رازداری ہے جن کے چھوڑ جانے سے اُس کا دل کڑھتا ہے اور اُن کی طرف سے اُسے بہت زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے کہ کہیں وہ سازش کر کے اُسے کسی بڑے خطرے سے دوچار نہ کر دیں، کیوں کہ "گھر کا بھیدی لنکا

Marfat.com

ڈھائے'' ہے۔

مرتد کا معاملہ اسی دوسری قسم سے متعلق ہے، وہ اسلام کا رازداں ہوتا ہے۔ جب وہ ارتداد کا مرتکب ہو کر دین اسلام سے الگ ہوتا ہے تو اپنے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت اور دشمنی کے جذبات لیے ہوئے اہل کفر کی صف میں شامل ہو جاتا ہے۔ اُس کے یہ منفی جذبات کفار کی طرف سے اسلام اور اسلامی ریاست کے خلاف کسی بڑے خطرے اور سازش کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں، جس کے انسداد کے لیے اسلام نے مرتد کو موت کی سزا سنائی ہے۔

(3) اسلام نے دنیا کے سامنے سوا چودہ سو برس پیشتر سے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ اس کے دائرے میں داخل ہونے یا نہ ہونے کی ہر شخص کو کھلی آزادی حاصل ہے۔ اس کے لیے کسی کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔ (البقرۃ: 256) لیکن اس دائرے میں داخل ہونے کے بعد اس سے باہر نکلنے پر پابندی عائد ہے اور جو کوئی اس پابندی کو توڑے گا اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے گا۔

اب اگر کوئی شخص اسلام کا یہ اعلان سن لینے کے بعد اپنی آزاد مرضی سے اس کے دائرے میں داخل ہوتا ہے۔ پھر اپنی آزاد مرضی کے ساتھ اس سے باہر نکلنے پر عائد پابندی کو توڑتا ہے اور پھر اپنی اس حرکت پر اپنے کیے کی سزا پاتا ہے تو بتائیے اس میں اسلام کا کیا قصور ہے؟

(4) ارتداد کو اسلام کے خلاف سازش کا ذریعہ بھی بنایا جاسکتا ہے اور مدینے کے یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف یہ ہتھیار فی الواقع استعمال کیا تھا، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے کہ؛

﴿وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾ (آل عمران: 72)

''اہل کتاب کا ایک گروہ (اپنے لوگوں سے) کہتا ہے: تم جا کر صبح کو اس (دین) پر ایمان لے آؤ جو مسلمانوں پر اُترا ہے اور پھر شام کو انکار کر دو تا کہ اس طرح اور (مسلمان) بھی (اپنے دین سے) پھر جائیں۔''

اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہودیوں نے یہ سازش کی تھی کہ اپنے ہاں کے کچھ پڑھے لکھے معتبر لوگوں کو مسلمانوں کی جماعت میں شامل کیا جائے، وہ بظاہر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ پھر جلد ہی اسلام کو چھوڑ کر اس سے بیزاری کا اظہار کریں۔ اس کی ''خرابیاں'' دوسرے لوگوں تک پہنچائیں، اس طرح مسلمانوں

Marfat.com

بالخصوص نومسلموں کا ایمان متزلزل کیا جاسکے اور وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں کہ جب پڑھے لکھے معقول حضرات بھی اسلام کے قریب جا کر اس سے بدک جاتے ہیں تو ضرور اس دین میں کچھ خرابیاں ہیں۔ اس کے علاوہ اس حربے سے عام لوگوں میں اسلام اور اہل اسلام کے لیے کوئی کشش اور ترغیب باقی نہ رہے گی۔

اگرچہ یہودیوں کی یہ سازش بوجوہ ناکام رہی، تاہم آج بھی ارتداد کی کسی سازش کے ذریعے کمزور ایمان والے مسلمانوں کے لیے کسی مقام پر بھی کوئی فتنہ کھڑا کیا جاسکتا ہے۔

(5) آج کی مہذب ریاستوں کے عام قانون کی رُو سے کسی شخص کو فوجی ملازمت اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ مگر جب کوئی شخص اپنی مرضی سے فوجی ملازمت اختیار کر لیتا ہے تو اُسے ایک خاص مدت سے پہلے نوکری چھوڑنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اگر وہ اپنی مرضی سے وقت سے پہلے نوکری چھوڑ دے تو اسے مجرم قرار دیا جاتا ہے۔ اُس کا کورٹ مارشل کر کے اسے سزا دی جاتی ہے اور اگر وہ مفرور (Deserter) ہو جائے تو اسے سزائے موت کا مستحق بھی قرار دیا جاتا ہے۔

آخر ایسا کیوں ہے اور اس عالمگیر قانون پر اعتراض کیوں نہیں کیا جاتا؟

اس لیے کہ فوج بھیڑوں کا گلہ نہیں ہوتا، وہ ایک منظم ادارہ ہوتا ہے۔ وہ اجتماعی ذمہ داریوں کا ایسا نظام ہے جو نظم وضبط (Discipline) کی سختی کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ سول (Civil) میں جن کاموں کو بالکل معمولی سمجھ کر ان سے اعراض کیا جاتا ہے، وہی کام فوج میں جرائم قرار پاتے ہیں۔ وقت پر حجامت نہ بنوانا، اپنے بوٹ پالش نہ کرنا، اُن کے تسمے نہ باندھنا، وقت پر کھانا نہ کھانا، اپنا بستر درست نہ رکھنا، سول لاء (Civil Law) میں کوئی جرائم نہیں مگر یہی کام فوجی قانون میں جرائم شمار ہوتے ہیں۔

بالکل یہی معاملہ اسلامی ریاست کا ہے، وہ بھی کوئی بکریوں کا ریوڑ نہیں ہوتی کہ جس بکری کا جب جی چاہا ریوڑ سے الگ ہوگئی اور جب چاہا اس میں پھر شامل ہوگئی۔ اسلامی ریاست ایک خدائی فوج (حزب اللہ) ہے جس کے نظم وضبط میں عام فوجی نظم وضبط سے بڑھ کر سختی اور پابندی ہے۔ عام فوج کے لیے چوبیس گھنٹوں میں صرف دو دفعہ حاضری ہے، مگر اسلامی معاشرے کے مردوں کو پانچ وقت مسجد میں حاضری دینی پڑتی ہے ورنہ اُن کا شمار منافقین میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک اسلامی ریاست ارتداد کو جرم قرار دیتی اور مرتد کو سخت ترین سزا دیتی ہے تاکہ اس کا اندرونی نظم وضبط قائم رہے۔ وہ ایک مرتد کو سزا دے کر اسی طرح اپنے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ کرتی ہے اُسی طرح جس طرح کسی قاتل کو سزا دے کر پورے معاشرے

Marfat.com

کی زندگی کو تحفظ دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلامی ریاست کے اس نظم وضبط کی سختی پر اعتراض کرنے والوں کو پہلے اپنے ہاں کے فوجی نظم وضبط کی سختی پر غور کر لینا چاہیے اور اپنے گریبان میں بھی جھانک لینا چاہیے جو جنگ کی حالت میں ہر سینئر فوجی کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنے جونیئر فوجی کو کسی حکم عدولی پر گولی کا نشانہ بنا سکتا ہے۔

- اس مقام پر بعض لوگ (جن میں غامدی صاحب بھی شامل ہیں) یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ جب کوئی مرتد مسلح ہو کر بغاوت کرے تو صرف اسی صورت میں وہ واجب القتل ہو سکتا ہے اور اگر وہ اسلامی ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد اور بغاوت نہ کرے تو اُسے قتل کی سزا نہیں دی جا سکتی۔

اس اعتراض کا شرعی جواب تو یہ ہے کہ جن احادیث صحیحہ کی بنیاد پر مرتد کے واجب القتل ہونے پر اجماع ہے، اُن احادیث میں یہ بات مذکور نہیں ہے کہ مرتد جب تک مسلح بغاوت نہ کرے، وہ قتل کا مستحق نہیں ہے بلکہ ان احادیث میں مرتد کے محض مرتد ہونے پر اس کے لیے قتل کی سزا کا ذکر آیا ہے۔

اور اس اعتراض کا عقلی جواب یہ ہے کہ جس طرح دنیا بھر میں کسی مفرور فوجی کو محض مفرور ہو جانے پر فوجی قانون کی رُو سے کورٹ مارشل اور موت کی سزا کا مستوجب قرار دیا جاتا ہے اور اسے یہ سزا دینے کے لیے اُس کی طرف سے مسلح بغاوت ہونا کوئی شرط نہیں، بالکل اسی طرح ایک اسلامی ریاست بھی اپنے شرعی قانون کے مطابق مرتد کو، اس کی طرف سے مسلح بغاوت کیے بغیر بھی موت کی سزا دے سکتی ہے۔

Marfat.com

118: ہر نشہ آور چیز (Intoxicant) حرام ہے

118...... ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا فَمَاتَ وَهُوَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَتُبْ: لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ.))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3638	صحیح بخاری، رقم 6124	صحیح مسلم، رقم 5218
ابن ماجه، رقم 3373	ابوداؤد، رقم 3679	ترمذی، رقم 1861
نسائی، رقم 5702	ابن ماجه، رقم 3390	

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ جس نے دنیا میں شراب پی، اس کا عادی بنا اور توبہ کیے بغیر فوت ہوگیا تو وہ اُسے آخرت میں نہیں پی سکے گا۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور حرام ہے۔ جو شخص دنیا میں شراب پیتا رہے گا اُسے آخرت میں جنت کی شرابِ طہور نصیب نہ ہوگی۔

2: اسلام میں شراب اور ہر نشہ آور چیز (Intoxicant) حرام ہے خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ ہو۔ حدیث میں ہے کہ:

((مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ.))

(ترمذی، رقم 1865، ابوداؤد، رقم 3681، ابن ماجه، رقم 3393)

''جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرتی ہو، اُس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔''

3: جمہور فقہا کے نزدیک شراب نوشی کی سزا اسّی (80) کوڑے ہے۔

4: شراب کے حرام ہونے کا سبب (علت) نشہ ہے جس سے عقل میں فتور آجاتا ہے۔

5: شراب نوشی کئی جرائم کا سبب بھی بنتی ہے۔

Marfat.com

6: اکثر فقہا کے نزدیک شراب کو دوا کے طور پر استعمال کرنا بھی حرام ہے۔ اگرچہ بعض فقہا اس کی اجازت دیتے ہیں۔

7: قرآنِ مجید میں بھی شراب سے منع کیا گیا ہے اور اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ (المائدۃ: 90,91)

''اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے آستانے اور تیروں سے فال لینا، سب گندے کام ہیں شیطان کے، ان سے بچو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔ تو کیا تم ان برے کاموں سے باز نہ آؤ گے۔''

Marfat.com

119: شراب نوشی کی سزا

119...... ((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ضَرَبَ بِالْخَمْرِ بِالْجَرِيْدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ أَبُوْبَكْرٍ أَرْبَعِيْنَ .))

مشکوۃ المصابیح، رقم 3614 صحیح بخاری، رقم 6776 صحیح مسلم، رقم 4454
ابوداؤد، رقم 4479 ابن ماجه، رقم 2570

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے شراب نوشی پر کھجور کی ٹہنیاں (چھڑیاں) اور جوتے مارے، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس (40) کوڑے مارے۔''

تشریح:

1: اس حدیث میں یہ وضاحت تو ہے کہ امیر المومنین سیّدنا ابوبکر صدیق نے شراب نوشی پر چالیس (40) کوڑوں کی سزا دی، مگر یہ واضح نہیں ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں شرابی کو کتنا مارا پیٹا جاتا ہے۔ اس کی وضاحت ایک اور حدیث میں آئی ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں بھی شرابی کو چھڑیوں اور جوتوں سے چالیس (40) ضربیں لگائی جاتی تھیں۔ وہ حدیث یہ ہے:

((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَضْرِبُ فِي الْخَمْرِ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ أَرْبَعِيْنَ .))

(صحیح مسلم، رقم 4456)

''سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ شراب نوشی پر چالیس (40) جوتے اور شاخیں مارا کرتے تھے۔''

2: پھر امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں صحابہ کرام کے مشورے سے شراب نوشی پر اسّی (80) کوڑوں کی حد مقرر فرمادی۔

صحیح بخاری میں ہے:

((عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رضی اللہ عنہ قَالَ: يُؤْتَى بِالشَّارِبِ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَإِمْرَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ فَنَقُوْمُ عَلَيْهِ بِأَيْدِيْنَا وَنِعَالِنَا وَأَرْدِيَتِنَا حَتَّى كَانَ آخِرُ

Marfat.com

اِمْرَةِ عُمَرَ فَجَلَدَ اَرْبَعِيْنَ، حَتّٰى اِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوْا جَلَدَ ثَمَانِيْنَ.))

(صحيح بخاری، رقم 6779)

''سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع زمانے میں جب شرابی کو لایا جاتا تو ہم لوگ اپنے ہاتھوں، جوتوں اور کپڑوں کے ساتھ اُسے مارتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری زمانے میں بھی چالیس (40) کوڑے مارے جاتے تھے لیکن جب مجرم حد سے بڑھنے لگے اور سرکشی کرنے لگے تو انہوں نے اسّی (80) کوڑے مارے۔''

3: حضرت امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے شراب نوشی پر اسّی (80) کوڑوں کی حد مقرر فرمائی تو صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اُن کے اس فعل سے اختلاف نہیں کیا۔ اُن کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں بھی شرابی کو اسّی (80) کوڑے مارے جاتے تھے۔

4: جمہور فقہائے اسلام کے نزدیک جرم ثابت ہونے پر شراب نوشی کی سزا اسّی (80) کوڑے ہے۔ فقہ حنفی میں بھی اس جرم کی یہی سزا ہے۔

5: جامع ترمذی رقم 1444 کی حدیث میں چوتھی بار شراب پینے والے کو قتل کر دینے کی سزا بیان ہوئی ہے مگر یہ سزا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ نہیں فرمائی حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس طرح کا ایک مقدمہ پیش ہوا تھا۔ بعد میں اُمت مسلمہ کے کسی دور میں بھی چار مرتبہ شراب پینے والے کو کبھی قتل نہیں کیا گیا۔ اس لیے یہ حکم اجماعِ امت سے منسوخ ہے۔ اور صرف ترہیب کے لیے ہے۔

Marfat.com

120: تعزیری سزا کی مقدار کتنی ہے؟

120...... ((عَنْ أَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ نِیَارٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:
لَا یُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ إِلَّا فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ .))

مشکوٰۃ المصابیح، رقم 3630 صحیح بخاری، رقم 6848 صحیح مسلم، رقم 4460
ابو داؤد، رقم 4491 ترمذی، رقم 1463 ابن ماجہ، رقم 2601
اللؤلؤ والمرجان، رقم 1110

''حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدوں میں سے کسی حد کے سوا (کسی اور جرم کی سزا میں) دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں۔''

تشریح:

1: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حدود کے سوا کسی اور شرعی سزا (تعزیر) میں دس (10) کوڑوں سے زیادہ سزا نہیں دی جاسکتی۔

2: حد اور تعزیر میں فرق ہے:

حد کسی جرم پر وہ سزا ہے جو شریعت میں مقرر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر لازم ہوتی ہے۔ جو نہ معاف ہوسکتی ہے، نہ توبہ سے ٹل سکتی ہے اور نہ تبدیل ہوسکتی ہے۔

تعزیر وہ شرعی سزا ہے جو مقرر نہیں ہے۔ اسے عدالت چاہے تو معاف بھی کرسکتی ہے اور اتنی سزا بھی دے سکتی ہے جو کسی حد کے برابر نہ ہوجائے۔

تعزیر میں کوڑے مارنا، قید کرنا، جلاوطن کرنا اور جرمانہ کرنا جیسی سزائیں ہوسکتی ہیں۔

لیکن حنفی اور مالکی فقہ کے مطابق بعض حالات میں تعزیر میں قتل کی سزا بھی انتظامی طور پر (سیاسۃً) دی جا سکتی ہے۔ اس کی مثال آج کل سعودی عرب کے قانون میں منشیات (Intoxicants) رکھنے پر قتل کی سزا ہے۔

Marfat.com

ضمیمہ 1: کتب احادیث کا مختصر تعارف

حدیث کی چھ مشہور و معتبر کتابوں کو صحاحِ ستہ کہا جاتا ہے۔ ان کا مختصر تعارف ذیل میں ہے:

1۔ صحیح بخاری (الجامع الصحیح)

یہ کتاب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ امام صاحب کا پورا نام محمد بن اسماعیل بخاری ہے۔ آپ 194 ہجری میں بخارا میں پیدا ہوئے اور سمرقند کے قریب 256 ہجری میں وفات پائی۔

جمہور محدثین کی رائے کے مطابق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی "الجامع الصحیح" صحت کے اعتبار سے حدیث کی تمام کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قرآن کے بعد صحیح بخاری کا درجہ ہے:

((أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللهِ الْبَارِئْ "اَلْجَامِعُ الصَّحِيْحُ" لِلْبُخَارِيِّ .))

اور اسے مختصر کر کے یوں کہا جاتا ہے کہ:

((أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللهِ .))

صحیح بخاری کا شمار صحاح ستہ کی کتب میں سرفہرست ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے 6 لاکھ احادیث میں سے صحیح ترین احادیث منتخب کر کے اسے مرتب کیا ہے اور اس کام کو 16 سال میں مکمل کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو "امیر المؤمنین فی الحدیث" کا لقب دیا گیا ہے۔ آپ کا حافظہ بے مثال تھا۔ جو بات ایک دفعہ سن لیتے اُسے ہمیشہ یاد رکھتے۔ مسلک کے اعتبار سے آپ شافعی تھے، مگر محض مقلد نہ تھے بلکہ مجتہد فی المسائل کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ نے اس کتاب کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔

صحیح بخاری میں احادیث کی کل تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق اس کی احادیث کی کل تعداد 7255 ہے اور تکرار کے بغیر یہ تعداد صرف 2360 رہ جاتی ہے۔

صحیح بخاری کے تراجم دنیا کی کئی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ عربی زبان میں اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں جن میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی "فتح الباری" سب سے زیادہ مشہور اور اہم ہے۔

Marfat.com

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

2۔ صحیح مسلم

اس کتاب کا نام بھی "الجامع الصحیح" ہے۔ یہ امام مسلم بن حجاج نیشاپوری کی تالیف ہے۔ آپ 204 ہجری میں پیدا ہوئے اور 261 ہجری میں وفات پائی۔

صحاح ستہ میں صحیح مسلم کا دوسرا درجہ ہے۔ یہ کتاب اپنی عمدہ ترتیب کے اعتبار سے صحیح بخاری سے بہتر ہے۔ لیکن دونوں میں افضل صحیح بخاری ہی ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محنت سے اسے 15 سال کے عرصے میں مرتب کیا۔ آپ کے اساتذہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور شاگردوں میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

صحیح مسلم کی احادیث کی تعداد کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق اس کی احادیث کی کل تعداد 5777 ہے اور تکرار کے بعد یہ تعداد 3033 رہ جاتی ہے۔

عربی میں صحیح مسلم کی کئی شرحیں لکھی گئیں۔ سب سے زیادہ مشہور اور عمدہ شرح امام نوویؒ کی ہے۔ صحیح مسلم کے ترجمے دنیا کی کئی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

جس حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم دونوں متفق ہوں، اُسے "متفق علیہ" کہا جاتا ہے۔ ایسی تمام احادیث کی تعداد 1906 ہے۔ ان کے مجموعے کا نام "اللؤلؤ والمرجان" ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم کو "شیخین" بھی کہتے ہیں۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو ملا کر "صحیحین" بھی کہا جاتا ہے۔

3۔ سنن نسائی

یہ کتاب امام نسائی کی تالیف ہے۔ آپ 215 ہجری میں خراسان میں پیدا ہوئے اور 303 ہجری میں فوت ہوئے۔

سنن نسائی کا درجہ صحاحِ ستہ میں تیسرا ہے۔ اس میں باقی کتب سنن سے بہت کم ضعیف احادیث ہیں۔ اس میں کوئی حدیث موضوع نہیں ہے۔ اس کتاب میں کل 5743 حدیثیں ہیں۔ یہ کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں کے اسلوب کی جامع ہے۔ اس کی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں جو عربی زبان میں ہیں۔

Marfat.com

امام نسائی کا شمار فن رجال کے ماہرین میں بھی ہوتا ہے۔

4۔ سنن ابی داؤد

یہ کتاب امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ آپ 202 ہجری میں پیدا ہوئے اور 275 ہجری میں وفات پائی۔

سنن ابی داؤد کا درجہ صحاح ستہ میں چوتھا ہے۔ اس میں کل 5182 حدیثیں ہیں۔ کچھ ضعیف احادیث بھی شامل ہیں۔ امام صاحب نے ان کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

سنن ابی داؤد فقہی احکام و مسائل کا بہترین ماخذ ہے۔ اس کی فقہی ترتیب بھی نہایت عمدہ ہے۔

اس کتاب کی بھی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ کی ''معالم السنن'' ہے۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

5۔ جامع ترمذی (سنن ترمذی)

صحاح ستہ میں جامع ترمذی، جسے سنن ترمذی بھی کہا جاتا ہے، کا پانچواں نمبر ہے۔ یہ کتاب امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام ابو عیسیٰ ترمذی ہے۔ آپ بلخ کے شہر ترمذ میں 202 ہجری میں پیدا ہوئے اور 279 ہجری میں وفات پائی۔

جامع ترمذی میں کل 4234 حدیثیں ہیں۔ ان احادیث میں سے کچھ ضعیف بھی ہیں اور امام موصوف نے ان کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

جامع ترمذی علم حدیث میں نہایت ہی مفید اور فنی کتاب ہے۔ اس کتاب میں اصولِ حدیث کی بحثیں بھی موجود ہیں۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور سلف صالحین کے اقوال بھی ملتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع کے علاوہ اور کتب بھی لکھی ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

جامع ترمذی کی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں اور انگریزی سمیت اس کے کئی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

6۔ سنن ابن ماجہ

یہ کتاب امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ صحاح ستہ میں اس کا آخری نمبر ہے۔ بعض علماء نے اس کی بجائے امام دارمی کی سنن دارمی کو اس کی جگہ چھٹا درجہ دیا ہے۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ 209 ہجری کو پیدا ہوئے اور 273 ہجری میں وفات پائی۔

سنن ابن ماجہ میں کل 4418 حدیثیں ہیں، جن میں سے بعض ضعیف بھی ہیں۔

اس کتاب کے علاوہ بھی امام صاحب نے اور کئی کتب لکھی تھیں۔

سنن ابن ماجہ میں پانچ ثلاثیات شامل ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان احادیث میں امام ابن ماجہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کل 5 راوی ہیں۔

سنن ابن ماجہ کی کئی شرحیں لکھی گئیں۔ اس کے تراجم بھی اردو سمیت دوسری زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

صحاح ستہ کی تمام کتابوں کا انگلش میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

7۔ مؤطا امام مالکؒ

مؤطا امام مالکؒ کو عام طور پر صحاح ستہ میں شامل نہیں کیا جاتا لیکن حدیث کی یہ کتاب اپنی قدامت اور کئی دوسرے پہلوؤں سے نہایت اہم اور مستند ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی اس کو تمام کتب حدیث پر فوقیت دیتے تھے۔

یہ کتاب چالیس (40) میں مکمل ہوئی۔ اس میں احادیث کے علاوہ اقوال صحابہ، اقوال تابعین، سلف صالحین کے آثار اور امام مالکؒ کے فتاویٰ شامل ہیں۔ اس میں ایک ہزار سے کچھ کم صحیح اور مرفوع احادیث ہیں۔ چالیس (40) ایسی احادیث ہیں جو ثنائیات ہیں کہ امام مالکؒ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف دو راوی ہیں اور وہ بھی ثقہ اور معتبر۔

اس کی ایک سو (100) کے قریب شرحیں لکھی گئی ہیں۔ اس کا ترجمہ انگلش اور اردو سمیت دنیا کی بہت سی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ امام مالکؒ کے اساتذہ میں امام ابن شہاب زہریؒ اور شاگردوں میں امام شافعیؒ اور امام محمد بن حسن شیبانی بہت مشہور ہیں۔

8۔ مسند احمد

احادیث کا یہ مجموعہ امام احمد بن حنبلؒ (164ھ۔ 241ھ) کا مرتب کیا ہوا ہے۔ اس میں قریباً تیس ہزار

Marfat.com

(30,000) احادیث موجود ہیں جن میں سے اکثر صحیح اور حسن کے درجے کی ہیں۔ اسے مختصر طور پر 'مسند احمد' کہا جاتا ہے۔

'مسند' احادیث کے ایسے مجموعے کو کہا جاتا ہے جس میں ہر صحابی کی روایت کردہ تمام احادیث الگ سے جمع کر دی گئی ہوں اور بہ ترتیب حروفِ تہجی (Alphabetically) ہو۔ ایسی کتاب میں مضامین اور موضوعات کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

امام صاحب نے یہ مجموعہ بڑی محنت سے تیار کیا۔ آپ کو 'مسئلہ خلق قرآن' میں حق گوئی کی وجہ سے عباسی خلیفہ معتصم نے کوڑے لگوائے تھے۔

امام صاحب نے اپنی 'مسند' کی تیاری میں بہت احتیاط برتی۔ وہ کسی گمراہ اور بدعتی شخص کی روایت نہیں لیتے تھے۔ جو شخص قرآن مجید کو مخلوق مانتا اُس کی روایت بھی رد کر دیتے تھے۔ جن راویوں کی وفات ہو چکی ہو اُن کی روایات لیتے تھے۔

مسند احمد میں احادیث کا تکرار بھی پایا جاتا ہے۔ اس کا آغاز عشرہ مبشرہ کی روایات سے ہوتا ہے اور ایک ہزار کے لگ بھگ صحابہ اور صحابیات کے ناموں کے ساتھ اس میں احادیث روایت کی گئی ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی چودہ بڑی جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے شاگردوں میں امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور امام ابوداؤدؒ شامل ہیں۔

9۔ صحیفہ ہمام بن منبہ

یہ کتاب حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ اُن 139 حدیثوں پر مشتمل ہے جو انہوں نے اپنے شاگرد ہمام بن منبہ کو خود لکھوائی تھی۔

اس صحیفے کو سب سے پہلے ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ (پیدائش 1908ء، وفات دسمبر 2003ء) نے 1953ء میں شائع کیا تھا۔ ڈاکٹر موصوف کو اس کا ایک قدیم نسخہ برلن (Berlin)، جرمنی سے ملا تھا۔ انہوں نے مزید تحقیق و جستجو کی تو اُن کو دمشق (شام) کی ایک لائبریری "المکتبۃ الظاہریۃ" سے اس کا ایک اور نسخہ دستیاب ہو گیا، جو 577ھ کا لکھا ہوا تھا۔ موصوف نے ان دونوں مخطوطوں کا تقابل کرنے کے بعد دمشق والے نسخے کو 1953ء میں انگلش ترجمے کے ساتھ شائع کرا دیا جس میں کل 138 حدیثیں شامل ہیں۔ اب اس صحیفے کا ترجمہ انگلش

Marfat.com

کے علاوہ اردو، ترکی اور فرانسیسی زبان میں ہو چکا ہے۔

اسی صحیفے کا تیسرا مخطوطہ مصر کی لائبریری ''دارالکتب المصریہ'' میں موجود ہے جو 557ھ کا لکھا ہوا ہے اور اس میں 139 حدیثیں جمع ہیں۔ گویا ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کے دونوں مخطوطوں کے مقابلے میں اس میں ایک حدیث زیادہ ہے۔ یہ زائد حدیث اس سے پہلے مسند احمد میں موجود صحیفے کی احادیث میں بھی شامل تھی۔

اس صحیفے کی تمام احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں اور زیادہ تر صحیحین میں شامل ہیں۔ یہ صحیفہ اس سے پہلے مسند احمد اور مصنف عبدالرزاق میں شامل تھا مگر الگ سے اصل صحیفہ نایاب تھا جو بعد میں دریافت ہوگیا۔

میں نے بھی اس صحیفے کا اردو ترجمہ کیا ہے اور ہر حدیث کی تشریح لکھی ہے۔ ہر حدیث کا الگ الگ عنوان قائم کیا ہے۔ آخر میں تمام احادیث کا انڈیکس بھی تیار کیا ہے۔ اس صحیفے کی جو حدیث جس مجموعۂ حدیث میں آئی ہے اُس کا نام اور حدیث کا سلسلہ وار نمبر بھی درج کیا ہے۔

10۔ اللؤلؤ والمرجان

(از علامہ محمد فؤاد عبدالباقیؒ)

یہ کتاب اُن 1906 صحیح احادیث پر مشتمل ہے جن کے صحیح ہونے پر امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں کا اتفاق ہے۔ ایسی احادیث کو ''متفق علیہ'' کہا جاتا ہے۔

اس کتاب کے مرتب علامہ محمد فؤاد عبدالباقیؒ نے اس کا نام یہ رکھا ہے:

"اَللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ فِیْ مَا اتَّفَقَ عَلَیْهِ الشَّیْخَانُ"

اور اسے مختصر کر کے "اَللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ" کہتے ہیں۔ یہ نام دراصل قرآن مجید کی درج ذیل آیات کی طرف تلمیح کی ہے:

﴿مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ o بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ o فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ o یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ o فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ o﴾ (الرحمٰن: 19 تا 23)

''اُسی (اللہ) نے دو طرح کے سمندر بنا دیے اور اُن کو آپس میں ملا دیا۔ مگر اُن کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔ تو تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ پھر ان دونوں قسم کے سمندروں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔ تو تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں

Marfat.com

کو جھٹلاؤ گے۔"

گویا اس کتاب میں احادیث کے دو سمندروں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو ملا دیا گیا ہے اور ان دونوں کے "موتی مرجان" ایک ہی لڑی میں پرو دیے گئے ہیں۔

اہل علم جانتے ہیں کہ صحیح بخاری کو تمام کتب احادیث پر فضیلت حاصل ہے لیکن اس کی احادیث کی ترتیب زیادہ مناسب نہیں۔ اس میں کسی حدیث کی تلاش عام طور پر بہت مشکل کام ہے۔ بعض اوقات آپ کی مطلوبہ حدیث کتاب کے ایسے باب اور حصے میں موجود ہوتی ہے جہاں اس کے ہونے کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس صحیح مسلم، جس کا درجہ صحیح بخاری کے بعد آتا ہے، میں احادیث کی ترتیب اور ابواب بندی نہایت عمدہ اور مناسب ہے جس کے نتیجے میں اس میں کوئی حدیث ڈھونڈنا بہت آسان ہے کیونکہ امام مسلمؒ نے ہر حدیث کو اس کے مناسب اور متعلق مقام پر لکھا ہے اور ساتھ ہی اس سے ملتی جلتی احادیث کے تمام طرق جمع کر دیے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ "اللؤلؤ والمرجان" میں ہر حدیث کا متن (Text) صحیح بخاری سے لیا گیا ہے اور اس کی ترتیب صحیح مسلم کے ابواب وکتب سے لی گئی ہے اور یہ دنیا میں صحیح ترین اور مستند ترین مجموعۂ احادیث بن گیا ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ دنیا کی کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اردو اور انگلش میں بھی اس کا ترجمہ دستیاب ہے۔

اس کتاب کے مرتب علامہ محمد فؤاد عبدالباقی نے اس کام سے پہلے بھی کئی اہم علمی کام کیے ہیں جن میں "المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الكريم" بھی ہے جو قرآن مجید کے تمام الفاظ کا نہایت عمدہ، مستند اور مکمل انڈیکس ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے احادیث کی نو (9) کتابوں کے انڈیکس: "المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوی" کی ترتیب میں بھی حصہ لیا جو سات (7) ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور 1936ء میں لیڈن سے شائع ہوا تھا۔

Marfat.com

ضمیمہ 2: علم حدیث سے متعلق اصطلاحات (TERMS)

(ا)

1. آحاد (واحد، احد):

ایسی حدیث جو متواتر حدیث کی شرطوں پر پوری نہ اُترے اور اس سے کم درجے کی ہو۔ اسے خبر واحد بھی کہتے ہیں۔

2. اثر (جمع آثار):

ایسا قول یا فعل جس کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین یا تابعین کی طرف کی جاتی ہے۔ البتہ بعض علماء کے نزدیک اثر کا لفظ خبر، حدیث اور سنت کا مترادف ہے۔

3. اجازہ:

اس سے مراد کسی استاد کا اپنے شاگرد کو اس بات کی اجازت دینا ہے کہ وہ اس کی سنی ہوئی روایات (مسموعات) یا جمع کی ہوئی کتب حدیث کو روایت کرسکتا ہے۔ اگرچہ یہ تمام روایات نہ شاگرد نے استاد سے سنی ہوں اور نہ وہ کتب استاد کو پڑھ کر سنائی ہوں۔

4. اجزا:

(دیکھو جزء):

5. اخبار آجاد:

وہ حدیثیں جو متواتر حدیث کی شرطوں پر پوری نہ اُتریں اور اُس سے کم درجے کی ہوں۔ ان کو خبر واحد بھی کہا جاتا ہے۔

6. اَخبَرَنَا:

اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے اُستاد نے یہ حدیث ہمیں سنائی۔

7. اَخبَرَنِی:

اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے شیخ (یا اُستاد) نے یہ حدیث مجھے سُنائی۔

Marfat.com

8. اختلاف الحدیث:

دو ایسی حدیثوں کا ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور متضاد ہونا جو صحت میں برابر ہوں۔ پھر اگر ممکن ہو تو ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے، یا توقف کیا جاتا ہے یا پھر ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

9. اِدراج:

کسی حدیث کی سند یا متن میں ایسا اضافہ ہونا جو اصل میں نہ ہو۔ جس حدیث میں اِدراج ہوا ہو اُسے مدرج کہتے ہیں۔

10. اربعین:

ایسی کتاب جس میں چالیس (40) حدیثیں جمع کی گئی ہوں، جیسے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی 'اربعین نووی'۔ چونکہ اس کام پر ثواب بتایا گیا ہے اس لیے بے شمار علماء نے 'اربعین' لکھی ہیں۔

11. اِرسال (مرسل ہونا):

کسی تابعی کا بغیر کسی صحابی کا نام لیے کوئی حدیث بیان کرنا اِرسال کہلاتا ہے اور ایسی حدیث کو مُرسل حدیث کہا جاتا ہے۔

12. اسماء الرجال:

حدیث کے راویوں (مردوں اور عورتوں) کے حالات زندگی، اُن کی چھان بین اور اُن کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کا علم۔ اس بارے میں محدثین نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے میزان الاعتدال (حافظ ذہبی) اور تہذیب التہذیب (امام ابن حجر عسقلانی) وغیرہ۔

13. اِسناد:

کسی حدیث کا وہ حصہ جس میں ترتیب سے ان راویوں کے ناموں کا ذکر ہوتا ہے جنہوں نے اُس حدیث کو بیان کیا ہوتا ہے۔ اسے سند بھی کہتے ہیں۔

14. اَصحاب سُنن:

صحاح ستہ میں سے چار کتابوں سنن ابی داوٗد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے مرتبین و مؤلفین کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

15. اصول حدیث:

(دیکھو علم اصول حدیث):

16. اضطراب:

(دیکھئے مضطرب حدیث)

17. اَطراف:

حدیث کی ایسی کتاب جس میں مرتب نے بہت سے احادیث کا صرف ایک ایک ٹکڑا (پہلا حصہ) ذکر کیا ہو اور اس ٹکڑے سے باقی حدیث کی طرف اشارہ ہو جائے۔ جیسے موسوعہ اطراف الحدیث از محمد سعید زغلول۔

18. اعلام:

اس کے لفظی معنی اعلان کرنے اور خبر دینے کے ہیں لیکن اصطلاح میں اس سے مُراد یہ ہوتی ہے کہ کوئی شیخ اپنے شاگرد کو یہ بتا دے کہ فلاں کتاب یا حدیث اس کی مرویات (روایت کردہ احادیث) یا مسموعات (سماع سے سنی ہوئی احادیث) ہیں۔ اگر اس کے ساتھ وہ ان کی روایت کی اجازت دیدے تو اس کی روایت جائز ہے۔

19. اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عَدُوْلٌ (تمام صحابہ عادل ہیں):

یہ محدثین کے ہاں ایک مسلمہ اصول ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حدیث کی روایت کرنے میں معتبر، ثقہ اور عادل ہیں اور ان پر اس حوالے سے کوئی جرح یا طعن نہیں ہو سکتا۔

20. اَنْبَاَنَا:

اس سے مراد یہ ہے کہ استاد (شیخ) نے ہمیں فلاں حدیث سنائی۔

21. اَنْبَاَنِیْ:

اس سے مراد یہ ہے کہ استاد (شیخ) نے مجھے فلاں حدیث سنائی۔

22. اَوثق:

اول درجے کا وہ معتبر راوی جس کی روایت کردہ حدیث قابل اعتبار اور قابل حجت ہوتی ہے۔

(ب)

23. بلاغات:

وہ حدیثیں جو کسی راوی نے دوسرے راویوں کے ناموں کے بغیر بیان کی ہوں جیسے موطا امام

Marfat.com

مالک رحمۃ اللہ علیہ میں کئی بلاغات ہیں اور ان کی سند کا ذکر نہیں ہے۔

(ت)

24. تابعی (جمع تابعین):

تابعی وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور اسلام کی حالت پر اُس کی وفات ہوئی ہو۔

25. تابعین:

تابعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کی حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات کی اور اسلام ہی کی حالت میں ان کی وفات ہوئی۔

26. تبع تابعی (جمع تبع تابعین):

ہر وہ شخص تبع تابعی ہے جس نے ایمان کی حالت میں کسی تابعی سے ملاقات کی ہو اور ایمان کی حالت پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو۔

27. تخریج:

کسی حدیث کو اُس کی پوری سند سے بیان کرنا اور اسی حدیث کو اس کی دوسری تمام سندوں کے ساتھ بیان کرنا تخریج کہلاتا ہے۔

28. تَدلیس:

حدیث کی سند میں موجود کسی عیب یا نقص کو چھپانا 'تدلیس' کہلاتا ہے اور جس حدیث میں یہ عیب ہو وہ مُدَلَّس کہلاتی ہے۔

29. تصحیف:

کسی لکھی ہوئی حدیث کی اصلاح اور درستی کرنے کو تصحیف کہتے ہیں ۔ یہ دراصل کاتب کی غلطی کی اصلاح ہوتی ہے۔ جس حدیث کی تصحیح ہوئی ہو اُسے مصحف کہا جاتا ہے۔

30. تعدیل:

اس سے مراد کسی حدیث کے راویوں کو عادل اور (معتبر) ٹھہرانا ہے۔ پھر ایسے راویوں کی روایت کردہ حدیث صحیح اور مقبول ہوسکتی ہے۔

Marfat.com

31. تقریر:

(دیکھئے تقریری حدیث):

32. تقریری حدیث:

کوئی عمل جو حضور ﷺ کے سامنے ہوا اور آپ ﷺ خاموش رہے یا آپ ﷺ کے سامنے کسی عمل کا ذکر ہوا اور آپ ﷺ نے اس پر خاموشی اختیار کی، اُسے گوارا کیا تو اسے ''تقریری حدیث'' کہتے ہیں۔ گویا آپ ﷺ نے اُسے برقرار رکھا۔

(ث)

33. ثقہ (جمع ثقات):

دوسرے درجے کا معتبر راوی جس کی روایت کردہ حدیث قابلِ اعتبار اور قابل حجت ہوتی ہے۔

34. ثلاثیات:

ایسی احادیث جو زمانے کی دُوری کے باوجود صرف تین واسطوں سے حضور ﷺ سے نقل کی گئی ہیں۔ جیسے صحیح بخاری میں بائیس (22) حدیثیں ایسی ہیں جو ثلاثیات میں سے ہیں۔

35. ثنائیات:

ایسی حدیثیں جو زمانے کی دُوری کے باوصف صرف دو واسطوں سے نبی ﷺ سے نقل کی گئی ہوں۔ مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں ایسی کئی احادیث ہیں جو ثنائیات ہیں۔

(ج)

36. جامع (جمع جوامع):

حدیث کی ایسی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ہر طرح کے مضامین ہوں جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ۔

37. جرح:

اس سے مراد حدیث کے کسی راوی پر تنقید اور اعتراض ہے جس کے بعد وہ راوی مجروح کہلاتا ہے اور اُس کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

38. جزء (جمع اجزاء):

حدیث کی وہ مختصر کتاب جس میں کسی راوی کی تمام مرویات جمع کر دی گئی ہوں۔ اس کے علاوہ کسی ایک موضوع سے متعلق احادیث جمع کر لینے کو بھی 'جزء' کہتے ہیں جیسے امام بخاری کی جزء ''رفع الیدین فی الصلوٰۃ۔''

(ح)

حافظ، حافظ الحدیث:

متاخرین بڑے محدث کو حافظ کہتے ہیں جسے کم سے کم ایک لاکھ احادیث سند اور متن کے ساتھ زبانی یاد ہوں۔ البتہ سابقہ سلف صالحین کے ہاں محدث اور حافظ مترادف تھے۔

39. حَدَّثَنَا:

اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ استاد (شیخ) نے ہمیں حدیث سنائی خواہ اپنے حافظے سے یا کسی کتاب سے الفاظ پڑھ کر۔

40. حَدَّثَنِیْ:

اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ استاد (شیخ) نے فلاں حدیث مجھے سنائی۔

41. حدیث، حدیث قُدسی:

حدیث سے مراد وہ قول، فعل اور تقریر و تصویب ہے جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہو اور حدیث قُدسی وہ ہے جس کی نسبت حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہو۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے 'متکلم کا صیغہ' استعمال ہوتا ہے۔

42. حسن حدیث:

ایسی حدیث جس میں صحیح حدیث کی پانچ میں سے چار شرطیں پوری پائی جائیں مگر پانچویں شرط میں کچھ کمی پائی جاتی ہو یعنی اُس کے راوی میں حفظ و ضبط کی کمزوری ہو۔

43. حفظ حدیث:

حدیث کو یاد کرنے اور یاد رکھنے کو حفظ حدیث کہتے ہیں اس کے علاوہ راوی کی یادداشت کو بھی حفظ کہتے ہیں۔

Marfat.com

(خ)

44. خبر (جمع اخبار):

حدیث کو خبر بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع اخبار آتی ہے۔

45. خبر واحد:

خبر واحد وہ حدیث ہے جس میں متواتر کی شرطیں نہ پائی جاتی ہوں۔ اس کے راوی تعداد میں متواتر سے کم ہوں۔ اس کا درجہ متواتر سے کم ہوتا ہے۔ خبر واحد کو آحاد یا اخبار آحاد بھی کہتے ہیں۔

46. خماسیات:

ایسی حدیثیں جو زمانے کی دُوری کے باوجود صرف پانچ (5) واسطوں سے حضور ﷺ سے نقل کی گئی ہوں۔

(ر)

47. راجح:

اگر دو مختلف مضامین کی معارض (مخالف) حدیثیں ہوں اور اُن دونوں کو بیک وقت جمع کرنا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں متن یا سند کے وجوہِ ترجیح سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دی جائے گی۔ جس حدیث کو ترجیح حاصل ہوگی وہ راجح کہلائے گی۔

48. راوی:

حدیث روایت کرنے والے شخص کو راوی کہتے ہیں۔ یہ کوئی صحابی، تابعی، تبع تابعی یا ان کے بعد کا کوئی شخص ہوسکتا ہے۔

49. رباعیات:

ایسی احادیث جو زمانے کی دُوری کے باوصف صرف چار (4) واسطوں سے حضور ﷺ سے نقل کی گئی ہوں۔ جیسے "رباعیات امام نسائی" وغیرہ۔

50. روایت:

حدیث بیان کرنے کو روایت کہتے ہیں اور حدیث اور روایت مترادف بھی ہیں۔

Marfat.com

51. روایت بالمعنیٰ:

کسی حدیث کو اس طرح بیان کرنا کہ اس کا مضمون اور مفہوم باقی اور سلامت رہے البتہ حدیث اپنے اصل الفاظ میں بیان نہ ہو۔

(س)

52. سماع:

(اُستاد کی زبان سے سننا): یہ اخذ حدیث کا سب سے اعلیٰ طریقہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شاگرد استاد سے حدیث سنے، خواہ اُستاد کسی کتاب سے وہ حدیث پڑھ کر سنا رہا ہو یا اپنے حافظے سے اور خواہ وہ حدیث شاگرد کو لکھوائے یا نہ لکھوائے۔

53. سَمِعْتُ:

اس سے مراد یہ ہے کہ استاد (شیخ) نے مجھے فلاں حدیث سنائی۔ ایسی حدیث مرفوع ہوتی ہے۔

54. سَمِعْنَا:

اس سے مراد یہ ہے کہ استاد نے ہمیں فلاں حدیث سنائی۔ ایسی حدیث بھی مرفوع ہوتی ہے۔

55. سنت:

عام طور پر حدیث اور سنت کے الفاظ مترادف ہوتے ہیں لیکن بعض علماء اس سے نبی ﷺ کے ثابت شدہ قول، فعل یا تقریر مراد لیتے ہیں۔ گویا 'حدیث' عام ہے اور 'سنت' خاص۔

56. سند:

اس سے مراد راویوں کا وہ سلسلہ ہے جو تبع تابعی، تابعی اور صحابی سے ہو کر اُس متن (حدیث کے مضمون) تک پہنچتا ہے جو نبی ﷺ سے منسوب ہو۔ گویا یہ متن تک پہنچے کا راستہ ہے۔ یہ سند عالی بھی ہوتی ہے اور نازل بھی۔ عالی سند وہ ہے جس میں کم واسطوں سے کوئی حدیث حضور ﷺ (۱۱ھ) تک پہنچتی ہو اور نازل سند وہ ہے جس میں زیادہ واسطوں سے کوئی حدیث حضور ﷺ (۱۱ھ) تک پہنچتی ہو۔

57. سنن:

اس سے مراد حدیث کی ایسی کتاب ہے جس میں احکام سے متعلق احادیث ہوں اور ان کو فقہی ابواب کی ترتیب سے لکھا گیا ہو۔ جیسے سنن ابی داؤد۔

Marfat.com

58. سنن اربعہ:

حدیث کی چار کتابوں سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کو سنن اربعہ کہا جاتا ہے۔

59. شاذ حدیث:

ایسی حدیث جس کا کوئی مقبول اور ثقہ راوی اپنے سے زیادہ مقبول اور زیادہ ثقہ راوی مخالفت کرے۔ شاذ کے مقابلے میں 'محفوظ حدیث' ہوتی ہے۔

60. شاھد (جمع شواہد):

کسی حدیث کے الفاظ ومعانی یا صرف معانی کی تائید کرنے والی ایسی حدیث کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے صحابی سے مروی ہے۔

61. شُذُوذ:

جب کوئی مقبول راوی کسی ایسے راوی کے خلاف روایت کرے جو درجے میں اُس سے بڑھ کر ہو تو یہ شذوذ ہے اور ایسی حدیث شاذ کہلاتی ہے اور یہ بھی ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔ یہ شذوذ سند میں بھی ہوسکتا ہے اور متن میں بھی۔

62. شیخ (جمع شیوخ):

جس سے کوئی حدیث یا روایت لی جاتی ہے۔

63. شیخ الحدیث:

حدیث کے اُستاد کو آج کل شیخ الحدیث کہتے ہیں۔

64. شیخین:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو ملا کر شیخین کہا جاتا ہے۔

(ص)

65. صحابی:

ہر وہ شخص جس نے ایمان کی حالت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اُس کی وفات بھی ایمان کی حالت میں ہوئی ہو۔

Marfat.com

66. صحاحِ ستہ:

حدیث کی چھ (6) کتابوں کو صحاحِ ستہ کہا جاتا ہے جن میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ شامل ہیں۔

67. صحیح حدیث:

وہ حدیث جو درج ذیل شرائط پر پوری اُترتی ہو۔

1: اُس کی سند متصل ہو۔

2: اُس کے تمام راوی عادل ہوں۔

3: اُس کے تمام راوی ضابط ہوں۔

4: اُس میں شذوذ نہ ہوں۔

5: اُس میں کوئی مخفی عیب نہ پایا جاتا ہو۔

ایسی حدیث، مقبول، قابل اعتبار اور قابل حجت ہوتی ہے۔

68. صحیحین:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم، حدیث کی ان دو کتابوں کو ملا کر صحیحین (دو صحیح کتابیں) کہا جاتا ہے۔ ان دونوں میں جو حدیث آئی ہو وہ 'متفق علیہ' کہلاتی ہے۔

69. صحیفہ:

حدیث کے مجموعے کو کہتے ہیں۔

(ض)

70. ضابطہ و حافظ:

ایسا راوی جس میں ضبط و حفظ کی قوت وصلاحیت ہو۔ حدیث کو یاد رکھے یا کتاب میں محفوظ رکھے۔

71. ضبط و حفظ:

کسی حدیث کو لکھ کر محفوظ رکھنا ضبط کہلاتا ہے اور اُسے یاد رکھنا حفظ ہے۔

72. ضعیف حدیث:

ہر وہ حدیث جس میں حسن حدیث کی چار ضروری شرائط نہ پائی جاتی ہوں۔ یہ مردود حدیث کہلاتی ہے۔

Marfat.com

73. ضعیف راوی:

ایسا راوی جس میں ثقہ یا معتبر راوی والے اوصاف نہ پائے جائیں۔ وہ عادل نہ ہو یا وہ ضابط و حافظ نہ ہو۔

(ط)

74. طبقہ:

صحتِ حدیث کے اعتبار سے کتب حدیث کی درجہ بندی طبقہ کہلاتی ہے۔ پہلے طبقہ میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم شامل ہیں۔ اور بعض کے نزدیک مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی ان میں شامل ہے۔

75. طعن (عیب):

اگر حدیث کے کسی راوی میں کوئی ایسا عیب یا نقص پایا جائے جو صحت حدیث پر اثر انداز ہوتا ہو تو اسے طعن کہتے ہیں اور ایسے مطعون شخص کی روایت نہیں لی جاتی۔

(ع)

76. عادل راوی:

عادل راوی وہ ہے جو دینی فرائض کا پابند اور حرام کاموں سے بچنے والا ہے۔ صرف ایسا شخص ہی حدیث کی روایت کرنے میں معتبر اور ثقہ ہوتا ہے۔

77. عدالت (راوی کی):

راوی کی عدالت سے مراد اُس کے عادل ہونے اور معتبر ہونے کا وصف ہے کہ ایسا راوی دینی فرائض کی پابندی کرتا ہے اور حرام کاموں یعنی فسق و فجور سے بچتا ہے۔

78. عدول (عادل کی جمع):

عادل راویوں کو عدول کہا جاتا ہے۔ ایسے راوی معتبر اور ثقہ ہوتے ہیں اور ان کی روایت قبول کی جاتی ہے۔

79. عزیز حدیث:

جس حدیث کے راویوں کی تعداد کسی دور یا طبقے میں صرف دو (2) ہو۔

Marfat.com

80. علت:

کسی حدیث میں کوئی مخفی عیب یعنی چھپا ہوا نقص ہونا جس کے بعد وہ صحیح حدیث نہ رہے۔ ایسی حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ ان احادیث کے مجموعے کو عِلَل کہا جاتا ہے جیسے ابن ابی حاتم کی 'العلل'۔

81. علم اصول حدیث:

وہ علم جس کے ذریعے راوی اور اُس کی روایت کی پہچان ہوتی ہے اور اس کی روشنی میں کسی حدیث کو قبول یا رَد کیا جاتا ہے۔

82. علم درایت:

وہ علم جس میں راوی اور اُس کی روایت کردہ حدیث کی قبولیت یا عدم قبولیت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

83. علم حدیث (علم روایت):

نبی ﷺ سے منسوب اقوال، افعال اور تقریرات کا علم۔

(غ)

84. غریب حدیث:

جس حدیث کے راویوں کی تعداد کسی دور یا طبقے میں صرف ایک ہی ہو۔

85. غریب الحدیث:

احادیث کے مشکل الفاظ اور اُن کے معانی بیان کرنے کو غریب الحدیث کہتے ہیں۔ اس موضوع پر 'النہایہ' از ابن اثیر عمدہ کتاب ہے۔

(ف)

86. فرد حدیث:

یہ غریب حدیث ہی کا دوسرا نام ہے جس میں راویوں کی تعداد کسی دور یا طبقے میں صرف ایک ہی ہوتی ہے۔

87. فعلی حدیث:

جو حدیث نبی ﷺ کے کسی فعل یا عمل پر مبنی ہو۔

Marfat.com

88. فقه الحديث:

یہ احادیث میں وارد احکام کو سمجھنے جاننے کا نام ہے۔

89. فنِ حدیث:

(دیکھو علم حدیث)

(ق)

90. قَالَ لَنَا:

یہ بھی حدیث کے اخذ وتحمل کا ایک طریقہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ استاد (شیخ) نے ہمیں فلاں حدیث سنائی۔

91. قَالَ لِیْ:

اخذ حدیث کے اس طریقے سے مراد یہ ہے کہ استاد (شیخ) نے مجھے فلاں حدیث سنائی۔

92. قرأت:

یہ بھی اخذ حدیث کا اچھا طریقہ ہے جس میں شاگرد اپنے استاد کو زبانی کوئی حدیث سنائے یا کتاب سے پڑھ کر سنائے۔ گویا اس طریقے میں شاگرد استاد کو پڑھ کر سناتا ہے اس لیے اسے قراءت علی الشیخ بھی کہتے ہیں۔

93. قولی حدیث:

وہ حدیث جو نبی ﷺ کے کسی قول پر مبنی ہو۔ جیسے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" (اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے)۔

(ک)

94. کتب صحاح:

(دیکھو صحاحِ ستہ):

(م)

95. متابع حدیث (جمع متابعات):

یہ وہ حدیث ہے جس کے راوی کی تائید کوئی دوسرا راوی بھی کرتا ہو اور تائید کرنے والا ایسا ہو کہ اس کی

Marfat.com

روایت کو تسلیم کیا جاتا ہو۔ اس میں تائید کرنے والا پہلے راوی کے شیخ یا شیخ الشیخ سے ایسے الفاظ میں حدیث روایت کرے جو پہلے راوی کے بیان کردہ الفاظِ حدیث سے ملتے جلتے ہیں۔

96. متروک حدیث (راوی):

ایسا راوی جو اپنی روزمرہ گفتگو میں جھوٹ کا عادی ہو لیکن حدیث سے ظاہر نہ ہوتا ہو کہ وہ جھوٹا ہے، یا اُسے بہت زیادہ وہم لاحق ہوتا ہو (کثیر الوہم)۔

98. مُتفقٌ عَلَیْہ:

وہ حدیث جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہو۔

99. متن حدیث (جمع متون):

کسی سند کے بعد کلام کا وہ حصہ جو نبی ﷺ سے منسوب پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک ہی متن کی کئی روایتیں اور سندیں ہوسکتی ہیں جو سب کی سب الگ الگ حدیثیں شمار ہوتی ہیں حالاں کہ اُن کا مضمون ایک ہی ہوتا ہے۔

100. متواتر حدیث:

اس سے مراد وہ حدیث ہے جسے ہر دور میں راویوں کی اتنی زیادہ تعداد نے روایت کیا ہو کہ اُن کا جھوٹ پر متفق ہونا ممکن نہ ہو۔ متواتر لفظی بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی۔

101. مجہول راوی:

ایسا راوی جس کا ثقہ (یا معتبر) ہونا یا نہ ہونا معلوم نہ ہو۔ گویا یہ کوئی نامعلوم شخص ہوتا ہے جو کسی حدیث کی روایت کرتا ہے۔

102. مُحدِّث (جمع محدثین):

حدیث کے ماہر عالم کو محدث کہتے ہیں۔ اس کی جمع محدثین ہے۔

103. محفوظ حدیث:

شاذ (ضعیف حدیث) کے مقابلے میں جو صحیح حدیث ہوتی ہے وہ محفوظ حدیث کہلاتی ہے۔

104. مختلف الحدیث (اختلاف الحدیث):

دو بظاہر متضاد حدیثیں جو صحت میں برابر ہوں اور ان میں جمع و تطبیق ممکن ہو یا ایک کو دوسری پر ترجیح دی جاسکتی ہو۔

Marfat.com

105. مُدرَج حدیث:

ایسی حدیث جس کی اصل سند یا اُس کے اصل متن میں کچھ اضافہ کر دیا گیا ہو۔ اسے کسی حدیث میں 'اِدراج' ہونا کہا جاتا ہے۔

106. مُدَلَّس حدیث:

ایسی حدیث جس میں راوی نے تدلیس سے کام لیا ہو یعنی اُس کی سند میں اس کے مخفی عیب کو چھپا دیا ہو۔ گویا ایسی حدیث جس کی سند میں مخفی عیب کو چھپایا گیا ہو۔ مُدَلَّس کہلاتی ہے۔

107. مرجوح حدیث:

اگر ایک مختلف اور معارض حدیث پر کسی اور مختلف اور معارض حدیث کو کسی وجہ سے ترجیح حاصل ہو جائے تو اُسے مرجوح حدیث کہتے ہیں اور ترجیح پانے والی کو راجح کہا جاتا ہے۔

108. مردود حدیث:

ایسی حدیث جسے قبول نہیں کیا جاتا۔ یہ ضعیف یا موضوع ہوتی ہے۔

109. مُرسَل حدیث:

جس حدیث کی سند میں صحابی کا نام ساقط ہو یعنی نام موجود نہ ہو۔ ایسی حدیث غیر متصل اور ضعیف ہوتی ہے۔

110. مرفوع حدیث:

ایسی حدیث جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔

111. مَروِی (جمع مرویات):

کسی روایت شدہ حدیث کو کہتے ہیں۔

112. مُستخرج (جمع مستخرجات):

حدیث کی ایسی کتاب جس کا مصنف کسی دوسرے مصنف کی کتاب میں درج احادیث کو اپنی الگ سند سے بیان کرتا ہے۔ اس طرح یہ دوسری سند بھی پہلی سند سے کسی مرحلے پر اُوپر جا کر مل جاتی ہے۔

113. مُستَدرَک (جمع مستدرکات):

حدیث کی ایسی کتاب جس میں کسی دوسرے مصنف کی شرائط کے مطابق حدیثیں جمع کی جائیں جو اصل

Marfat.com

مصنف کی کتاب میں موجود نہ ہوں جیسے مستدرک علی الصحیحین از امام حاکم نیشا پوری (م405ھ) ۔ اس کتاب میں امام حاکم نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق حدیثیں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

114. مُستفیض حدیث:

اکثر علماء کے نزدیک یہ مشہور حدیث ہی کا دوسرا نام ہے۔

115. مُسند:

مرفوع حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند متصل ہوتی ہے۔

116. مُسند (جمع مسانید):

حدیث کی ایسی کتاب جس میں ہر صحابی کی روایت کردہ تمام احادیث ایک ہی جگہ پر جمع کر دی گئی ہوں جیسے مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، مسند شافعی اور مسند ابی داؤد طیالسی۔ لیکن اگر ہر صحابی کی روایات کو فقہی ابواب کی ترتیب سے جمع کیا جائے تو اسے مصنف کہتے ہیں جیسے مصنف عبدالرزاق۔

117. مشہور حدیث:

جس حدیث کے راویوں کی تعداد کسی دور یا طبقے میں تین (3) سے نو (9) تک ہو۔

118. مُصَحَّف حدیث:

ایسی حدیث جس میں کسی کاتب کی غلطی کی اصلاح کی گئی ہو۔ گویا یہ تصحیح شدہ حدیث ہوتی ہے۔

119. مُضطرب حدیث (کسی حدیث میں اضطراب ہونا):

کسی حدیث کی ایسی شکلیں جو ایک دوسرے کے بالکل خلاف اور معارِض ہوں اور ان کو جمع کرنا، یا ایک دوسرے پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو۔

120. مطعون (راوی):

جس راوی پر طعن یعنی (عیب) لگا ہو اُسے مطعون راوی کہتے ہیں اور اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی کیونکہ وہ ضعیف ہو جاتی ہے۔

121. معجم (جمع معاجم):

جس کتاب میں حروف تہجی کے لحاظ سے شیوخ، بلدان (شہروں) اور قبیلوں کے ناموں کے اعتبار سے

Marfat.com

احادیث درج کی جاتی ہیں جیسے معجم کبیر (طبرانی)

122. مُعضَل حدیث:

ایسی حدیث جس میں دو یا دو سے زیادہ راوی موجود نہ ہوں۔

123. مُعلَّق حدیث:

ایسی حدیث جس کی سند کی ابتداء سے ایک یا ایک سے زیادہ راویوں کا ذکر نہ ہو۔ اسے تعلیق بھی کہتے ہیں۔ ایسی حدیث ضعیف ہوتی ہے۔

124. مُعلَلُ حدیث:

ایسی حدیث جس میں کوئی مخفی علت یعنی چھپا ہوا عیب یا نقص پایا جاتا ہو۔ اسے معلول حدیث بھی کہتے ہیں۔

125. مقبول حدیث:

ایسی حدیث جسے قبول کیا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہوتی ہے یا پھر حسن۔

126. مقطوع حدیث:

ایسی حدیث جس کی نسبت کسی تابعی یا اس سے نیچے کسی شخص کی طرف کی گئی ہو۔

127. مقلوب حدیث:

ایسی حدیث جس کی سند یا جس کے متن میں تقدیم و تاخیر کر دی جائے۔ گویا کسی ایک لفظ کو دوسرے سے بدل دیا جائے یا اسے آگے پیچھے کر دیا جائے۔

128. مکاتبہ:

اس سے یہ مراد ہے کہ شیخ خود لکھ کر یا کسی سے اپنی مرویات (روایت کردہ احادیث) لکھوا کر ایک موجود شاگرد کو دے یا غیر موجود شاگرد کو بھیج دے۔

129. مُکثِّرین صحابہ:

ایک ہزار سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مکثرین کہا جاتا ہے۔ جیسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

130. مناولہ:

اس سے مراد یہ ہے کہ استاد اپنے شاگرد کو کوئی کتاب یا لکھی ہوئی حدیث دے اور کہے کہ اس کو میری طرف سے روایت کرنے کی اجازت ہے۔

131. منسوخ حدیث:

جس حدیث کا حکم کسی دوسری حدیث کے حکم سے بدل چکا ہو۔ اس لیے منسوخ حدیث پر عمل نہیں کیا جاتا۔

132. منقطع حدیث:

وہ حدیث جس کی سند متصل نہ ہو اور اس میں کسی جگہ کوئی راوی نہ پایا جاتا ہو یا وہ راوی مجہول (Unknown) ہو۔

133. منکر حدیث:

ایسی حدیث جس کی سند کا کوئی راوی فاش غلطیاں کرتا ہو، یا جس میں بہت غفلت پائی جائے، یا وہ فاسق و فاجر ہو اور یا وہ ضعیف راوی کی بھی مخالفت کرے۔

134. منکر الحدیث راوی:

(دیکھو منکر حدیث):

135. موضوع حدیث:

جھوٹی اور من گھڑت حدیث کو موضوع حدیث کہتے ہیں ۔ جسے کوئی شخص خود گھڑ کر نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دے۔ (نعوذ باللہ) یہ کبیرہ گناہ ہے۔ اس بارے میں محدثین نے کئی کتب لکھی ہیں۔

136. موقوف حدیث:

ایسی حدیث جس کی نسبت کسی صحابی کی طرف کی گئی ہو۔

(ن)

137. ناسخ حدیث:

جس حدیث کے حکم سے کسی پہلی حدیث کا حکم بدل گیا ہو۔ ایسی نئی حدیث کو ناسخ اور پہلے والی حدیث کو

Marfat.com

منسوخ کہتے ہیں۔ پھر ناسخ حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور پہلی منسوخ حدیث پر عمل نہیں کیا جاتا۔

(و)

138. وجادہ:

اس سے مراد حدیث کی کسی کتاب سے سماع، اجازہ اور مناولہ کے بغیر علم حاصل کرنا ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی محدث کی اپنی لکھی ہوئی حدیثیں دیکھے اور سابقہ ملاقات کی بنیاد پر اُن کو اچھی طرح پہچان لے کہ یہ اُسی کی تحریر کی ہوئی ہیں۔ ایسی حدیثیں ضعیف ہوتی ہیں۔

139. وحدانیات:

ایسی احادیث جن کو زمانے کی دُوری کے باوجود صرف ایک ہی واسطے سے حضور ﷺ سے نقل کیا گیا ہو۔

140. وصیت:

یہ حدیث کے اخذ وتحمل کی نادر مگر کمزور ترین صورت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شیخ سفر کے دوران میں یا بستر مرگ پر صراحت کے ساتھ یہ کہے کہ:

''میں فلاں شخص کو فلاں کتاب کے روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔''

Marfat.com

ضمیمہ 3: راویانِ حدیث کے مختصر حالاتِ زندگی

ذیل میں اُن راویانِ حدیث (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین) کے مختصر حالاتِ زندگی حروفِ تہجی کے اعتبار سے لکھے جا رہے ہیں جن سے روایت کردہ احادیث 'مشکوٰۃ الحدیث جلد سوم' میں شامل ہیں۔

1۔ ابو بردہ ہانی بن نیار رضی اللہ عنہ:

یہ مشہور صحابی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے چچا یا ماموں ہیں۔ ابتدائی دور میں بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر اسلام لائے۔ غزوۂ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں حصہ لیا۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جنگ جمل اور جنگ صفین میں بھی شریک تھے۔ ان کے اصل نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے مالک بن ہبیرہ اور بعض نے ان کا نام حارث بن عمرو لکھا ہے۔ لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ کا پورا نام ابو بردہ ہانی بن نیار ہے۔

تمام صحاح ستہ میں ان سے مروی احادیث موجود ہیں۔

2۔ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ (نفیع بن حارث ثقفی رضی اللہ عنہ)

آپ مشہور صحابی ہیں۔ اصل نام نفیع بن حارث ثقفی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ابو بکرہ رکھی جو نام سے بھی زیادہ مشہور ہوگئی۔ غزوۂ طائف کے موقع پر ایمان لائے۔ جنگ جمل اور جنگ صفین اور دوسرے فتنوں سے الگ رہے۔ ان کا شمار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی میں سے ہوتا ہے۔ آخری عمر میں بصرہ (عراق) میں رہنے لگے جہاں 50 ہجری یا 51 ہجری میں وفات پائی۔ تمام کتب صحاح میں ان سے مروی احادیث موجود ہیں۔

3۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ:

ان کا اصل نام سعد بن مالک بن سنان خزرجی ہے اور یہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور تھے۔

یہ کم عمری کی وجہ سے غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں شرکت نہ کر سکے۔ البتہ غزوۂ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ غزوۂ احد میں ان کے والد شہید ہوگئے تھے۔

آپ نوجوان فقہا صحابہ میں سے تھے۔ 74ھ کے لگ بھگ فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

Marfat.com

آپ نے نبی ﷺ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ حق بات بیان کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروانہ کریں گے۔آپ

کثرین صحابہ میں سے ہیں اور آپ سے 1170 حدیثیں مروی ہیں جو صحاحِ ستہ میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

4۔ابو قتادہ رضی اللہ عنہ (حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ)

آپ مشہور صحابی ہیں۔غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں حصہ لیا۔بعد میں امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے۔حضور ﷺ نے بعض اوقات آپ کو دعائیں دی ہیں۔ آپ بہترین شہسوار تھے۔صحاح ستہ میں آپ کے بہت سے فضائل بیان ہوئے ہیں۔

آپ کی وفات کے سال میں اختلاف ہے۔بعض نے 38 ہجری، بعض نے 40 ہجری اور بعض 54 ہجری سالِ وفات لکھا ہے۔

صحاح ستہ کی تمام کتابوں میں آپ کی روایت کردہ احادیث موجود ہیں۔

5۔ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ):

آپ کا نام عبداللہ بن قیس اور کنیت ابو موسیٰ ہے۔یمن کے قبیلہ اشعر کی نسبت سے اشعری کہلاتے ہیں۔مشہور صحابی ہیں۔ابتدائی زمانے میں مکے میں اسلام قبول کیا۔پھر نبی ﷺ کی اجازت سے اپنے وطن یمن چلے گئے۔فتح خیبر کے موقع پر یہ اپنے قبیلے سمیت یمن سے ہجرت کر کے مدینے آ گئے۔

آپ نہایت خوش الحان تھے۔آپ کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"يَا اَبَا مُوْسٰى! لَقَدْ اُعْطِيْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوٗدَ."

"اے ابو موسیٰ! آپ کو آلِ داؤد کی سی خوش الحانی عطا ہوئی ہے۔"

دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔خلافت راشدہ کے دور میں شام کی فتوحات میں بھی شریک جہاد رہے۔

نبی ﷺ نے آپ کو یمن کے بعض علاقوں کا والی بنا کر بھیجا تھا۔حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں بصرہ کے حاکم مقرر ہوئے۔

واقعہ تحکیم میں آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ثالث مقرر کیے گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف

Marfat.com

سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ثالث تھے جنہوں نے کمال ڈپلومیسی سے آپ کو خطرناک دھوکا دیا۔ اس واقعے کا آپ پر ایسا اثر ہوا کہ باقی تمام عمر گوشہ نشینی میں گزار دی اور مکہ یا کوفہ میں قیام پذیر رہے۔

آپ نے 42ھ یا 44ھ یا 50ھ یا 51ھ میں مکہ یا کوفہ میں وفات پائی۔

کتب صحاح میں آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔

6۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ:

آپ کا نام عبدالرحمٰن بن صخر تھا لیکن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ فتح خیبر کے بعد مسلمان ہوئے اور اصحابِ صفہ میں سے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ بھی مسلمان ہوگئی تھیں۔ اسلام لانے کے بعد کئی غزوات میں حصہ لیا۔

صحیح احادیث میں ہے کہ ایک بار انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں بہت سی احادیث سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی چادر پھیلاؤ۔ انہوں نے چادر پھیلا دی۔ پھر ارشاد ہوا کہ اس کو اپنے سینے کے ساتھ چمٹا لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اُن کا اپنا قول ہے کہ پھر میں کبھی نہیں بھولا۔ اس کے ساتھ ہی اُن کا یہ بیان بھی ہے کہ تم لوگ کہتے ہو کہ میں زیادہ حدیثیں کیوں بیان کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میں ایک غریب آدمی تھا جو ہمیشہ حضور رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہتا تا کہ کچھ کھانے کو بھی مل جائے۔ مہاجرین کا حال یہ تھا کہ وہ بازار میں خرید وفروخت میں مصروف رہتے اور انصار اپنی کھیتی باڑی اور مال مویشی کو سنبھالنے میں مشغول رہتے لیکن میں نے اپنے آپ کو احادیث کے علم کے حصول کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

ایک حدیث کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے ایسا علم عطا ہو جسے میں کبھی نہ بھولوں، تو اس دعا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی تھی اور اس کے بعد اُن کا حافظہ قوی ہوگیا تھا۔ جو بات یاد رکھتے کبھی نہ بھولتے۔

آپ نہایت عباد و زاہد اور مہمان نواز صحابی تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اُن کو کچھ عرصے کے لیے مدینے کا گورنر بنا دیا تھا۔ آپ 60ھ اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ جب کوئی اُن سے اس کا سبب پوچھتا تو فرماتے کہ اس کے بیان کرنے سے یہ بہتر ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا سر اُس کی گردن پر نہ رہے۔

Marfat.com

آپ کی وفات 57ھ میں مدینے میں ہوئی۔ مکثرینِ صحابہ میں آپ کا سب سے پہلا نمبر ہے۔ آپ سے 5374 حدیثیں مروی ہیں۔ صحیحین میں آپ سے روایت کی گئی احادیث کی تعداد 497 ہے۔

7۔ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھا۔ آپ کی والدہ حبشی عورت تھی جس کا نام 'برکت' تھا لیکن وہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے نام سے مشہور ہوئیں۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ کی کنیز بھی رہ چکی تھیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ فوت ہوئیں تو ام ایمن رضی اللہ عنہا ہی کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لے لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرماتے تھے کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا میری ماں کی طرح ہیں اور یہ میرے خاندان ہی کے افراد میں سے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ان کے بچپن میں پیار کرتے تھے اور جب وہ جوان ہوئے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر شفقت فرماتے تھے۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اچھی عادات اور اعلیٰ اخلاق و اوصاف کے مالک تھے۔ وہ بڑے ذہین، بہادر، پاک دامن، نرم مزاج اور پرہیز گار شخص تھے۔ اپنے انہی اوصاف کی وجہ سے وہ لوگوں کی نظر میں ایک پسندیدہ شخصیت تھے۔

غزوۂ احد کے موقع پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ جہاد کے میدان کی طرف نکلے۔ اس غزوے میں بعض لڑکوں کو جہاد کی اجازت دی گئی بعض کو ان کی کم عمری کی وجہ سے واپس لوٹا دیا گیا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بھی واپس لوٹا دیے گئے تھے۔

جب وہ واپس لوٹے تو رو رہے تھے کیونکہ ان کو کم عمر ہونے کی وجہ سے جہاد میں شرکت سے روک دیا گیا تھا۔

پھر جب غزوۂ خندق ہوا تو اس موقع پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے ہم عمر نوجوانوں کے ساتھ میدان کی طرف آئے۔ وہ اپنے پنجوں کے بل اونچے کھڑے ہوئے تا کہ ان کو جہاد میں شامل ہونے کی اجازت مل جائے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غزوۂ خندق میں شرکت کی اجازت دے دی۔ اسامہ رضی اللہ عنہ اس وقت صرف پندرہ 15 برس کے تھے اور انہوں نے جہاد کے لیے تلوار اٹھائی تھی۔

غزوۂ حنین میں جب مسلمانوں کو پہلے شکست سے دوچار ہونا پڑا تو اس نازک موقع پر جو چند صحابہ کرام

Marfat.com

نبی ﷺ کے ساتھ میدان میں ڈٹے رہے، اسامہ رضی اللہ عنہ ان میں شامل تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

غزوۂ موتہ میں، جب کہ اسامہ رضی اللہ عنہ ابھی اٹھارہ 18 برس کے تھے، انہوں نے اپنے باپ کی قیادت میں جہاد کیا اور اپنے عظیم باپ کی شہادت کا منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر حوصلہ نہ ہارا۔ بلکہ جنگ کے سپہ سالار حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دشمن کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ پھر جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے اور ان کی جگہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار بنائے گئے تو وہ بھی جلد ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ان تینوں سپہ سالار صحابہ کی شہادت کے بعد اسلامی لشکر کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کی اور جنگی حکمت عملی کے تحت لشکر اسلام کو رومیوں کے نرغے سے بچا لینے میں کامیاب ہو گئے۔

پھر 11ھ کو رسول اللہ ﷺ نے رومی عیسائیوں کے خلاف جہاد کے لیے ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام شامل تھے تو اس لشکر کا امیر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ اس وقت وہ بیس 20 سال کے تھے۔ لیکن ابھی یہ لشکر اپنی تیاری میں مصروف تھا کہ رسول اللہ ﷺ شدید بیمار ہو گئے اور آپ ﷺ کی بیماری ہی کے عالم میں وہ لشکر روانہ ہوا۔ روانگی سے قبل نبی ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دعا دی۔ پھر نبی کریم ﷺ کی اچانک وفات کے سبب یہ لشکر روانہ نہ ہو سکا۔

حضور ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چنا گیا تو انہوں نے سب سے پہلے یہی کام کیا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی کا حکم دیا۔ لیکن بعض انصاری صحابہ کرام نے لشکر بھیجنے میں تاخیر کرنے کا مشورہ دینا چاہا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے میں بات کی کہ وہ خلیفۂ رسول ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کریں اور ساتھ ہی یہ تجویز بھی دے دی کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لشکر روانگی کے مشورے کو قبول نہ کریں تو پھر ہمارا امیر کسی ایسے آدمی کو بنا دیا جائے جو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے زیادہ تجربہ کار اور عمر رسیدہ ہو۔

لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حوالے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بات کی تو انہوں نے سخت غصے کی حالت میں جواب دیا کہ:

Marfat.com

''اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ! افسوس تم مجھے یہ مشورہ دیتے ہو کہ میں اس شخص کو معزول کر دوں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر لشکر بنایا تھا اللہ کی قسم! ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔''

پھر جب یہ لشکر اپنے نوجوان کمانڈر کی کمان میں روانہ ہوا تو خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انہیں الوداع کہنے کے لیے تھوڑی دور تک پیدل تشریف لے گئے اور اس وقت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ گھوڑے ہی پر سوار تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! آپ بھی گھوڑے پر سوار ہوں ورنہ میں گھوڑے سے اتر جاتا ہوں۔''

انہوں نے جواب دیا:

اللہ کی قسم! نہ آپ نیچے اتریں گے اور نہ میں سوار ہوں گا۔ مزید فرمایا کہ: میرے لیے یہ اعزاز کافی ہے کہ کچھ دیر کے لیے اپنے پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود کرلوں۔''

اس کے بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دعائیں دے کر آپ نے رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وصیت فرمائی تھی اسی کے مطابق کام کرنا۔ پھر ذرا سرگوشی کے انداز میں فرمایا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میری مدد کے لیے پیچھے میرے پاس ہی چھوڑ جاؤ تو بہتر ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا۔

اس کے بعد لشکر اسلام روانہ ہوگیا اور اس نے فلسطین میں بلقاء اور قلعہ دار روم کو فتح کر کے مسلمانوں کے دلوں سے رومی حکومت کا رعب اور دبدبہ ختم کردیا۔ پھر شام' مصر اور شمالی افریقہ کو فتح کیا اور بحر ظلمات تک اسلامی سلطنت کو وسیع کردیا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس مہم کو کامیابی سے سر کر کے بڑی شان سے اپنے والد محترم کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر واپس آ گئے اور اپنے ساتھ بہت زیادہ مال غنیمت کے ساتھ خیر و عافیت سے مدینے پہنچے۔ لوگوں میں یہ مشہور ہوگیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے بڑھ کر کوئی اور لشکر کبھی اتنا مال غنیمت نہیں لایا تھا۔

وقت کے ساتھ ساتھ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ بلند ہوگیا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اپنے بیٹے سے زیادہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی سے عرض کیا کہ:

''میرے پیارے ابا جان! آپ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے سالانہ چار ہزار درہم اور میرے لیے تین ہزار درہم

Marfat.com

وظیفہ مقرر کر دیا ہے جب کہ اس کے والد کو وہ فضیلت حاصل نہ تھی جو آپ کو حاصل ہے اور اسامہ رضی اللہ عنہ کا بھی وہ مقام نہیں جو میرا ہے پھر میرا وظیفہ تھوڑا کیوں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میرے بیٹے! تجھے معلوم نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسامہ رضی اللہ عنہ کا باپ تیرے باپ سے زیادہ پیارا تھا اور یہ خود بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے زیادہ عزیز تھا۔"

والد کا یہ جواب سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور اپنے پہلے وظیفے ہی پر راضی ہو گئے جو ان کے لیے مقرر ہوا تھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب بھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہیں ملتے تو خوشی سے پکار اٹھتے کہ:
"خوش آمدید! میرا سردار آ گیا۔"

اور جب کوئی شخص اس والہانہ انداز پر ان سے تعجب کا اظہار کرتا تو فرماتے کہ تمہیں کیا معلوم ایک موقع ایسا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو میرا امیر بنایا اور میں ان کے ماتحت تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بہت پیار تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

((بَعَثَ النَّبِیُّ ﷺ بَعْثًا، وَأَمَّرَ عَلَیْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَیْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِی إِمَارَتِهٖ۔ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: أَنْ تَطْعُنُوْا فِی إِمَارَتِهٖ فَقَدْ کُنْتُمْ تَطْعُنُوْنَ فِی إِمَارَةِ أَبِیهِ مِنْ قَبْلُ وَایْمُ اللّٰهِ إِنْ کَانَ لَخَلِیقًا لِلْإِمَارَةِ، وَإِنْ کَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَیَّ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَیَّ بَعْدَهٗ))

(صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابہ، حدیث : 3730)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کہیں بھیجا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس کا سپہ سالار (امیر) بنایا بعض لوگوں نے ان کے سپہ سالار ہونے پر اعتراض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے سپہ سالار ہونے پر اعتراض کرتے ہو جبکہ اس سے پہلے تم اس کے والد کے سپہ سالار بننے پر بھی اعتراض کر چکے ہو۔ اللہ کی قسم! وہ سپہ سالاری کے اہل تھے اور وہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھے، اور مجھے یہ (اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ) ان کے والد کے بعد سب سے زیادہ محبوب ہیں۔"

تمام صحاح ستہ میں ان سے مروی احادیث موجود ہیں۔

Marfat.com

8۔ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا:

آپ نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے ہیں۔ اصل نام ہند تھا اور کنیت اُمّ سلمہ تھی۔ باپ کا نام سہیل اور ماں کا نام عاتکہ تھا۔ آپ کا تعلق قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو مخزوم سے تھا۔

ان کا پہلا نکاح عبداللہ بن عبدالاسد سے ہوا تھا جو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے نام سے زیادہ مشہور ہیں اور جو ان کے چچا زاد اور رسول اللہ رضی اللہ عنہم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔

سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ساتھ ہی مکے میں اسلام لائیں اور اُن کے ساتھ ہی حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ کے قیام کے دوران میں ہی ان کے ہاں سلمہ بیٹا پیدا ہوا۔ وہاں سے یہ مکے واپس لوٹ آئیں اور پھر وہاں سے مدینے ہجرت کی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے مکے سے مدینے ہجرت کی۔

ان کے پہلے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بہت اچھے شاہ سوار تھے۔ انہوں نے غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شرکت کی تھی۔ غزوۂ احد میں وہ شدید زخمی ہوئے جس کے باعث 4 ہجری میں وفات پائی۔ اُن کی نمازِ جنازہ پڑھاتے وقت نبی ﷺ نے نو (9) تکبیریں کہی تھیں۔ صحابہ کرام نے بعد میں پوچھا:

"یا رسول اللہ! آپ ؐ بھول تو نہیں گئے تھے؟"

حضور ﷺ نے فرمایا:

"یہ تو ہزار تکبیروں کے مستحق تھے۔"

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد جب عدت گزر گئی تو نبی ﷺ نے ان سے نکاح کرنا چاہا تو انہوں نے یہ عذر پیش کیے:

1: میں سخت غیرت مند عورت ہوں

2: میں (چار) بال بچوں والی خاتون ہوں

3: میری عمر بھی زیادہ ہے۔

مگر حضور ﷺ نے ان کی ان ساری باتوں کو منظور فرما کر ان سے نکاح کر لیا۔

اس بات پر تمام سیرت نگار متفق ہیں کہ ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ لیکن آپ کی وفات کب ہوئی اس بات میں سخت اختلاف ہے۔ اس بارے میں سب سے زیادہ

Marfat.com

معتبر بات یہ ہے کہ 61 ہجری میں جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو اس زمانے میں ان کا انتقال ہوا ہے۔

وفات کے وقت ان کی عمر چوراسی (84) برس تھی۔ اور اُن کو مدینے کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ تمام ازواج مطہرات میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد علم وفضل میں سب سے آگے تھیں۔ حدیث کی روایت اور دینی احکام کی تعلیم وتبلیغ میں بہت فضیلت رکھتی تھیں۔ قرآنِ مجید کی حافظہ قاریہ تھیں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب بعض صحابہ کرام کو حلق اور قربانی کرنے میں تامل تھا تو یہ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں جن کے بروقت صحیح مشورے اور تدبیر سے مشکل حل ہوئی تھی۔ یہ ایک واقعہ ہی ان کی دانش مندی اور فہم وفراست کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔ صحیح بخاری میں اس واقعے کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ احادیث کی کل تعداد تین سو پچھتر (375) کے لگ بھگ ہے۔ تمام صحاحِ ستہ میں ان سے مروی احادیث پائی جاتی ہیں۔

9۔ اُمّ عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا:

آپ صحابیات میں سے ہیں۔ اصل نام نسیبہ تھا لیکن اُمّ عطیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ باپ کا نام حارث یا کعب تھا۔ اکثر غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئیں۔ وہ مجاہدین کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفے تحائف بھی بھیجتی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا یا زینب رضی اللہ عنہا کی میت کو غسل دینے کا سارا انتظام ان کے ہاتھ میں تھا۔ اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خاص ہدایات دی تھیں۔ عورت کی میت کے غسل سے متعلق ان کی روایت سب سے زیادہ معتبر اور مفصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور کبار تابعین علما ان سے وہ حدیث خاص طور پر سنا کرتے تھے۔

آپ نے بصرے کا سفر بھی کیا تھا۔

تمام صحاحِ ستہ میں ان سے مروی احادیث موجود ہیں۔

10۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور مشہور صحابی ہیں۔ ہجرت کے پہلے سال ہی میں ان کی والدہ اُمِ سُلیم

Marfat.com

ان کو اپنے ساتھ لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ "یہ بچہ آپ ﷺ کی خدمت کرے گا"۔ اُس وقت ان کی عمر 8 یا 9 یا 10 سال تھی۔ انہوں نے پورے دس (10) برس نبی ﷺ کی خدمت کی ہے۔

ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اپنے اس خادم بچے کے حق میں دعا فرمایئے۔ اس پر نبی ﷺ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ كَثِّرْ مَالَهٗ وَ وَلَدَهٗ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ.))

"اے اللہ! اس کے مال و اولاد میں اضافہ فرما اور اسے جنت میں داخل کرنا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

"یہ اسی دعا کا اثر ہے کہ ایک تو میری زندگی ہی میں میرے سو (100) کے لگ بھگ بیٹے بیٹیاں اور پوتے پوتیاں ہیں۔ دوسرے میرے باغات سال میں دو دفعہ پھل دیتے ہیں اور رہی تیسری بات تو انشاء اللہ مجھے جنت میں داخل ہونے کی بھی پوری اُمید ہے۔"

نبی ﷺ نے آپ کو ابوحمزہ (گھاس یا ساگ کا باپ) کا لقب دیا تھا۔

آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ جنگِ بدر میں کیا آپ حضور ﷺ کے ساتھ تھے؟ تو آپ نے جواب دیا۔ "تو اور کہاں چلا جاتا؟ نبی کریم ﷺ آپ کے گھر والوں پر بھی بہت شفقت فرماتے۔ اکثر اُن کے ہاں تشریف لے جاتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عہدِ فاروقی میں بصرہ میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے 90ھ یا 91ھ یا 92ھ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

بنوامیہ کے ظالم حکمران حجاج بن یوسف نے آپ کو بھی بہت اذیتیں دی تھیں۔ آپ نے حضور ﷺ کی ذاتی گھریلو زندگی کے بارے میں بہت سی احادیث بیان کی ہیں اور آپ کا شمار بھی مکثرینِ صحابہ میں ہوتا ہے کیونکہ آپ کی مرویات کی تعداد بھی ہزار سے اوپر ہیں۔ آپ سے کل 2286 حدیثیں مروی ہیں جو صحاحِ ستہ میں شامل ہیں۔

آپ کا ایک اعزاز یہ بھی ہے کہ آپ سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی رضی اللہ عنہ سے صرف چند برس پہلے فوت ہوئے۔ اس طرح گویا آخرِ ثانی (SECOND LAST) صحابی ہیں۔

Marfat.com

11۔ ثوبان بن بجدد رضی اللہ عنہ:

آپ مشہور صحابی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ بہت عرصے تک سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد شام و فلسطین کے علاقے رملہ میں اور پھر حمص میں مقیم رہے اور وہیں 54 ہجری میں فوت ہوئے۔

صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں ان سے مروی احادیث موجود ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ نے بھی اپنی کتاب 'ادب المفرد' میں ان سے کئی حدیثیں روایت کی ہیں۔

12۔ جابر بن عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر مشہور صحابی ہیں۔ آپ کے والد عبداللہ بھی صحابی ہیں۔ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ اپنے والد کے ساتھ عقبہ ثانیہ میں شریک تھے۔ آپ نے غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد کے سوا باقی تمام غزوات میں شرکت کی۔ مصر و شام کا سفر بھی کیا تھا۔ یہ اُن سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں شامل ہیں جو مکثرین کہلاتے ہیں اور جن میں سے ہر ایک کی مرویات کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔

آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ 74ھ یا 75ھ میں مدینے میں وفات پائی۔ آپ کی روایت کردہ احادیث کتب صحاح میں موجود ہیں۔

13۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ:

پورا نام جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ مشہور صحابی ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند ماہ پہلے اسلام لائے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ یہ بہت خوبصورت تھے۔ انہوں نے حجۃ الوداع میں بھی شرکت کی تھی۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اُن کے قبیلے کا سردار بنا کر جہاد کے لیے ایران روانہ کیا تھا۔ انہوں نے قادسیہ کی جنگ میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ آخری عمر میں کوفہ میں رہائش پذیر ہو گئے تھے اور وہیں 51ھ میں وفات پائی۔

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نمازِ عشاء کے بعد ایک ایسی کھجور کی چھڑی عطا فرمائی جو رات کے اندھیرے میں اُن کے گھر تک روشنی دیتی رہی۔ یہی عصا آپ کے پاس رہا جسے آپ کی وصیت کے مطابق

Marfat.com

ساتھ ہی دفن کیا گیا تھا۔ آپ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی ایک حدیث لی ہے جو صحیحین میں موجود ہے۔ صحاحِ ستہ میں بھی آپ سے مروی احادیث موجود ہیں۔

14۔ جندب بن عبداللہ بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ:

آپ صحابی ہیں۔ پہلے کوفے میں رہے۔ پھر بصرہ میں منتقل ہوگئے۔ 64 ہجری میں وفات پائی۔

کتب حدیث میں ان کا ذکر مختلف ناموں سے ہوا ہے جیسے جندب البجلیؓ، جندب علقیؓ، جندب بن سفیانؓ اور جندب اسلمیؓ وغیرہ سب انہی کے نام ہیں۔

تمام صحاح ستہ میں ان سے مروی احادیث پائی جاتی ہیں۔

15۔ حذیفہ بن یمان عبسی رضی اللہ عنہما:

آپ مشہور اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ کے والد جن کا لقب یمان ہے۔ وہ بھی صحابی ہیں۔ نبی ﷺ نے ان کو تمام منافقین کے نام بتا دیے تھے اور تاکید فرمائی تھی کہ کسی اور سے ان کا ذکر نہ کرنا۔ اسی سبب سے آپ کو نبی ﷺ کا راز دان کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ نے ان کو قیامت تک پیش آنے والے فتنوں سے بھی آگاہ فرمایا تھا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی کر دی تھی۔

جس شخص کی نماز جنازہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ کیونکہ یہ اس بات کی نشانی ہوتی تھی کہ مرنے والا منافق ہے۔

جنگ بدر کے موقع پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینے آرہے تھے کہ مشرکین کے لشکر نے ان دونوں کو پکڑ لیا اور ان سے قسم لی کہ تم لوگ نبی ﷺ کی مدد نہیں کرو گے اور جنگ بدر میں شریک نہیں ہو گے۔

جب یہ دونوں نبی ﷺ کے پاس پہنچے تو حضور ﷺ نے ان کو ان کی قسم برقرار رکھنے کا حکم دیا۔ اس لیے آپ نے غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی۔ البتہ دوسرے تمام غزوات میں آپ نے تمام غزوات میں حصہ لیا۔

غزوۂ احد میں یہ اپنے والد کے ساتھ شریک ہوئے مگر ان کے والد مسلمانوں ہی کے ہاتھوں گھبراہٹ کے عالم میں شہید کر دیئے گئے۔ حالانکہ حذیفہ رضی اللہ عنہ یہی کہتے رہے کہ یہ میرے باپ ہیں، مگر بدحواسی میں کسی نے نہیں سنا۔

بعد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان قاتلوں کو یہ کہہ کر معاف کر دیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا گناہ معاف کر دے۔

Marfat.com

آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں عراق اور ایران کی فتوحات میں بھرپور حصہ لیا۔ انہوں نے آپ کو مدائن (ایران) کا والی مقرر کر دیا، اور آپ آخر وقت تک وہیں رہے۔

آپ نے 35 ہجری میں انتقال فرمایا۔

صحاح ستہ میں آپ سے مروی بہت سی احادیث موجود ہیں۔

16۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ:

آپ مشہور صحابی اور ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے تھے۔

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گہرا دوست ہونے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھتیجا ہونے کے باوجود آپ جلد اسلام نہیں لائے بلکہ بعثت نبوی کے پورے بیس (20) برس بعد فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔

فتح مکہ سے ایک رات پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا کہ:

"مکے میں چار ایسے آدمی ہیں جن کے شرک سے میں بیزار ہوں مگر چاہتا ہوں کہ وہ اسلام قبول کر لیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ کون ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عتاب بن اُسید، جبیر بن مطعم، سہیل بن عمرو اور حکیم بن حزام۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے ان چاروں کو اسی رات ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی۔

فتح مکہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا جو اعلان فرمایا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے بھی پناہ حاصل ہوگی۔

ایمان لانے کے بعد حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اپنا ملکیتی "دار الندوہ" ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دیا اور یہ رقم اللہ کی راہ میں خرچ کی۔ پھر پہلے حج کے موقع پر منیٰ میں ایک سو (100) غلام آزاد کر دیے اور تیسرے حج میں ایک ہزار (1000) بکریوں کی قربانی کی۔

غزوۂ حنین کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو مالِ غنیمت سے کچھ اونٹ دیئے تو انہوں نے اور مانگ لیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بھی دے دیئے۔ پھر جب انہوں نے مزید طلب کیے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے کل ایک سو (100) اونٹ عطا کر دیے۔ پھر فرمایا:

((یَا حَکِیْمُ! اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ اَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ، وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ، كَالَّذِیْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى))

صحیح بخاری، رقم 1472 صحیح مسلم، رقم 2387

''اے حکیم! یہ دنیا کا مال سرسبز اور میٹھا ہے۔ جو شخص اسے بے نیازی سے اور دینے والے کی سخاوت سے لیتا ہے۔ اس کے لیے اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ جو اسے حرص اور لالچ سے مانگ کر لیتا ہے، اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ جیسے کوئی شخص کھانا کھاتا جائے مگر سیر نہ ہو۔ یاد رکھو! دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''

جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ نصیحت سنی تو عرض کیا:

''یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، میں آج کے بعد کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا۔''

پھر آپ نے اپنی یہ قسم آخری دم تک پوری کر دکھائی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دور میں ان کو بیت المال سے اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے بلایا تو انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو بیت المال سے اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے بلایا تو انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لوگو! گواہ رہو! میں نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو بیت المال سے ان کا حصہ دینے کے لیے کئی بار بلایا لیکن انہوں نے اپنا حصہ وصول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔''

تمام صحاح ستہ میں آپ سے مروی احادیث موجود ہیں۔

17۔ ربیع بنت معوذ بن عفراء انصاریہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ ربیع رضی اللہ عنہا صحابیات میں سے ہیں اور عفراء انصاریہ رضی اللہ عنہا کی پوتی ہیں۔ آپ ان صحابیات میں

Marfat.com

شامل ہیں جنہوں نے نبی ﷺ سے بیعت کی تھی۔

ایک مرتبہ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں پھلوں کا ہدیہ پیش کیا تھا جس کے بدلے میں آپ ﷺ نے ان کو چاندی اور سونے کے چند چھلے عطا فرمائے تھے۔

ان کی شب زفاف کی صبح کو ان کے ہاں حضور ﷺ تشریف لے گئے تھے اور ان کے بچھونے ہی پر ایک طرف تشریف فرما ہوئے تھے۔ اُس وقت چھوٹی بچیاں دف بجا کر گا رہی تھیں۔ جب انہوں نے یہ مصرع پڑھا کہ ؎

وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدِ

(اور ہمارے درمیان ایسے نبی ﷺ موجود ہیں جو آنے والے کَل کے بارے میں بھی علم رکھتے ہیں۔)

تو حضور ﷺ نے فرمایا:

''اسے (مصرعے کو) چھوڑ دو اور جو اور کہہ رہی تھیں وہی کہو۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ غزوات میں شریک ہو کر زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

انہوں نے بہت طویل عمر پائی۔ امیر المومنین سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تک زندہ رہیں۔

تمام صحاحِ ستہ میں ان سے مروی احادیث موجود ہیں۔

18۔ زہرہ بن معبد قرشی تمیمیؒ:

آپ ثقہ اور معتبر تابعین میں سے ہیں۔ بہت عبادت گزار اور پرہیز گار تھے۔ پہلے مدینے میں رہے۔ آخری عمر میں بصرہ چلے گئے جہاں 127 ہجری یا 135 ہجری میں وفات پائی۔

19۔ زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ:

آپ صحابی ہیں۔ صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اپنے قبیلے (جہینہ) کے علم بردار تھے۔ آپ نے کوفہ میں 68 ہجری کے لگ بھگ وفات پائی۔

آپ سے روایت کردہ احادیث تمام صحاحِ ستہ میں موجود ہیں۔

20۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ:

نام ونسب اور ابتدائی زندگی: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو اسحاق تھی۔ آپ کے والد کا نام مالک تھا۔ تاریخ اسلام میں آپ کو کبھی سعد بن مالک رضی اللہ عنہ اور کبھی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد

Marfat.com

کیا گیا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کی شاخ بنی زہرہ سے تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا تعلق بھی اسی بنی زہرہ قبیلے سے تھا اور وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے والد کی چچا زاد بہن تھی۔ اس رشتے کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں زاد بھائی تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حمنہ تھا اور وہ بنو امیہ میں سے تھیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قریش کے تین معزز قبیلوں بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو امیہ سے قرابت داری تھی۔

آپ کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت پر جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

آپ ہجرت مدینہ سے 30 سال قبل پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ایک خوشحال گھرانے سے تھا اس لیے آپ کی پرورش اور تربیت بہت عمدہ ہوئی تھی۔ آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ تیر اندازی اور دوسرے فنونِ جنگ کے ماہر تھے۔

قریش کے دوسرے لوگوں کی طرح آپ کا ذریعہ معاش بھی تجارت تھی۔

قبولِ اسلام:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے سترہ 17 برس کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے اسلام لائے۔ آپ ابتدا میں اسلام لانے والے 'السابقون الاولون' میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

"اسلام قبول کرنے سے تین راتیں پہلے میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں خوفناک اندھیروں میں ڈوبتا جاتا ہوں۔ میں اس تاریک سمندر کی موجوں میں ہچکولے کھا رہا تھا کہ اچانک مجھے نظر آیا کہ ایک چاند چمک رہا ہے۔ میں اس چاند کی طرف لپکا۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ مجھ سے پہلے کچھ اور لوگ بھی اس چاند کے قریب پہنچے ہوئے ہیں۔

میں نے غور سے دیکھا تو مجھے یہ لوگ نظر آئے:

1۔ زید بن حارثہ

2۔ علی بن ابی طالب

Marfat.com

3۔ ابو بکر بن ابی قحافہ

میں نے ان سے پوچھا:

آپ یہاں کب آئے؟

انہوں نے جواب دیا:

ہم ابھی ابھی آئے ہیں۔''

صبح ہوئی تو مجھے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ پوشیدہ طور پر اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھلائی دینا چاہتا ہے اور میری رہنمائی کر کے مجھے کفر کے اندھیرے سے نکال کر اسلام کی روشنی کی طرف لانا چاہتا ہے۔

''میں اسی وقت حضرت محمد ﷺ کی تلاش میں نکلا۔ آپ ﷺ اس وقت محلّہ جیاد کی ایک گھاٹی میں تشریف فرما تھے۔ میں وہاں پہنچ گیا اور اسلام لانے کی خواہش کا اظہار کیا۔

حضور ﷺ نے بڑی شفقت فرمائی اور میں مسلمان ہو گیا۔ اسی وقت وہ تینوں حضرات میرے سامنے آئے جن کو میں خواب میں دیکھ چکا تھا۔

جب میری ماں کو معلوم ہوا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ غصے میں آپے سے باہر ہو گئیں۔

چونکہ مجھے اپنی ماں سے بہت محبت تھی۔ اُس نے مجھ سے ناراض ہو کر پوچھا:

اے سعد! یہ کیسا دین ہے جس نے تم سے باپ دادا کا دین چھڑا دیا ہے؟

بخدا! اگر تم نے اس دین کو ترک نہ کیا تو میں مرتے دم تک نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ پیوں گی یہاں تک کہ مر جاؤں گی۔ پھر تم میرے غم میں رو گے۔ ہمیشہ نادم و شرمندہ رہو گے کیونکہ لوگ تمہیں طعنہ دیتے رہیں گے۔

میں نے کہا:

امی جان! ایسا ہرگز نہ کریں۔ مجھے آپ سے بہت محبت ہے۔ لیکن کیا کروں مجھے یہ دین آپ سے بڑھ کر پیارا ہے۔ میں اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔

میری ماں اپنی دھمکی پر قائم رہی۔ اُس نے کھانا پینا بند کر دیا۔ وہ نہایت کمزور اور لاغر ہو گئی۔

میں وقفے وقفے سے اس کے پاس جا کر التجا کرتا کہ امی! کچھ کھا پی لیں۔ مگر وہ ہر بار سختی سے انکار کرتی اور کہتی کہ میں مرتے دم تک کچھ نہیں کھاؤں پیوں گی۔ اگر تمہیں میری زندگی عزیز ہے تو یہ دین چھوڑ دو۔

Marfat.com

آخر میں نے دوٹوک الفاظ میں کہا:

امی جان! بے شک مجھے آپ سے محبت ہے لیکن آپ سے زیادہ مجھے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت ہے۔ اللہ کی قسم! اگر تیرے جسم میں ہزار جانیں بھی ہوں اور وہ ایک ایک کر کے بدن سے نکل جائیں، میں پھر بھی اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔

میری ماں نے جب میرے اس پختہ عزم کو دیکھا اور یقین کرلیا کہ میں اس نازک صورتِ حال میں بھی اپنا دین نہیں چھوڑوں گا تو اس نے بادلِ نخواستہ کچھ کھاپی لیا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا.....﴾ (لقمان:15)

''اور اگر وہ دونوں (والدین) تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک ٹھہرا جس کا تجھے علم نہیں، تو اُن دونوں کا کہنا نہ مان اور دنیا میں ان سے بھلے طریقے سے رہ۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت حاصل ہوئی۔

لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دوسرے ابتدائی مسلمانوں کی طرح مشرکینِ قریش کی طرف سے ظلم وستم کا نشانہ بننا پڑا۔ صحابہ کرام کفار کے شر سے بچنے کے لیے مکے کی گھاٹیوں میں چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔

ایک دفعہ چند صحابہ کرام ایک ویران گھاٹی میں نماز ادا کر رہے تھے۔ اتفاق سے وہاں چند مشرکین کا گزر ہوا۔ انہوں نے صحابہ کرام کو نماز پڑھتے دیکھا تو آوازے کسنے لگے اور پھر ان پر حملہ کرنے لگے۔

اس موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی غیرتِ ایمانی جوش میں آ گئی انہوں نے قریب پڑی مردہ اونٹ کے شانے کی ہڈی اُٹھا کر ایک مشرک کے سر پر ماردی جس سے اُس کا سر پھٹ گیا اور لہو بہنے لگا۔ یہ دیکھ کر باقی مشرکین بھاگ گئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے اسلام کی راہ میں سب سے پہلے دشمن کا خون بہایا ورنہ اب تک صحابہ کرام کو کفار کے مقابلے میں ہاتھ اُٹھانے اور لڑنے کی اجازت نہ تھی۔

مکی دور میں جب نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان بنو ہاشم کا معاشرتی بائیکاٹ کیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی رضا کارانہ طور پر شعب ابی طالب میں محصور رہے اور سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔

Marfat.com

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ:

''ایک دفعہ رات کو مجھے ایک سوکھے چمڑے کا ٹکڑا مل گیا۔ میں نے اسے پانی سے دھو کر صاف کیا۔ پھر آگ پر بھون لیا۔ پھر کوٹ کر پانی میں گھول کر ستو کی طرح پی لیا تا کہ میری بھوک مٹ سکے۔''

ہجرت:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے چھوٹے بھائی عمیر کے ساتھ مکے سے مدینے ہجرت فرمائی۔

مؤاخات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مؤاخات حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ مدینے ہجرت کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی مؤاخات حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ سے کردی جو قبیلہ اوس کے سردار تھے۔

غزوات:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدینے قیام کے دوران مشرکین کے خلاف ایک مہم (سریہ) میں سب سے پہلے دشمن کے خلاف تیر چلایا تھا۔ یہ آپ کے لیے بڑا اعزاز ہے کہ مکے میں بھی آپ نے سب سے پہلے کسی کافر کا خون بہایا اور مدینے میں سب سے پہلے اللہ کی راہ میں اپنا تیر چلایا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں حصہ لیا۔ آپ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ احزاب، فتح خیبر، صلح حدیبیہ (بیعت رضوان)، فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں حصہ لیا اور لیا اور بہادری کے جوہر دکھائے اور خوب تیراندازی کی۔

غزوۂ احد میں جب دوسرے راؤنڈ میں درے کی طرف سے دشمن نے اچانک حملہ کردیا تھا اور مسلمانوں کے قدم لڑکھڑا گئے تھے اُس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صرف دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رہ گئے۔ ایسے نازک موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کرتے ہوئے کفار پر بڑی جرأت اور مہارت سے تیراندازی کی۔

آپ نے اس موقع پر قریباً ایک ہزار تیر چلائے تھے۔ اپنے ترکش کے تیر ختم ہوجانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکش کے تمام تیر بھی آپ نے ختم کرڈالے تھے۔

Marfat.com

اس وقت نبی ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

((اِرْمِ سَعْدُ، اِرْمِ سَعْدُ، اِرْمِ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ .))

''اے سعد! تیر اندازی جاری رکھو۔ اے سعد! تیر اندازی جاری رکھو۔ تیر اندازی جاری رکھو، تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ساری عمر نبی ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ تحسینی کلمات فخریہ طور پر بیان کرتے رہے۔

آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھے تمام صحابہ کرام میں یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضور ﷺ نے صرف میرے لیے یہ الفاظ فرمائے تھے۔

((فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ))

''میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔''

خلافت راشدہ کے عہد میں:

لیکن ایک اور موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عظمت بہت نمایاں ہوتی ہے جب حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ایران کی آتش پرست قوم کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ اس وقت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو اسلامی لشکر کا جھنڈا عطا کیا اور سپہ سالار بنایا۔

پھر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی:

''اے سعد! یاد رکھو، اللہ کے ہاں خاندانی برتری کوئی چیز نہیں۔ اُس کے ہاں اطاعت ہی کا مقام ہے۔ اللہ کے دربار میں ادنیٰ اور اعلیٰ مالی حیثیت والوں میں کوئی فرق نہیں بلکہ سب برابر ہیں۔ اللہ ہی سب کا رب ہے۔ سب اُس کے بندے ہیں۔ فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ اطاعت اور فرماں برداری ہی سے درجہ ملتا ہے۔ ہمیشہ اس کام کی طرف متوجہ رہو جو رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ اسی دعوت اور مشن کو آگے بڑھانا ہم سب کی ذمہ داری ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے جاری فرمایا تھا۔''

ایران پر حملہ آور ہونے والے اس اسلامی لشکر میں 99 بدری صحابہ کرام شامل تھے۔

310 بیعت رضوان والے صحابہ کرام تھے۔

Marfat.com

300 وہ صحابہ تھے جنہوں نے فتح مکہ میں حصہ لیا تھا۔

700 کے قریب فرزندانِ صحابہ شامل تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اتنے جلیل القدر صحابہ اور نوجوانوں کا کمانڈر بنایا گیا تھا۔

یہ لشکر قادسیہ کے میدان میں اترا۔ اس کی صف آرائی کی گئی۔ اسلامی لشکر کی کل تعداد تیس ہزار (30,000) تھی جب کہ ایرانی لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار (1,20,000) تھی اور اُن کے سپہ سالار کا نام رستم تھا۔

کئی روز تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخری دن مسلمانوں نے فیصلہ کن جنگ کے لیے دشمنوں کو گھیرے میں لے لیا اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے اُن پر حملہ آور ہوگئے۔ ایرانی سپہ سالار رستم کا سر قلم کیا گیا۔ جب ایرانیوں نے اپنے سپہ سالار کا سر مسلمانوں کے نیزوں کی انی پر دیکھا تو وہ حواس باختہ ہوکر بھاگے۔

اس جنگ میں تیس ہزار ایرانی مارے گئے اور مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا تھا۔

قادسیہ کی جنگ نے ایرانیوں کی کمر توڑ دی تھی مگر ابھی تک ان کا دارالحکومت مدائن محفوظ تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر مدائن پر قبضہ کرنے کے لیے دوسری بڑی جنگ کی اور فتح پائی۔

اس موقع پر مسلمانوں کے ہاتھ جو مالِ غنیمت لگا اُس میں بادشاہ کا سنہری تخت شامل تھا۔ اُس کے ہاتھوں کے سونے کے کنگن تھے۔ اس کے علاوہ بے شمار کپڑے، جواہرات اور دوسری قیمتی اشیاء حاصل ہوئیں۔

مجاہدین کی دیانت کا یہ عالم تھا کہ جو چیز جس کے ہاتھ آئی وہ سب ایک جگہ اکٹھی کردی گئیں اور مدینے بھیج دی گئیں جہاں پر تقسیم کے وقت ہر مجاہد کو دوسری اشیاء کے علاوہ بارہ ہزار درہم ملے تھے۔

خلافتِ عثمانی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ کے چناؤ کے لیے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو چھ رکنی کمیٹی بنائی تھی اُس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ مگر آپ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہوگئے تھے۔

آپ نے بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی اور اُن سے ہمیشہ تعاون کرتے رہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین منتخب کیا گیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اُن کی بھی بیعت کی تھی۔

Marfat.com

وفات:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پچاسی 85 برس کی عمر میں 55ھ میں وفات پائی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا قد چھوٹا تھا اور جسم دوہرا تھا۔ ہاتھ اور بازو بہت مضبوط تھے۔ سر بڑا تھا اور انگلیاں موٹی تھیں۔ گھنے بال تھے۔ عمر کے آخری حصے میں خضاب لگاتے تھے۔

ازواج واولاد:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کئی نکاح کیے۔ بعض روایات میں آپ کی بیویوں کی تعداد نو (9) آئی ہے اور ان بیویوں سے سترہ بیٹے اور سولہ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

سیرت واخلاق:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک عظیم جرنیل اور فاتح و منتظم تھے۔ آپ السابقون الاولون میں تھے۔ آپ اُس وقت ایمان لائے جب ایمان لانا پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں کا بستر تھا۔ راہِ حق میں بہت سی مشکلات اور مصیبتیں آئیں مگر ان سب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

آپ کی طبیعت میں تقویٰ، محبتِ رسولؐ، شجاعت، حق گوئی، سخاوت اور عزم و استقامت نمایاں خصوصیات ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے 'رجل صالح' کا خطاب دیا تھا۔ لوگوں میں آپ 'فارس العرب' (عربوں کا شہسوار) کے لقب سے مشہور تھے۔

آپ رضاکارانہ طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر وحضر میں محافظ تھے۔

آپ بڑے سخی تھے۔ غریبوں اور محتاجوں کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے تھے۔

علم وفضل میں بھی ممتاز تھے۔ روایتِ حدیث میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ صحاح کی تمام کتابوں میں آپ سے مروی احادیث موجود ہیں۔

21۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ:

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور آپ حدیثِ عشرہ مبشرہ کے راوی بھی ہیں۔

خاندان:

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچا زاد اور بہنوئی تھے۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنوعدی سے

Marfat.com

تھا جو قریش ہی کی ایک شاخ تھی۔ والدہ کا نام فاطمہ تھا جو کہ قبیلہ بنوخزاعہ میں سے تھیں۔

سیّدنا سعید بن زید کی کنیت ابوالاعور تھی۔ آپ کے والد کا پورا نام زید بن عمرو بن نفیل جو کہ اپنے زمانے کے دین ابراہیمی کے پیروکار موحد تھے۔ وہ نہ تو بتوں کی پوجا کرتے، نہ اُن پر چڑھاوے چڑھاتے، نہ بتوں کے نام کی قربانی کرتے اور نہ وہاں کا کھانا کھاتے۔ انہوں نے اصحاب فیل کا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر کو تباہ کیا اور اپنے گھر یعنی بیت اللہ شریف کی حفاظت فرمائی تھی۔

زید بن عمرو بن نفیل کو سیّدنا محمد ﷺ نے نبوت سے قبل دیکھا تھا۔ زید نے تلاش حق میں شام، عراق اور دوسرے علاقوں کا سفر کیا۔ وہ یہودی اور عیسائی علماء اور راہبوں سے بھی ملے مگر کہیں بھی اُن کے دل کو اطمینان نصیب نہ ہوا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ

"اے اللہ! تو گواہ رہ کہ میں تیرے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں۔"

اس کے علاوہ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ

"اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہو کہ تجھے عبادت کا کون سا طریقہ پسند ہے تو میں اسی طریقے سے تیری عبادت کروں۔"

انہوں نے اپنی اس آرزو کا اظہار بھی کیا کہ اُن کو آخری نبی ﷺ کے دیدار کی خیر و برکت نصیب ہو جائے اس بارے میں وہ کہتے تھے کہ

"اے اللہ! اگر تو نے مجھے اس خیر و برکت سے محروم رکھا ہے لیکن میرے بیٹے کو اس خیر و برکت سے محروم نہ رکھنا۔"

اللہ تعالیٰ نے جناب زید کی یہ دعا قبول فرمائی اور جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے دین اسلام کی دعوت پیش کی تو سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا اور وہ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جو ابتدا ہی میں اسلام لائے تھے۔

ایک مرتبہ جناب زید بن عمرو بن نفیل نے قریش کو کسی مذہبی تہوار پر خوشیاں مناتے دیکھا تھا کہ قریشی نوجوان قیمتی ریشمی عمامے باندھے اور اعلیٰ یمنی لباس پہنے ہوئے پھر رہے ہیں۔ عورتوں اور بچوں نے بھی عمدہ لباس پہنا ہوا ہے اور کچھ لوگ جانوروں کو نہلا دھلا کر بتوں کے سامنے قربان کرنے کے لیے لا رہے ہیں۔

جناب زید نے یہ منظر دیکھا تو خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کہنے لگے:

Marfat.com

''اے قبیلۂ قریش! جس بکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اُس کے لیے آسمان سے بارش برسائی۔ جس کا پانی پی کر وہ سیراب ہوئی۔ جس نے اللہ کی زمین سے اُگی ہوئی گھاس کھائی اور اپنا پیٹ بھرا۔ تم اس بکری کو بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو۔ یہ کتنی بڑی جہالت اور نادانی ہے۔''

یہ الفاظ سنتے ہی جناب زید کے بھائی خطاب (سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے والد) مشتعل ہوگئے اور انہوں نے جناب زید کو زوردار تھپڑ مارا اور کہا:

''تو برباد ہو، ہم بہت دیر سے تیری فضول باتیں سن رہے ہیں اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔''

اس کے بعد خطاب نے اپنی قوم کے کچھ سر پھرے لوگوں کو اُکسایا جنہوں نے جناب زید پر حملہ کیا اور اُن کو مار مار کر مکہ مکرمہ سے باہر نکال دیا۔ آپ غار حرا والے پہاڑ جبل نور میں جا کر پناہ گزین ہوگئے۔ ان کے مکہ مکرمہ میں داخلے پر پابندی لگا دی گئی مگر وہ کبھی کبھار چھپ کر شہر میں آ جاتے تھے۔

ایک دفعہ جناب زید خفیہ طور پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ وہاں اُن کی ملاقات ورقہ بن نوفل، عبد اللہ بن جحش، عثمان بن حارث اور اُمیمہ بنت عبد المطلب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی) سے ہوئی۔ یہ لوگ آپس میں افسوس کا اظہار کر رہے تھے کہ قریش سخت گمراہی میں پڑ چکے ہیں۔

جناب زید نے اُن کی بات چیت سن کر کہا:

''اللہ کی قسم! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی قوم گمراہ ہو چکی ہے۔ وہ ابراہیمی دین سے ہٹ گئی ہے۔ مگر آپ لوگ تو صحیح ابراہیمی دین اختیار کرنے والے بن جائیں کیونکہ اسی میں آپ سب کی نجات ہے۔''

اس کے بعد یہ چار مرد یہود و نصاریٰ کے علماء کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تا کہ اصل ابراہیمی دین کو اس کی صحیح صورت میں اختیار کر سکیں۔

ان میں سے ایک ورقہ بن نوفل نے عیسائیت قبول کر لی۔ دو آدمی عبد اللہ بن جحش اور عثمان بن حارث کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ البتہ زید بن عمرو نفیل کی داستان بڑی دلچسپ ہے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ

میں نے یہودیت اور عیسائیت کے بارے میں تحقیق کی مگر ان دونوں مذہبوں سے میرا دل مطمئن نہ ہوا۔ پھر میں نے ابراہیمی دین کے بارے میں جستجو کی۔ اس کے لیے کئی سفر کیے۔ آخر ملک شام میں کسی نے مجھے بتایا کہ یہاں ایک ایسا راہب ہے جو بہت بڑا عالم ہے۔ چنانچہ میں اس کے پاس گیا۔ اُسے اپنی کہانی سنائی تو اس نے مجھ سے کہا۔

Marfat.com

میرا خیال ہے کہ آپ ابراہیمی دین کی تلاش میں ہیں میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ مجھے اسی کی تلاش ہے۔ وہ راہب بولا:

''آپ ایک ایسے دین کی تلاش میں ہیں جو اصلی صورت میں اب کہیں موجود نہیں۔ بہتر ہے تم اپنے شہر مکہ چلے جاؤ۔ وہاں اللہ تعالیٰ ایک نبی بھیجنے والا ہے جو ابراہیمی دین کی تجدید کرے گا۔ اگر تم نے اس نبی کو پالیا تو اُس کا دامن تھام لینا۔''

جناب زید واپس مکے کی طرف آرہے تھے کہ اُن کو راستے ہی میں غلطی یا شبہہ میں بنی لخم کے بدویوں نے قتل کر دیا۔ ان کو کوہِ حرا کے دامن میں دفن کیا گیا تھا۔ یہ بعثت نبوی سے پانچ برس پہلے کا واقعہ ہے۔

اس طرح جناب زید کو اس کا موقع نہ مل سکا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کر سکتے۔

انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ

''میں اس نبی کا منتظر ہوں جو اسماعیل علیہ السلام کے خاندان سے ہوگا۔''

ابن سعد نے لکھا ہے کہ زید نے مرتے وقت عامر بن ربیعہ سے یہ کہا تھا کہ

''اگر میں نے اسماعیل کے خاندان سے ہونے والے نبی کو پالیا تو میں اُس پر ضرور ایمان لاؤں گا۔ بدقسمتی سے اگر مجھے یہ سعادت میسر نہ آئی تو اے عامر! اگر تمہاری زندگی وفا کرے اور تم اُسے پاؤ تو اُن کو میرا اسلام کہنا۔''

پھر جب عامر بن ربیعہ نے سیّدنا محمد ﷺ کی بعثت کے بعد اسلام قبول کیا تو حضور ﷺ کو زید کا سلام پہنچایا۔ آپ ﷺ نے اُس کے سلام کا جواب دیا۔ اُس کے لیے رحمت کی دعا فرمائی اور یہ فرمایا کہ

''میں نے زید کو جنت میں دیکھا ہے۔''

بعد میں جب سیّدنا سعید بن زید اور سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور زید کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ زید کی مغفرت کرے اور اس پر رحمت کرے۔ وہ ابراہیمی دین پر مرا اور قیامت کے دن تنہا ایک اُمت کی حیثیت سے اُٹھے گا۔''

جناب زید بن عمرو بن نفیل کی ایک عظیم خوبی یہ تھی کہ وہ زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کو بچالیتے اور ان کی کفالت کرتے تھے۔ اگر بعد میں کسی بچی کا باپ اسے اپنے پاس رکھنے اور اس کی پرورش کرنے پر تیار ہوتا تو

Marfat.com

اُس کو واپس لوٹا دیتے تھے۔ ورنہ خود پرورش کر کے اُس کی شادی کر دیتے تھے۔

دورِ جاہلیت میں جناب زید کی یہ معاشرتی خدمت اور اخلاقی خوبی تھی جوان کو دوسرے تمام لوگوں سے ممتاز کرتی تھی۔

قبولِ اسلام:

جب رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ ان چند خوش نصیبوں میں سے ہیں جو بالکل ابتدا میں مسلمان ہوئے۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ سیّدنا سعید رضی اللہ عنہ نے ایسے خاندان میں پرورش پائی تھی جو آغاز سے مشرکین کی جہالت اور گمراہی سے متنفر تھا۔ وہ ایک ایسے باپ کے سائے میں پروان چڑھے تھے جو ساری عمر حق کی تلاش میں رہا اور اسی جستجو میں اُس کی وفات ہوئی تھی۔

سیّدنا سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُن کی بیوی سیّدہ فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا بھی مسلمان ہوگئیں۔

اسلام لانے کی وجہ سے دونوں میاں بیوی کو قریش کے ہاتھوں سخت تکلیفیں اُٹھانی پڑیں مگر ان دونوں نے صبر و استقامت سے کام لیا۔ یہ مبارک زوجین ہی سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب بنے تھے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح ہے کہ

جب آپ نے دین اسلام کی دعوت کو پھیلتا دیکھا تو اُس کی مخالفت میں ایک دن یہ ارادہ کرلیا کہ نعوذ باللہ سیّدنا محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے تا کہ اس دعوت کا بالکل خاتمہ ہو جائے۔

اسی ارادے سے وہ گھر سے تلوار لے کر نکلے۔ نبی کریم ﷺ اُس وقت دارِ ارقم رضی اللہ عنہ میں تشریف فرما تھے اور ان کے ساتھ کئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی وہاں موجود تھے۔ راستے میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سیدنا نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ملے جنہوں نے پوچھا: عمر کہاں جا رہے ہو؟ جواب دیا: آج میں محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کے لیے جا رہا ہوں تا کہ اس نئے دین کا خاتمہ ہو جائے۔ سیدنا نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن اور تمہارا بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔''

یہ سن کر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ وہاں سیّدنا خباب رضی اللہ عنہ دونوں میاں بیوی کو قرآن پڑھا

Marfat.com

رہے تھے اور دروازہ بند کر رکھا تھا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھلوایا۔ سیّدنا خباب رضی اللہ عنہ جلدی سے اندر چھپ گئے۔ پوچھا: تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ کیوں نیا دین اختیار کیا ہے؟ بہنوئی سے تلخ کلامی ہوئی تو ان کو زخمی کر دیا۔ بہن چھڑانے آئی تو اس کو بھی پیٹا مگر اُس نے جواب دیا: عمر! جو چاہے کر۔ ہم اس دین پر قائم رہیں گے بہن کی استقامت اثر کر گئی۔ بولے: جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ۔ کہا گیا پہلے غسل کرو پھر صحیفے کو ہاتھ میں لو اور پڑھو۔ جب قرآن پڑھا تو دل کی دنیا بدل گئی۔ کہنے لگے مجھے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلو۔ سیّدنا خباب رضی اللہ عنہ ان کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے جو اُس وقت دارارقم رضی اللہ عنہ میں موجود تھے۔ دروازے پر دستک دی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھبرائے کیونکہ سیّدنا عمر تلوار بکف تھے۔ لیکن سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"اسے آنے دو۔ اگر اچھی نیت سے آیا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اسی کی تلوار سے اس کی گردن اُتار دوں گا۔"

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر بارعب انداز میں پوچھا:

عمر! کس ارادے سے آئے ہو؟

عرض کیا: اسلام لانے کے لیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر پکارا تو سب مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا، اور مکے کی پہاڑیاں گونج اُٹھیں۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کی طاقت اور اسلام کی دعوت کو بڑی تقویت ملی۔ اگرچہ ان سے پہلے سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بہادر شخص مسلمان ہو چکے تھے لیکن ابھی تک مسلمانوں کی ہمت نہ تھی کہ جا کر خانہ کعبہ میں نماز پڑھ سکیں۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو اب مسلمان کعبے میں جا کر نماز پڑھنے لگ گئے۔ اسی حوالے سے آپ کو فاروق کہا جاتا ہے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر یہ عظیم الشان واقعہ اسلامی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا اس کے بعد سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی مسلمان ہو گئیں۔ ان لوگوں نے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح مکی زندگی میں سخت تکلیفیں برداشت کیں۔

Marfat.com

ہجرت مدینہ:

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا نے بھی دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح مدینے کی طرف ہجرت فرمائی۔ وہاں اُنہوں نے سیّدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بھائی رفاعہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرمایا۔ بعد میں نبی کریم ﷺ نے اُن کو کچھ زمین عطا فرمائی جس میں انہوں نے اپنے لیے مکان تعمیر کرلیا۔

مدینے میں سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی مواخات سیّدنا رافع بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی جو انصار کے ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے۔

غزوات:

غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی شرکت ثابت ہے۔ غزوۂ بدر میں آپ اس لیے شریک نہ ہوسکے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو غزوۂ بدر سے چند دن پہلے شام سے آنے والے قریش کے قافلے کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا۔ آپ کے ہمراہ سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ قافلے کی خبر لے کر واپس آئے تو اُس وقت نبی کریم ﷺ غزوۂ بدر کی فتح سے واپس لوٹ رہے تھے۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے سیّدنا سعید رضی اللہ عنہ اور سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ دونوں کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا تھا اور فرمایا تھا کہ ان کو بھی جہاد کا ثواب ملے گا۔ اس طرح ان دونوں اصحاب کو بھی بدری صحابہ میں شامل کرلیا گیا۔

خلفائے راشدین کے دور میں:

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے خلفائے راشدین کے زمانے میں ان سے بھرپور تعاون کیا۔ اُن کے ذمے جو خدمت بھی سپرد ہوئی اسے انہوں نے احسن طریقے سے پورا کیا۔

کسریٰ کا تخت چھیننے اور قیصر روم کی سلطنت پر غلبہ پانے میں وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ رہے۔ ہر جنگ میں بہادری کے جوہر دکھائے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وہ شام کے جہاد میں پیدل فوج کے سپہ سالار تھے۔ جنگ اجنادین میں سواروں کے رسالہ کے افسر تھے۔ دمشق کے محاصرے میں بھی حصہ لیا تھا۔ جنگ فحل میں مسلمانوں کے پیدل دستے کی کمان کی۔ انہوں نے حمص کے رومی گورنر کو جنگ میں قتل کیا تھا جس کے نتیجے میں حمص پر

Marfat.com

اسلامی فوج کا قبضہ ہو گیا۔

یرموک کے معرکے میں جب مسلمانوں کے میمنہ پر رومیوں نے سخت دباؤ ڈال دیا اور مسلمانوں کے پاؤں اکھڑنے لگے تو جن افسروں نے شجاعت اور ثابت قدمی سے دشمن کا مقابلہ کیا اُن میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اس جنگ میں عیسائیوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی جبکہ ان کے مقابلے میں مسلمان صرف چوبیس ہزار (24,000) تھے۔ اس موقع پر سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے عیسائی مقدمے کے افسر کو قتل کیا تھا اس کے بعد اُن کے قلب پر زور دار حملہ کیا جس سے رومی پسپا ہو گئے۔ معرکہ یرموک کے بارے میں سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

''رومی عیسائیوں کا لشکر بڑے جوش وخروش اور شان وشوکت سے آگے بڑھتا چلا آرہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی پہاڑ ہماری طرف بڑھتا چلا آرہا ہے۔ لشکر کے آگے بڑے بڑے پوپ پادری صلیب اٹھائے بلند آواز سے ورد کرتے ہوئے آرہے تھے۔ بجلی کی طرح پورا لشکر گونج رہا تھا۔ مسلمانوں پر اس لشکر کی ہیبت طاری ہو گئی تھی۔

اس نازک موقع پر اسلامی لشکر کے سپہ سالار سیّدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جوش اور جذبے سے مسلمانوں کو جہاد پر اُبھارنے کے لیے تقریر کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ (محمد: 7)

''اگر تم اللہ (کے دین) کی خدمت کرو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔''

اللہ کے بندو! صبر کرو۔ بے شک صبر ہی کے ذریعے کفر سے نجات ملتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ننگ وعار ختم ہوتی ہے۔

سنو! اپنے نیزے درست کر لو اور چھپائے رکھو۔ خاموشی اختیار کرو۔ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سرشار کر لو یہاں تک کہ میں تمہیں یکدم حملے کا حکم دوں۔''

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ:

پھر ایک شخص مجاہدین کی صف سے نکل کر آگے بڑھا۔ اُس نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

''میں نے عزم کر رکھا ہے کہ اپنا فرض انجام دوں گا اور اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں گا۔ کیا آپ کوئی پیغام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانا چاہتے ہیں؟

Marfat.com

سیّدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے سلام کہنا اور یہ عرض کرنا کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے (فتح و کامیابی کے) جو وعدے کیے تھے وہ پورے ہو چکے ہیں۔"

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے مزید بیان کیا کہ

"میں نے اس آدمی کی بات سنی اور پھر دیکھا کہ اُس نے اُسی وقت نیام سے اپنی تلوار نکالی اور دشمن سے مقابلے کے لیے دوڑ پڑا۔ اس کے بعد میں نے نشانہ لیا جبکہ میں گھٹنے کے بل کھڑا تھا اور نیزے سے دشمن کے اُس افسر شہسوار کو نشانہ بنایا جس نے اسلامی لشکر کی طرف سب سے پہلے پیش قدمی کی تھی۔ پھر میں نے جہاد کے جذبے سے سرشار ہو کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے دشمن کی کثرت کا خوف نکال دیا تھا۔ پھر تمام مجاہدین نے دشمن کا مقابلہ اس دلیری سے کیا کہ آخر کار مسلمانوں نے فتح پائی۔"

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے دمشق کی فتح میں بھی شرکت کی تھی اور جب وہاں کے باشندوں نے مسلمانوں کی اطاعت کر لی تو سیّدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے آپ کو دمشق کا گورنر مقرر کیا۔ آپ پہلے مسلمان ہیں جو دمشق کے گورنر بنے۔

لیکن بعد میں آپ گورنری سے مستعفی ہو کر رضا کارانہ طور پر پھر جہاد میں شریک ہوئے اور پورے شام کی فتح تک اس میں شامل رہے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت اپنے جانشین کے انتخاب کے لیے جن افراد کو نامزد کیا تھا اس میں سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو اس لیے شامل نہ کیا کیونکہ وہ آپ کے رشتہ دار تھے حالاں کہ وہ ہر لحاظ سے اس کے اہل تھے۔

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ قناعت پسند اور خاموش طبع تھے۔ وہ جاہ پسندی سے دور رہتے تھے۔ انہوں نے خوشی سے سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ پھر وہ خاموشی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ وہ اُس وقت کوفہ میں تھے جب سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی تھی۔ شہادت کی خبر سن کر وہ سخت غمگین ہوئے اور کوفہ کی جامع مسجد میں جا کر یہ تقریر کی:

"اے لوگو! تم نے جو سلوک سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہے اگر اس سلوک کی وجہ سے اُحد پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو اس کا ٹل جانا ممکن ہے۔"

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں میں فتنوں نے سر اٹھایا تو سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ

Marfat.com

ان سے الگ تھلگ رہے اور حالات سے سخت دل گرفتہ تھے۔ باقی زندگی آپ نے زہد وعبادت میں گزاری۔ آپ نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں حصہ نہ لیا۔ بلکہ مدینے کے قریب وادی عقیق میں وفات تک گوشہ نشینی کی زندگی بسر کی۔

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو بنوامیہ کے زمانے میں جب مروان بن حکم مدینے کا گورنر تھا تو ایک ایسا حادثہ پیش آیا جو عرصے تک اہل مدینہ کی گفتگو کا موضوع بنا رہا۔

اس واقعے کی تفصیل یہ ہے:

اروٰی بنت اویس نامی ایک عورت نے مروان بن حکم سے سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ شکایت کی کہ انھوں نے اس سے کچھ قطعۂ زمین زبردستی ہتھیا لیا ہے۔ چنانچہ اس عورت نے مروان کی عدالت میں سیّدنا سعید رضی اللہ عنہ کے خلاف دعوٰی دائر کر دیا۔ مروان نے سیّدنا سعید رضی اللہ عنہ سے بات کرنے کے لیے اُن کے پاس ایک وفد بھیجا۔ سیّدنا سعید رضی اللہ عنہ کو اس بات کا بہت افسوس ہوا اور وہ فرمانے لگے:

''یہ لوگ میرے متعلق کیا سمجھتے ہیں کہ میں نے اس عورت کی زمین چھین کر بڑا ظلم کیا ہے۔ بھلا میں ایسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیسے کر سکتا ہوں جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کسی کی ایک بالشت زمین بھی ناحق طور پر اپنے قبضے میں لی قیامت کے دن اُس کے گلے میں سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔''

اس کے بعد اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ اُٹھا کر عرض کیا:

''اے اللہ! تو جانتا ہے میں بے گناہ ہوں۔ میں نے اس عورت پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے یہ عورت جھوٹی ہے تو اسے اس کے اس جھوٹ کی یہ سزا دے کہ اسے اندھا کر کے کنویں میں گرا دے تاکہ لوگوں پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ میں نے اس عورت پر کوئی ظلم نہیں کیا۔''

کچھ عرصہ بعد وادیٔ عقیق میں ایسا سیلاب آیا جس سے وہ حد بندی واضح ہوگئی جس کے بارے میں جھگڑا پیدا ہوا تھا۔ اس سے مسلمانوں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سچے ہیں اور عورت جھوٹی ہے۔ اس کے ایک مہینہ بعد وہ عورت اندھی ہوگئی۔ ایک روز وہ اپنی زمین میں گھوم پھر رہی تھی کہ اچانک اپنے ہی کنوئیں میں گر کر ہلاک ہوگئی۔

اس واقعے کے بارے میں سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

ہم بچپن سے یہ بات سنا کرتے تھے کہ ایک شخص غصے کی حالت میں دوسرے سے کہتا:

((اَعْمَاكَ اللّٰهُ كَمَا اَعْمَى الْاَرْوٰی.))

''اللہ تجھے اس طرح اندھا کردے جیسے اُس نے اروی کو اندھا کیا تھا۔''

ویسے اس بات کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد بھی ہے کہ

''مظلوم کی آہ سے بچو کیونکہ اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔''

ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ مظلوم سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے اور آپ کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔

وفات:

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے مدینے کے قریب وادیٔ عقیق میں جمعے کے دن 50ھ یا 51ھ میں وفات پائی۔

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مدینے سے نمازِ جمعہ کی تیاری کر رہے تھے کہ ان کو سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع ملی۔ آپ فوراً وادیٔ عقیق پہنچے۔ وہاں سے سیّدنا سعید رضی اللہ عنہ کی میت لوگوں کے کندھوں پر مدینے لائی گئی۔ سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لحد میں اتارا۔ ان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا تھا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر (81) برس کی تھی۔

احادیث کی روایت:

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے اڑتالیس (48) حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے اکثر صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ عشرہ مبشرہ والی حدیث بھی آپ نے اور سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ دونوں نے روایت کی ہے۔

22۔ سہل بن سعد ساعدی انصاری رضی اللہ عنہما:

یہ انصاری صحابی ہیں اور ان کے والد بھی صحابی ہیں۔ نبی ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر صرف پندرہ (15) سال تھی۔ ان کا نام پہلے حزن رکھا گیا جسے بدل کر حضور ﷺ نے سہل رکھ دیا۔ انہوں نے بہت عمر پائی۔ کہا جاتا ہے کہ مدینے میں موجود صحابہ کرام میں آپ نے سب سے آخر میں 90ہجری کے لگ بھگ

Marfat.com

وفات پائی تھی۔ گویا آپ مدینے کے آخری صحابی تھے اور وہیں وفات پائی۔ بنوامیہ کے گورنر حجاج بن یوسف نے آپ کو بہت ایذائیں دیں۔ صحاح ستہ اور دوسری کتب حدیث میں آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔

23۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ ماں کا نام زینب تھا اور اُن کی کنیت اُمِ رومان تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی لیکن اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے اُم عبداللہ کنیت رکھتی تھی۔ آپ بعثت نبوی کے چار سال بعد پیدا ہوئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دس (10) سال نبوی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح ہوا۔ چار سو درہم حق مہر تھا، تو اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر صرف چھ (6) برس کی تھی۔

ہجرت کے بعد مدینے میں رخصتی ہوئی۔ اُس وقت عمر نو سال تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر 18 سال تھی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے 48 برس بعد تک زندہ رہیں اور 57ھ میں فوت ہوئیں۔ اُس وقت آپ کی عمر 66 برس تھی۔ وصیت کے مطابق جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں تمام ازواجِ مطہرات سے اجازت لے کر اپنی زندگی کے آخری دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بسر کیے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احکامِ شریعت کا ایک چوتھائی حصہ منقول ہے۔ آپ دینی مسائل میں فتویٰ دیتی تھیں۔ آپ سے 2210 حدیثیں مروی ہیں۔

24۔ حضرت عبادہ بن صامت انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ:

آپ طویل القامت، جلیل القدر اور قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ آپ بیعت عقبہ اولیٰ، ثانیہ اور ثالثہ میں شریک تھے۔ آپ نے تمام غزوات میں حصہ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک ہی میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو فلسطین میں دین کا معلم بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حمص کا قاضی مقرر کیا تھا۔ یہ بعد میں رملہ چلے گئے اور وہیں (یا بیت المقدس) میں 34ھ میں وفات پائی۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بیعت عقبہ میں انصار کا نقیب مقرر کیا تھا۔ تمام کتب صحاح میں ان سے مروی

Marfat.com

احادیث موجود ہیں۔

25۔ عبداللہ بن ابی اوفی اسلمی رضی اللہ عنہ:

آپ صحابی ہیں اور صحابی کے بیٹے ہیں۔ بیعت رضوان (صلح حدیبیہ)، فتح خیبر اور غزوۂ حنین وغیرہ کئی غزوات میں حصہ لیا۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد کوفہ میں مقیم ہوگئے۔ آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ 86 ہجری یا 87 ہجری میں آپ فوت ہوئے۔ غالباً آپ کوفہ میں وفات پانے والے آخری صحابی تھے۔

حدیث کی تمام کتابوں میں ان سے مروی احادیث ملتی ہیں۔

26۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

آپ مجتہد، فقیہ اور صاحب علم صحابی تھے۔ نبی ﷺ نے آپ کو حبرُ الامت (اُمت کا عالم) اور بہترین ترجمان القرآن جیسے القاب سے نوازا۔ آپ حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے اور اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔

ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ نبی ﷺ کی وفات کے وقت عمر صرف 13 برس تھی۔ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے اپنی والدہ کے ہمراہ اسلام لائے۔ پھر مدینے ہجرت کی۔ کم عمری کے باوجود آپ نے نبی ﷺ سے بہت کچھ سیکھ لیا۔ حضور ﷺ نے کئی موقعوں پر اُن کے حق میں دعائیں کیں۔

ایک موقع پر حضور ﷺ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی:

"اَللّٰھُمَّ !فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ. (صحیح مسلم، رقم: 6368)

"اے اللہ! اِسے دین کی سمجھ عطا فرما!"

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کبار صحابہ کے ساتھ آپ کو بھی اپنے مشوروں میں شریک کرتے تھے۔ اس پر جب بعض اکابر صحابہ نے اعتراض کیا تو ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سب سے سورہ النصر کا مرکزی مضمون پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں نبی ﷺ کو تسبیح اور استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر یہی سوال عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس سورت میں نبی ﷺ کی وفات کا اعلان ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہی بات درست ہے۔ پھر آپ نے اعتراض کرنے والے کبار صحابہ سے فرمایا کہ میں اس نوجوان کو اسی لیے مشوروں میں شریک کرتا ہوں کہ اس کا علم بہت وسیع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے خلفائے راشدین کے دور میں کئی موقع پر جہاد میں شریک ہوئے۔

Marfat.com

آپ نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ خلافت علوی کے زمانے میں آپ کچھ عرصہ بصرے کے گورنر بھی رہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں طائف میں مقیم ہوگئے اور وہیں 68ھ کے لگ بھگ وفات پائی۔ آخری عمر میں آنکھوں سے معذور ہوگئے تھے۔ آپ مکثرین صحابہ میں سے ہیں۔ آپ سے مروی احادیث کی تعداد 1660 ہے جن میں سے صحیحین میں 120 کے قریب حدیثیں موجود ہیں۔

27۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ:

مشہور صحابی ہیں۔ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی ہیں۔ بعثت نبوی سے ایک سال پہلے یا بعد پیدا ہوئے تھے۔ کم عمری ہی میں اسلام لائے اور اپنے والد کے ساتھ ہجرت کرکے مدینے آئے۔ جنگ بدر اور جنگ اُحد میں اس لیے شریک نہ ہو سکے کہ ابھی کم عمر تھے۔ اس کے بعد تمام غزوات میں شرکت کی اور خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی جہاد میں حصہ لیتے رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو ''رجل صالح'' یعنی نیک مرد کا خطاب دیا تھا، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کو دنیا نے اپنی طرف یا اُس نے دنیا کو اپنی طرف مائل نہ کیا ہو سوائے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روز مرہ زندگی کی جزئیات کا بھی اتباع کرتے تھے۔ جب حج کے سفر پر جاتے تو راستے میں وہاں اُتر کر نماز پڑھتے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نماز پڑھی، وہیں وضو کرتے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی وضو فرمایا، وہیں اپنی سواری کو باندھتے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی سواری کو باندھا تھا۔ اُسی درخت کے نیچے قیام کرتے جس درخت کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی قیام فرمایا تھا۔ اس طرح آپ گویا سنن عادیہ کو بھی سنن شرعیہ سمجھ کر اُن کی پیروی کرتے تھے۔ اور وہ اس خصوصیت میں دوسرے صحابہ سے ممتاز تھے۔

فتنوں کے دور میں وہ الگ تھلگ رہے اور جنگ جمل یا جنگ صفین وغیرہ میں شرکت نہیں کی۔ البتہ بعد میں اُن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے کا افسوس رہا۔

آپ کے بہت سے فضائل ہیں۔ محدثین کے نزدیک جو سند ''سلسلۃ الذھب'' (سنہری سلسلہ) کہلاتی ہے وہ مالک عن نافع عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ گویا اس سند کی حدیث نہایت ثقہ اور معتبر ہوتی ہے۔ ایک

Marfat.com

مرتبہ آپ نے بنوامیہ کے ظالم حکمران حجاج بن یوسف کو اُس کی غلطی پر سرعام ٹوکا تھا جس پر ناراض ہو کر اُس نے آپ کو دھوکے سے قتل کرا دیا تھا۔ آپ زخمی ہوئے تھے اور چند دن بعد 73ھ یا 74 میں فوت ہوئے تھے۔

آپ اُن مکثرین صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد آپ دوسرے نمبر پر ہیں۔ آپ کی مرویات کی تعداد 2630 ہے۔ صرف صحیحین میں آپ سے مروی 282 حدیثیں ہیں۔

28۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ:

آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے والد عمرو بن عاص بھی صحابی ہیں۔ یہ عالم دین اور بہت عبادت گزار تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو احادیث لکھنے کی اجازت دی تھی۔ انہوں نے ایک ہزار حدیثوں کا مجموعہ بھی مرتب کیا تھا جسے صحیفہ صادقہ کہا جاتا ہے۔ یہ صحیفہ ان کے خاندان میں کئی نسلوں تک موجود رہا۔ بعد میں اس کی تمام احادیث مسند احمد میں شامل کرلی گئیں۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی ہر بات نہ لکھا کرو کیونکہ آپ ﷺ کبھی خوشی کی حالت میں ہوتے ہیں اور کبھی غصے میں ہوتے ہیں۔ اس پر انہوں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اُكْتُبْ فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا یَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ)) (ابوداود، رقم 3646)

”تم احادیث لکھا کرو۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔“

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

((مَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ اَحَدٌ اَكْثَرُ حَدِیْثًا عَنْهُ مِنِّیْ اِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، فَاِنَّهٗ یَكْتُبُ وَلَا اَكْتُبُ.))

صحیح بخاری، رقم 113 ترمذی، رقم 2668

”نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی ایسا نہ تھا جو آپ ﷺ کی احادیث مجھ سے زیادہ جانتا ہو، سوائے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے، کیونکہ وہ حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔“

مشہور قول کے مطابق آپ طائف میں 63 ہجری میں فوت ہوئے۔ ان میں سے سات سو (700)

Marfat.com

کے لگ بھگ احادیث مروی ہیں جن میں سے پینتالیس (45) صحیحین میں ہیں اور سنن اربعہ میں بھی بہت سی احادیث ان سے مروی ہیں۔

29۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

آپ ابتدائی دور میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ صحابیات مہاجرات میں سے تھیں۔ اُن کی کنیت اُمِ عبد تھی اور اسی نسبت سے آپ کی کنیت ابن اُمِ عبد ہوگئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں آپ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے قریش کے مجمع میں خانہ کعبہ کے پاس قرآن مجید پڑھا۔ وہاں جب آپ سورہ الرحمٰن پڑھ رہے تھے تو ایک شخص نے آپ کے گالوں پر اتنے تھپڑ مارے کہ وہ سرخ ہوگئے اور اُن پر نشانات پڑ گئے۔ مگر آپ مسلسل پڑھتے رہے اور پوری سورت پڑھ ڈالی۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینے کی طرف ہجرت کی۔ غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات میں شریک رہے۔ صحیحین میں ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ کا اتنا آنا جانا تھا کہ ناواقف لوگ یہ سمجھتے تھے کہ شاید یہ بھی اہل بیت میں سے ہیں۔" آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بلا روک ٹوک آنے کی اجازت تھی۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت خدمت کرتے۔ اُن کی جوتیاں اُٹھاتے، مسواک اور عصا سنبھال کر اپنے پاس رکھتے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے تو ان کے لیے پردے کا انتظام کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اُن کو 'صاحب السواک والنعلین' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

آپ کے فضائل میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔ ایک متفق علیہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِسْتَقْرِءُوا الْقُرْآنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ: مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، وَسَالِمٍ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَةَ، وَاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ."

"چار آدمیوں سے قرآن سیکھو، عبداللہ بن مسعود، سالم (حضرت حذیفہ کے آزاد کردہ غلام)، اُبی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔"

صحیح بخاری، رقم: 3758 صحیح مسلم، رقم: 6334

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ والوں کی فرمائش پر آپ کو وہاں روانہ کیا تو اُن لوگوں کو یہ پیغام بھی بھیجا کہ میں ایثار کر کے ان کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں کیونکہ مجھے خود ان کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفے کے گھر گھر میں دین کی تعلیم کا چرچا کیا۔ بعد میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفے کو اپنا دارالخلافہ بنایا تو وہاں پہنچنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی دعوت و تبلیغ کی کوششوں کو سراہا۔

آپ غزوۂ بدر میں ابوجہل کے قتل میں شریک تھے، اور اُس کی تلوار آپ ہی کو مالِ غنیمت کے طور پر ملی تھی۔ آپ خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی جہاد میں شرکت کرتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ مسیلمہ کذاب کے قتل میں بھی آپ شریک تھے۔ آخری عمر میں کوفہ سے واپس مدینے آگئے تھے اور وہیں 32ھ یا 33ھ میں وفات پائی۔

آپ سے روایت کردہ احادیث کی تعداد 848 ہے جن میں سے 120 حدیثیں صحیحین میں موجود ہیں۔

30۔ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ:

آپ مہاجرین صحابہ میں سے ہیں۔ بہت عمدہ قاری، شاعر، خطیب اور عالم تھے۔ خلفائے راشدین کے زمانے میں جہاد کرتے رہے۔ آپ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق فتح ہونے کی خوش خبری لائے تھے۔ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے طرف دار تھے جنہوں نے بعد میں ان کو مصر کا والی (گورنر) بنا دیا۔

آپ 58 ہجری میں فوت ہوگئے۔

صحاح ستہ میں آپ سے مروی احادیث موجود ہیں۔

31۔ عکرمہ صلی اللہ علیہ وسلم (تابعی):

آپ مشہور تابعی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور اُن کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ علم تفسیر کے ماہرین میں سے تھے۔ تین سو (300) کے قریب علماء نے آپ سے علم حاصل کیا۔ ان پر بعض لوگوں نے الزامات بھی لگائے مگر حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری، جو کہ صحیح بخاری کی شرح ہے، کے مقدمے میں ان سب الزامات کی تردید کردی ہے اور ان کو ثقہ اور معتبر قرار دیا ہے۔

عکرمہ رحمہ اللہ کا تعلق افریقہ کے قبیلے بربر سے تھا اور یہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اُس زمانے میں ہدیے کے طور پر ملے تھے جب وہ خلافت علوی میں بصرے کے والی تھے۔

بنواُمیہ کی حکومت کے مخالف ہونے کی وجہ سے عکرمہ کو گرفتاری سے بچنے کے لیے رُوپوش ہونا پڑا۔

Marfat.com

روپوشی ہی کی حالت میں 108 ہجری کے لگ بھگ آپ نے وفات پائی۔

صحاح ستہ میں ان سے مروی احادیث موجود ہیں۔

32۔ علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ):

آپ کا نام علی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ والدین کی طرف سے آپ ہاشمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔

ابھی دس سال کی عمر تھی کہ اسلام قبول کر لیا۔ آپ نبی کریم ﷺ کی تربیت اور کفالت میں رہے۔

جب نبی ﷺ نے مکے سے مدینے ہجرت فرمائی تو اس خیال سے کہ مشرکین کو شبہ نہ ہو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ بستر پر سونے کا حکم دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینے کی طرف سفر کے لیے روانہ ہوئے۔ اس موقع پر نبی ﷺ کے بستر پر سونا اپنی موت کو دعوت دینا تھا لیکن شیر خدا نے اس حکم کی بخوشی تعمیل کی۔ تین دن تک مکے میں رہ کر امانتیں امانت داروں کو پہنچائیں اور پھر اکیلے مدینے کی طرف ہجرت کے لیے روانہ ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بدر کی جنگ میں قریش کا مشہور سردار آپ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ غزوۂ احد میں بھی بہادری کے جوہر دکھائے اور غزوۂ خندق کے موقع پر عرب کے مشہور مشرک پہلوان عمرو بن عبد ود کو قتل کیا۔ آپ نے خیبر کے موقع پر قلعہ قموص کا بھاری دروازہ اکھاڑ پھینکا اور وہاں کے یہودی سردار مرحب کا خاتمہ کر کے قلعہ فتح کیا۔ اس بنا پر آپ کو خیبر شکن بھی کہا جاتا ہے۔ آپ بیعت رضوان میں بھی شامل تھے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوئی تھی۔ فتح مکہ میں اور غزوۂ حنین میں بھی شرکت کی۔

لیکن آخری غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہو سکے کیونکہ اس موقع پر نبی ﷺ نے آپ کو مدینے میں اپنا قائم مقام اور نائب مقرر کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس غزوے میں شرکت نہ کر سکنے پر غمگین ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

"تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی اور نبی نہیں ہے" [صحیح مسلم، کتاب الفضائل حدیث: 6217]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مدینے میں ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ تنگ دست تھے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کے الگ گھر کا بندوبست کیا۔ مہر

Marfat.com

کے لیے بھی مال نہ تھا۔ صرف ایک زرہ تھی اور ایک گھوڑا تھا۔ زرہ 480 درہم میں بیچی گئی۔ اسی سے مہر بھی ادا کیا گیا اور نبی ﷺ نے گھر کی ضروریات کے لیے اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک چادر' ایک مشکیزہ' ایک چکی' دو گھڑے اور چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی عنایت کیا۔ خود حضور ﷺ نے نکاح پڑھا اور خیر و برکت کی دعا دے کر اپنی بیٹی کو رخصت کیا۔

رسول اللہ ﷺ کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بہت پسند تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر فرمایا:

((لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ يُفْتَحُ عَلَيْهِ' فَنَحْنُ نَرْجُوْهَا۔ فَقِيْلَ: هٰذَا عَلِيٌّ' فَأَعْطَاهُ فُتِحَ عَلَيْهِ))

[صحیح بخاری' کتاب المغازی' حدیث: 4209]

''کل میں ایسے شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ (دونوں) محبت کرتے ہیں (راوی کہتا ہے) ہمیں اس (کے ملنے) کی توقع تھی۔ پھر کہا گیا کہ یہ علی رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر نبی ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا کیا اور انہی کے ہاتھوں میں فتح حاصل ہوگئی۔''

صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی تفصیلی حدیث موجود ہے کہ نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر فرمایا:

''کل میں ایسے شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح عطا کرے گا۔ وہ آدمی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوگا' اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔''

راوی کہتے ہیں کہ ''وہ رات لوگوں نے بڑی بے چینی سے گزاری کہ دیکھیں کل صبح کس کو جھنڈا عطا ہوتا ہے۔ پھر صبح ہوئی تو لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں لوگ حاضر ہوئے۔ ہر ایک کو امید تھی کہ یہ جھنڈا اسے ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس بھیجو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا تو آپ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھوں میں لگا کر ان کے لیے دعا فرمائی تو ان کی آنکھیں تندرست ہوگئیں گویا کہ ان کو ان میں کبھی کوئی تکلیف نہ تھی۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

Marfat.com

یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ اسلام قبول نہ کر لیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی کچھ دیر ان کے میدان میں جا کر اترو۔ پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کا ان پر کیا حق ہے؟ اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے ذریعے سے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔"

آپ ساری عمر نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہر خوشی اور غمی میں شریک رہے۔

حضور ﷺ کی وفات کے بعد تینوں خلفائے راشدین، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپ اُن کے مشیر رہے اور ان تینوں سے آپ کی رشتہ داری بھی تھی۔

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کر لیا۔ آپ کا زمانہ خلافت 35ھ سے 40ھ تک کا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں فجر کی نماز ادا کر رہے تھے کہ ابن ملجم خارجی نے آپ پر زہر آلود خنجر سے حملہ کیا اور کئی وار کیے جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔ تیسرے دن 20 رمضان المبارک 40ھ کو جامِ شہادت نوش فرمایا۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کو کوفہ میں دفن کیا گیا۔ آپ کی خلافت کی مدت 4 سال 9 ماہ تھی۔

3۔آپ کے فضائل:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اعلیٰ اوصاف کمالات کا مرقع تھے۔ آپ کی پرورش اور تربیت خود نبی ﷺ نے فرمائی تھی۔ آپ صاحب علم و فضل مجتہد صحابی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے۔ آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔ بہت بہادر اور شجاع تھے۔ سادگی پسند تھے۔ امانت اور دیانت والے تھے۔ عمدہ خطیب اور شاعر تھے۔ بہترین قاضی تھے۔ نرم مزاج اور رحم دل تھے۔ درویش طبع لیکن فیاض تھے اور عابد و زاہد تھے۔ صلح نامہ حدیبیہ آپ نے تحریر کیا تھا۔ یمن کے والی بھی رہے۔ نبی ﷺ کی رحلت پر آپ نے غسل اور تجہیز کا انتظام کیا تھا۔

امیر المومنین بننے کے بعد بہت سی اصلاحات کیں۔ ذمیوں سے اچھا سلوک کیا۔ عدل و انصاف قائم کیا اور دین کی اشاعت کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کے حوالے سے چند احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

Marfat.com

1۔ ((لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ، وَلَا يُبْغِضُهُ مُؤْمِنٌ))

[ترمذی، ابواب المناقب، حدیث ترجمة الباب]

''علی رضی اللہ عنہ سے منافق محبت نہیں کرتا اور مومن نفرت نہیں رکھتا۔''

2۔ ((اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ))

[ترمذی، ابواب المناقب، حدیث: 3720]

''(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) تم (علی رضی اللہ عنہ) دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔''

3۔ ((اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی، اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ))

[صحیح مسلم، کتاب فضائل صحابه، حدیث 6217]

''(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا): (اے علی رضی اللہ عنہ) تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی لیکن بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''

4۔ ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں لیٹے ہوئے تھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو پیار سے فرمایا:

((قُمْ اَبَا التُّرَابِ! قُمْ اَبَا التُّرَابِ))

''اے ابوتراب رضی اللہ عنہ اٹھیے۔ اے ابوتراب رضی اللہ عنہ اٹھیے''

اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب رضی اللہ عنہ (مٹی کا باپ) کا لقب دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کل 586 حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں سے صحیحین میں 34 حدیثیں آپ کی مرویات ہیں۔

33۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ سب سے پہلے آپ نے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ آپ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ تھے۔ آپ کے زمانۂ خلافت میں بہت سی فتوحات ہوئیں۔ مثلاً ایران، مصر اور شام و فلسطین کے علاقے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت کا مرتبہ بھی عطا فرمایا۔

1۔ ابتدائی حالات و واقعات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام عمر تھا، لقب فاروق اور کنیت ابوحفص تھی۔ والد کا نام خطاب بن نفیل تھا۔ آپ

Marfat.com

قریش کی ایک شاخ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ آٹھویں پشت پر آپ کا سلسلہ نسب حضرت محمد ﷺ کے نسب سے جاملتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاندان دورِ جاہلیت میں سفارت اور مقدمات کے فیصلے میں ثالثی کا عہدہ رکھتا تھا۔ آپ حضرت محمد ﷺ سے تیرہ (13) برس چھوٹے تھے اور مکے میں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بچپن میں اونٹ چرایا کرتے تھے۔ جوان ہوئے تو لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا۔ آپ علم الانساب، شہسواری اور سپاہ گری جانتے تھے۔ خطابت اور پہلوانی بھی کرتے تھے۔ عکاظ کے میلے میں پہلوانوں کے مقابلے میں شرکت کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیشہ تجارت تھا۔ آپ نے عراق، مصر اور شام کے تجارتی سفر کیے تھے۔ آپ بڑے رعب اور دبدبے والے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب اسلام کی دعوت دینی شروع کی تو دوسرے کفار کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کے مخالف تھے۔ جذباتی اور سخت گیر ہونے کی وجہ سے اپنے مسلمان غلام کو مارتے پیٹتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ:

اے اللہ! ابوجہل یا عمر میں سے کسی ایک کو اسلام لانے کی توفیق دے۔ آخر یہ دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کام آ گئی اور وہ اسلام لائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بہت عجیب ہے۔ ہوا یوں کہ جب آپ نے دین اسلام کی دعوت کو پھیلتا دیکھا تو ایک دن یہ ارادہ کرلیا کہ حضرت محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کردیا جائے تاکہ اس دعوت کا بالکل خاتمہ ہوجائے۔ اسی ارادے سے وہ گھر سے تلوار لے کر نکلے۔ نبی کریم ﷺ اس وقت دارِ ارقم رضی اللہ عنہ میں تشریف فرما تھے اور ان کے ساتھ کئی اور صحابہ بھی وہاں موجود تھے۔ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ملے جنہوں نے پوچھا: عمر کہاں جارہے ہو؟ جواب دیا: آج میں محمد ﷺ کو قتل کرنے کے لیے جارہا ہوں تاکہ اس نئے دین کا خاتمہ ہوجائے۔ نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن اور تمہارا بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ وہاں حضرت خباب رضی اللہ عنہ دونوں میاں بیوی کو قرآن پڑھا رہے تھے اور دروازہ بند کر رکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھلوایا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ جلدی سے اندر

Marfat.com

چھپ گئے۔ پوچھا تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ کیوں نیا دین اختیار کیا ہے؟ بہنوئی سے تلخ کلامی ہوئی تو ان کو زخمی کر دیا۔ بہن چھڑانے آئی تو اس کو بھی پیٹا مگر اس نے جواب دیا: عمر! جو چاہے کر لو۔

بہن کی استقامت اثر کر گئی۔ بولے: جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ۔ کہا گیا پہلے غسل کرو پھر صحیفے کو ہاتھ میں لو اور پڑھو۔ جب قرآن پڑھا تو دل کی دنیا بدل گئی۔ کہنے لگے مجھے حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں لے چلو۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ ان کو لے کر نبی ﷺ کے پاس پہنچے جو اس وقت دارِ ارقم رضی اللہ عنہ میں موجود تھے۔ دروازے پر دستک دی تو صحابہ کرام کچھ گھبرائے کیونکہ حضرت عمر تلوار بکف تھے۔ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا اسے آنے دو۔ اگر اچھی نیت سے آیا ہے تو ٹھیک' ورنہ اسی کی تلوار سے اس کی گردن اتار دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ ﷺ خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر بارعب انداز میں پوچھا: عمر' کس ارادے سے آئے ہو' عرض کیا اسلام لانے کے لیے۔ نبی ﷺ نے اللہ اکبر پکارا تو سب مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور مکے کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کی طاقت اور اسلام کی دعوت کو بڑی تقویت ملی۔ اگرچہ ان سے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بہادر شخص مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن ابھی تک مسلمانوں کو ہمت نہ تھی کہ خانہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھ سکیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو اب مسلمان کعبے میں بھی جا کر نماز پڑھنے لگ گئے۔ اسی حوالے سے ان کو فاروق کہا جاتا ہے۔

ہجرت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت کی۔ غزوۂ بدر' غزوۂ احد' صلح حدیبیہ' فتح خیبر اور فتح مکہ اور حنین کے معرکوں میں شامل رہے اور اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے رہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں آپ ان کے مشیروں میں شامل تھے اور کچھ عرصہ مدینے کے قاضی بھی رہے۔

2۔ آپ کی خلافت کے واقعات:

13ھ میں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آن پہنچا تو انہوں نے صحابہ کرام کے مشورے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا۔ لوگوں سے رائے لی تو سب نے آپ کے فیصلے کو منظور کیا اور آپ کی بیعت کی گئی۔ اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ بنے۔

خلیفہ بنتے ہی آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا۔

آپ کے زمانے میں بہت سی فتوحات ہوئیں۔ ایران' مصر' شام اور فلسطین کے علاقے فتح کیے گئے۔

Marfat.com

آپ نے خلافت کا بہترین انتظام فرمایا۔ بیت المال قائم کیا۔ باقاعدہ فوج قائم کی۔ عدالتی نظام ترتیب دیا۔ زرعی اصلاحات کیں۔ ذمیوں سے اچھا سلوک کیا۔ رفاہِ عامہ کے کام کیے۔ قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم کا بندوبست کیا۔

3۔ شہادت:

23ھ میں ایک پارسی غلام ابولولو فیروز نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس وقت قاتلانہ حملہ کر دیا جب آپ فجر کی نماز کی امامت فرما رہے تھے۔ اس غلام نے ایک زہر آلود خنجر سے آپ کو چھ زخم لگائے۔ آپ نے زخمی حالت میں نماز مکمل کی اور پھر اس حادثے کے تین روز بعد شہید ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ (63) برس تھی۔ آپ کو روضۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آخری وقت جانشینی کے لیے آپ نے چھ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی نامزد کی اور لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ چن لیں۔ لوگوں نے کثرتِ رائے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نیا خلیفہ منتخب کر لیا۔

4۔ سیرت و کردار:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اعلیٰ سیرت و کردار کے مالک تھے۔ بڑے بہادر اور بارعب تھے۔ وہ ایک مثالی حکمران تھے۔ بہترین منتظم تھے۔ وہ اللہ سے ڈرنے والے پرہیزگار انسان تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ سادگی پسند تھے۔ رعایا کی خبر گیری کرتے تھے۔ حق کے لیے وہ ننگی تلوار تھے۔ حدود اللہ کو سختی سے سب پر نافذ کرتے تھے۔

ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کل 539 حدیثیں مروی ہیں جن میں سے 34 حدیثیں صحیحین میں موجود ہیں۔

34۔ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ:

آپ صحابی ہیں۔ صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے اور بیعت رضوان میں شریک تھے۔ بعد میں بصرہ میں مقیم ہو گئے۔ انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اُن کے حکم سے بصرہ میں ایک نہر کھدوائی جو نہر معقل کہلاتی تھی۔

آپ نے 60 ہجری کے لگ بھگ وفات پائی۔

Marfat.com

تمام صحاحِ ستہ میں ان سے مروی احادیث پائی جاتی ہیں۔

35۔ معمر بن عبداللہ بن نافع قرشی رضی اللہ عنہ:

آپ مہاجرین صحابہ میں سے ہیں۔ آپ نے پہلے حبشہ کی طرف اور پھر مدینے کی جانب ہجرت کی۔ بعض روایات کے مطابق انہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ کے سر مبارک کا حلق (سر مونڈنا) کیا تھا۔

ان سے مروی احادیث صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں موجود ہیں۔

36۔ مقدام بن مَعدِی کَرِب الکندی رضی اللہ عنہ:

حضرت مقدام بن معدی کرب الکندی طویل عمر پانے والے صحابی ہیں۔ آپ کی کنیت اپنے بیٹے کی نسبت سے ابویحییٰ تھی۔ آخری عمر میں ملکِ شام کے شہر حمص میں سکونت اختیار کی تھی جہاں اموی حکمران عبدالملک بن مروان کے زمانہ حکومت میں وفات پائی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے 'الطبقات الکبریٰ' میں آپ کی عمر 91 برس اور سال وفات 87ھ لکھا ہے لیکن امام مِزّی نے 'تہذیب الکمال' میں اور ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں ان کی وفات کے تین مختلف سال لکھے ہیں کہ آپ کا سالِ وفات 83ھ یا 86ھ یا 87ھ تھا۔

صحیح مسلم کے سوا باقی تمام کتب صحاح میں آپ سے مروی احادیث موجود ہیں جن کو آپ نے براہِ راست نبی ﷺ سے، یا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے، یا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے یا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ذریعے روایت کیا ہے۔

37۔ نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہما:

خزرج آپ کا شمار کم عمر (صغار) صحابہ میں ہوتا ہے۔ ان کے والد بشیر بھی صحابی ہیں اور ان کی والدہ بھی صحابیہ ہیں جو مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ آپ 2 ہجری میں پیدا ہوئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حمص کے والی رہے۔ ان کو 64 یا 65 یا 66 ہجری میں شہید کیا گیا۔

صحاح ستہ کی تمام کتابوں میں ان سے مروی احادیث موجود ہیں۔

Marfat.com

اِشاریہ احادیث مشکوٰۃ الحدیث (جلد سوم)

(حروف تہجی کے لحاظ سے)

(الف)

صفحہ

اَ تُرَدِّیْنَ عَلَیْهِ حَدِیْقَتَهٗ 53

اَ تَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ 214

اُتِیَ عَلِیٌّ بِزَنَادِقَةٍ فَاَحْرَقَهُمْ 231

اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِهٖ 35

اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ اَحَدُهُمَا 207

اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ 201

اَذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَءَ تَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ 48

اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبْ 202

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا 44

اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا 166

اِشْتَرٰی رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ عَقَارًا 120

اِشْتَرٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَعَامًا 133

اَعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ 147

اَلَا ، اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ 181

اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ 157

اَلَا ، لَا يَبِيْتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَءَةٍ ثَيِّبٍ 64

اَلْبَرَكَةُ فِیْ نَوَاصِی الْخَيْلِ 185

اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ 101

اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ 184

اَلْحِقُوْا الْفَرَائِضَ بِاَهْلِهَا 138

Marfat.com

اَلْحَلالُ بَيِّنٌ وَالْحَرامُ بَيِّنٌ 84
اَلْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ 117
اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ 96
اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ 168
اَلشُّؤْمُ فِى الْمَرْءَةِ، وَالدَّارِ، وَالْفَرَسِ 81
أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ حَمْزَةَ أَخِى فِى الرَّضَاعَةِ؟ 21
اَمَا، وَالَّذِىْ نَفْسِى بِيَدِهٖ، لَاَقْضِيَنَّ 218
اِنْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابُهٗ حَتّٰى سَبَقُوا 191
إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ 144
اِنَّ اَعْظَمَ الْاَمَانَةِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ 74
اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ 72
اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا 84
اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولُهٗ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ 107
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ 123
أَنَّ النَّبِىَّ ﷺ ضَرَبَ فِى الْخَمْرِ 241
اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ رَاٰى عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ 42
اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا 68
اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ 75
اَنَّ امْرَءَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِىَّ ﷺ 53
اِنَّ رَجُلًا كَانَ فِىْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ 128
اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ 218
اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَتْهُ امْرَاءَةٌ فَقَالَتْ: 33
أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ دَفَعَ إِلٰى يَهُودَ خَيْبَرَ 149

Marfat.com

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِیْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِیْ 186

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ عَلٰی صُبْرَةِ طَعَامٍ 99

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ 27

اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْءَةِ 214

اَنَّ نَفَرًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ مَرُّوْا بِمَاءٍ 144

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ 198

اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ 107

اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَةً لَّهٗ وَهِیَ حَائِضٌ 55

اَنَّهٗ كَانَ يَخْرُجُ بِهٖ جَدُّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ 118

اَوَّلُ مَا يُقْضٰی بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِی الدِّمَاءِ 205

اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلُ عَلَی النِّسَاءِ 67

اَيُّمَا امْرَءَةٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا 51

(ب)

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ 42

بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا 170

(ت)

تُنْكَحُ الْمَرْءَةُ لِاَرْبَعٍ 17

(ث)

ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ 91

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ 90

(ج)

جَاءَ النَّبِیُّ ﷺ فَدَخَلَ حِيْنَ بُنِیَ عَلَیَّ 38

جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَئَلَهٗ عَنِ اللُّقْطَةِ 141

Marfat.com

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: الرَّجُلُ يُقَاتِلُ 178

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّيْ تَزَوَّجْتُ 22

(خ)

خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ 40

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ 61

خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ 28

(د)

دَعِيْ هٰذِهِ، وَقُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ 38

(ر)

رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا 98

(غ)

غَلَا السِّعْرُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا 123

(ف)

فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّ فِيْ أَعْيُنِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا 22

فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِأَحَدٍ 188

فَمَسَحَ رَأْسَهُ، وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ 118

(ق)

قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ 190

قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بِالْمَدِيْنَةِ وَهُمْ يَسْلِفُوْنَ 115

قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ 131

(ک)

كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ 127

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ أَحَدًا 170

Marfat.com

كَانَ فِىْ مَنْ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهٖ جُرْحٌ 212
كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ 239
كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ 49

(ل)

لَا بَأْسَ ، شَرِبْتُ عَسَلاً 75
لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ 52
لَا تُحِدُّ امْرَأَةٌ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ 59
لَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِىْ كُفَّارًا 209
لَا تَلِجُوْا عَلَى الْمُغِيْبَاتِ 65
لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ لِبَيْعٍ 104
لَا تَنْذُرُوْا ، فَإِنَّ النَّذْرَ 143
لَا تُنْكَحُ الْاَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَاْمَرَ 30
لَا طَاعَةَ فِىْ مَعْصِيَةٍ 169
لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ 31
لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ 177
لَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ 25
لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ 243
لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْءَةِ وَعَمَّتِهَا 18
لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ 210
لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ 24
لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَءَةٍ 63
لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ 68
لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ 140

Marfat.com

لا يُشِيرُ أَحَدُكُم عَلَى أَخِيهِ بِالسَّلاحِ 204
لا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً 46
لا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ 200
لا يُكْلَمُ أَحَدٌ فِي سَبِيلِ اللهِ 194
لا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ 73
لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا 93
لَمَّا بَلَغَ رَسُولَ اللهِ ﷺ اَنَّ اَهْلَ فَارِسَ 174
لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ امْرَءَةً 174
لَوْ كُنْتُ آمِرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ 47
لَوْلا بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ 79
لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ 196
لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ 55

(م)

مَا أُعْطِيكُمْ وَلا اَمْنَعُكُمْ 172
مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا 83
مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ 70
مَا حَقُّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوْصٰى فِيْهِ 135
مَا مِنْ وَّالٍ يَلِي رَعِيَّتَهُ 171
مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ 179
مَرِضْتُ عَامَ الْفَتْحِ 136
مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ 125
مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ 122
مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ 155

Marfat.com

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ 159
مَنْ بَدَّلَ دِیْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ 231
مَنْ سَرَّهٗ أَنْ یُّنْجِیَهُ اللّٰهُ 126
مَنْ عَمَرَ أَرْضًا لَیْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ 153
مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنِّیْ 99
مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا 178
مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ 195
مَنْ کَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْیَزْرَعْهَا 151
مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُوْ 183

(ن)

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمُخَابَرَةِ 111
نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ 113
نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ 109

(و)

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ، لَوْ لَا اَنَّ رِجَالًا 180

(ہ)

هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَیْءٍ تُصْدِقُهَا؟ 33

(ی)

یَا اَیُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ 186
یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ لَكَ فِیْ بِنْتِ عَمِّكَ حَمْزَةَ؟ 21
یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَةَ 15
یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا یَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ 20
یُغْفَرُ لِلشَّهِیْدِ کُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّیْنَ 130

Marfat.com

فرہنگِ الفاظ

جن اسموں کے شروع میں اَلْ (لام تعریف) آیا ہو اُن کو اُن کے بعد والے حروف تہجی میں تلاش کیجیے جیسے اَلْجُلُوْدُ کو جُلُوْدُ (ج) میں

(الف)

آکِلَ (ء ک ل) کھانے والا

آکُلَ (ء ک ل) میں کھاتا ہوں

اُبَایِعُ (ب ی ع) میں کاروبار کرتا ہوں

اَبَتْ (ء ب ی) اُس عورت نے انکار کیا

اَبْتَعُ (ب ی ع) میں خریدتا ہوں

اِبْتَاعَ (ب ی ع) اُس نے خریدا

اَبٰی (ء ب ی) اُس نے انکار کیا

اُتْبِعُ (ت ب ع) اُس کا پیچھا کیا گیا

اَتَتْ (ء ت ی) وہ آئی

اَتَجَاوَزُ (ج و ز) میں معاف کرتا ہوں

اَتَکَلَّمَ (ک ل م) میں کلام/ بات کروں

اَتَیْتَ (ء ت ی) تو آیا

اِثْنَیْنَ دو (2)

اُجَازِیْھِمْ (ج و ز) میں اُن سے نرمی کرتا ہوں۔ اُسے چھوڑ دیتا ہوں

اَجِدُ (و ج د) میں پاتا ہوں

اَجَلْ ہاں۔ جی ہاں

اَجْمَلُ (ج م ل) زیادہ خوب صورت

اَجْمَلُوْہُ (ج م ل) انہوں نے اُسے پگھلایا

اَجِیْرًا (ء ج ر) مزدور

اِحْتَکَرَ (ح ک ر) اُس نے ذخیرہ اندوزی کی

اَحْرَقَ (ح ر ق) اُس نے جلایا

اُحْرِقُ (ح ر ق) میں جلا دیتا

اَلْاَحْزَابَ (حِزْبٌ واحد) گروہ۔ لشکر

اَحْصَنُ (ح ص ن) زیادہ محفوظ

اَحْمِلُ (ح م ل) میں سوار کراتا ہوں

اَحْنَاہُ (ح ن ی) زیادہ مہربان اُس پر

اُحْیٰی (ح ی ی) میں زندہ کیا جاؤں

اِخْتَصَمَا (خ ص م) دونوں نے مقدمہ/ جھگڑا کیا

اِخْتَطَبَ (خ ط ب) اُس نے خطاب کیا

اِذْنَ اجازت

اَرْضِیْنَ زمینیں (اَرْضٌ واحد)

اَرْعَاہُ (ر ع ی) زیادہ خیال رکھنے والیاں

اِسْتَاجَرَ (ء ج ر) اُس نے اُجرت پر رکھا

اُسْتُعْمِلَ (ع م ل) وہ عامل/ افسر بنایا گیا

Marfat.com

اِسْتَنْفِقْ (ن ف ق) تو استعمال میں لا

اِسْتَوْفٰی (و ف ی) اُس نے پورا کام لیا

اَسْلَفَ (س ل ف) اُس نے پیشگی سودا کیا

اِشْتَرٰی (ش ر ی) اُس نے خریدا

اِشْتَرَیْتُ (ش ر ی) میں نے خریدا

اَشْرِکْنَا (ش ر ک) تو ہمیں شریک کر

اَشْفَیْتُ (ش ف ی) میں کنارے پر پہنچ گیا

اَصَابَ (ص و ب) اُس نے درست کیا

اَلْاَصْنَافُ مختلف چیزیں (صِنْفٌ واحد)

اَلْاَصْنَامُ بت (صَنَمٌ واحد)

اَضَرُّ (ض ر ر) زیادہ ضرر رساں/ نقصان دہ

اَضَعُ (و ض ع) میں رکھتا ہوں

اَعْتِبُ (ع ت ب) میں عیب لگاؤں

اِعْتَرَفَتْ (ع ر ف) اُس عورت نے اعتراف کیا

اَعْرِفْ (ع ر ف) تو پہچان لے

اَعْیُنٌ آنکھیں (عَیْنٌ واحد)

اَغَضُّ (غ ض ض) زیادہ پست/ نیچی کرنے والا

اِفْتَدَیْتُ (ف د ی) میں نے فدیہ دیا

اِقْبَلْ (ق ب ل) تو قبول کر

اِقْتَضٰی (ق ض ی) اُس نے تقاضا کیا/ مانگا

اُقْتَلَ (ق ت ل) میں قتل ہو جاؤں

اَقْسِمُوْا (ق س م) تم تقسیم کرو

اِقْضِ (ق ض ی) تو فیصلہ کر

اَقْضِیْ (ق ض ی) میں فیصلہ کرتا ہوں

اَقْضِیَنَّ (ق ض ی) میں ضرور فیصلہ کروں گا

اَقْطَعُ (ق ط ع) میں کاٹتا/ دیتا ہوں

اَکَلُوْا (ء ک ل) انہوں نے کھایا

اِلْتَقٰی (ل ق ی) وہ ملا/ سامنے آیا

اَلْحِقُوْا (ل ح ق) تم ملاؤ/ دو

اَلْحَنَ (ل ح ن) زیادہ چرب زبانی/ باتونی

اَمْسَکَ (م س ک) اُس نے روکا

اَمْنَعُ (م ن ع) میں روکتا ہوں

اُنْثٰی عورت

اِنْسِیَّۃِ پالتو۔ گھریلو

اُنْظِرُ (ن ظ ر) میں مہلت دیتا ہوں

اِنْفِرُوْا (ن ف ر) تم نکلو

اَنْکِحُوْا (ن ک ح) تم نکاح کرو

اَنْکَرَ (ن ک ر) اُس نے انکار کیا

اَنّٰی کیسے۔ کہاں سے

اِھْزِمْ (ہ ز م) تو شکست دے

اَھَمَّ (ہ م م) اُس نے پریشان کر دیا

اِئْذَنْ (ء ذ ن) تو اجازت دے

اَیْمُ اللّٰہِ قسم اللہ کی

Marfat.com

اَيَّامِ لڑائیاں۔ دن

اَيِّم بیوہ/ مطلقہ عورت

اَيُّمَا جو کوئی

(ب)

بَادٍ (ب د و) دیہاتی

بَادَرَنِيْ (ب د ر) اُس نے مجھ سے پہل/ جلدی کی

بَأْسٍ وجہ۔ تکلیف۔ لڑائی

اَلْبَاسِطُ (ب س ط) کشادگی دینے والا۔ بڑھانے والا

بَاعَ (ب ی ع) اُس نے بیچا

بَاعُوْهُ (ب ی ع) اُنہوں نے اُسے بیچا

اَلْبَاءَةَ شادی۔ نکاح

اَلْبَائِعُ (ب ی ع) بیچنے والا

اَلْبُرُّ گندم۔ گیہوں

بَرِءَ وہ ٹھیک/ تندرست ہو گیا

بَشِّرُوْا (ب ش ر) تم خوش خبری دو

بِعْتُكَ (ب ی ع) میں نے تجھ سے خریدا

اَلْبِكْرُ کنواری۔ کنوارا

بَلَلًا نمی۔ گیلا ہونا

بَيْعٌ بیچنا۔ خریدنا

اَلْبَيِّعَانِ (ب ی ع) دو (2) لین دین کرنے والے

بِيْعُوْا (ب ی ع) تم بیچو

بَيِّنٌ (ب ی ن) ظاہر۔ واضح

بَيَّنَا (ب ی ن) دونوں نے ظاہر/ واضح کیا

اَلْبَيِّنَةُ (ب ی ن) ثبوت۔ دلیل

(ت)

(لَا) تُبَاشِرُ (ب ش ر) وہ (مؤنث) جسم نہ ملائے

تَتَمَنَّوْا (م ن ی) تم تمنا کرو

تَجَاوَزْ (ج و ز) تو در گزر کر

تَجَاوَزَ (ج و ز) اُس نے معاف کیا

تَحَاكَمَا (ح ک م) دونوں نے فیصلہ کرایا

تَخْتَصِمُوْنَ (خ ص م) تم جھگڑتے ہو/ مقدمہ لاتے ہو

تَخَلَّفْتُ (خ ل ف) میں پیچھے رہتا

تَخُنْ (خ و ن) وہ خیانت کرتی

تَرِدُ (و ر د) وہ وارد/ داخل ہوتی ہے

تُرَدِّيْنَ (ر د د) تو لوٹاتی ہے

تَرَكْتُ (ت ر ک) میں نے چھوڑا

تَزَوَّجْتُ (ز و ج) میں نے شادی کی

تُسْتَأْمَرَ (ء م ر) اُس عورت سے مشورہ لیا جائے

تُسْتَأْذَنَ (ء ذ ن) اُس عورت سے اجازت لی جائے

تَسْكُتَ (س ک ت) وہ عورت خاموش رہتی ہے

تَشْفَعُ (ش ف ع) تو سفارش کرتا ہے

تَصُرُّوْا (ص ر ر) تم جانوروں کے تھنوں میں دودھ روکو

تُطْلٰى (ط ل ی) مالش یا لیپ (Polish) کیا جاتا ہے

تَطْلِيْقَةٌ (ط ل ق) ایک طلاق

Marfat.com

تَطِیبُ (ط ی ب) وہ اچھی لگتی ہے
تُعَسِّرُوْا (ع س ر) تم تنگی/ مشکل پیدا کرو
تَغْرِیبَ (غ ر ب) جلاوطنی
تَغْزُوْ (غ ز و) وہ لڑی جاتی ہے
تُفْضِیُ (ف ض ی) وہ لیٹتی/ سوتی/ چھوتی ہے
تَکَلَّمْ (ک ل م) تو کلام/ بات کر
تَلَقَّوْا (ل ق ی) تم ملو/ پیش قدمی کرو
اَلتَّمْرُ کھجور
تَمَرَاتٍ کھجوریں
تَنَاجَشُوْا (ن ج ش) تم جعلی بولی نہ دو
تَنْذُرُوْا (ن ذ ر) تم نذر مانو
تَنْعَتُ (ن ع ت) وہ اوصاف بیان کرتی ہے
تُنَفِّرُوْا (ن ف ر) تم نفرت دلاؤ

(ث)

ثَالِثُ تیسرا
اَلثِّمَارَ پھل (ثَمَرٌ واحد)
ثَمَنُہٗ قیمت اُس کی
ثَیِّبٌ بیوہ/ مطلقہ عورت۔ شادی شدہ شخص

(ج)

جَارِیَۃٌ لڑکی۔ لونڈی
جَرَّۃً تھیلی۔ گھڑا۔ برتن
جُرْحُہٗ زخم اُس کا
جُرُفِ کنارا
اَلْجَرِیْدُ کھجور کی ٹہنی
جَزِعَ وہ گھبرا گیا
جَلَدَ اُس نے کوڑے مارے
جَلَدَاتٍ کوڑے۔ تازیانے
اَلْجُلُوْدُ کھالیں۔ چمڑے (جِلْدٌ واحد)
جُنَّۃٌ (ج ن ن) ڈھال
اَلْجَوَائِحِ نقصانات (جَائِحَۃٌ واحد)

(ح)

حَاضِرٌ شہر کا رہنے والا
حُجَّۃٌ (ح ج ج) دلیل
حَدِیْدٌ (ح د د) لوہا
حَدِیْقَتَہٗ باغ اُس کا
حِذَاءَ ھَا جوتا اُس کا
اَلْحَرْبُ لڑائی
حَرِیْصٌ خواہش مند
حَزَّ اُس کے زخم سے خون بہنے لگا
اَلْحَلْفُ قسم۔ قسم کھانا
حُلْوَۃٌ میٹھی۔ شیریں
حُمُرٌ گدھے (حِمَارٌ واحد)
اَلْحَمُوْ دیور۔ خاوند کا بھائی
حِمًی محفوظ چراگاہ
حِنْطَۃٌ گندم۔ گیہوں
حَوْلَ اردگرد
حُیِیْتُ (ح ی ی) میں زندہ رہا

Marfat.com

(خ)

خَاطِئٌ (خ ط ی) خطا کار۔ گناہ گار

خُدْعَۃٌ (خ د ع) دھوکا۔ چال بازی

خَضِرَۃٌ (خ ض ر) سرسبز۔ دلکش

خُلُقٍ عادت

خَمْرٌ شراب

اَلْخِیَارُ (خ ی ر) اختیار

خَیْرُ النَّظَرَیْنِ دو باتوں کا اختیار

اَلْخَیْلَ گھوڑے

(د)

اَلدَّابَّۃُ جانور۔ سواری کا جانور

اَلدَّرِّ تھن کا دودھ سے بھر جانا

دِرْعًا لوہے کی زرہ

دَفَعَ اُس نے واپس کیا

دَمٌ خون

دُوْنَ پیچھے۔ سوائے

اَلدَّیْنَ قرض

(ذ)

ذِکْرٌ شہرت۔ ناموری

(ر)

رَاعٍ (ر ع ی) چرواہا۔ ذمہ دار

اَلرَّاعِیُ (ر ع ی) چرواہا۔ ذمہ دار

رَاعِیَۃٌ (ر ع ی) ذمہ دار (عورت)

رَاقٍ (ر ق ی) جھاڑ پھونک کرنے والا

رَائِحَۃُ (ر ی ح) خوشبو

رُبَّمَا کبھی

رَبُّھَا مالک اُس کا

رِجَاءَ (ر ج ی) اُمید

رَدَّھَا (ر د د) وہ اُسے لوٹائے

رَقَا (ر ق ء) وہ رُکا/ بند ہوا

اَلرُّکْبَانَ قافلے (رَکْبٌ واحد)

رَکِبْنَ (ر ک ب) وہ سوار ہوئیں

رَمٰی (ر م ی) اُس نے پھینکا

اَلرَّمْیُ (ر م ی) پھینکنا۔ تیر پھینکنا

(ز)

زَبِیْبَۃٌ کشمش

زَنَادِقَۃٍ بے دین لوگ (زِنْدِیْقٌ واحد)

(س)

سَبَقُوْا (س ب ق) وہ پہلے پہنچے/ آگے بڑھے

اَلسَّحَابِ بادل

سَخِطَ وہ ناراض ہوا

سَرَقَتْ (س ر ق) اُس (عورت) نے چوری کی۔

سَرَّہٗ (س ر ر) وہ اسے خوش کرے

سَرِیَّۃَ لڑائی۔ مہم

اَلسِّعْرُ قیمت۔ نرخ

سَعِّرْ (س ع ر) تو نرخ/ قیمتیں مقرر کر دے

Marfat.com

اَلسُّفُنُ کشتیاں (سَفِیْنَۃٌ واحد)

سِقَاءُ هَا مشکیزہ اُس کا

سِکِّیْنًا چھری۔ چاقو

اَلسِّلَاحِ ہتھیار

سِلْعَۃٍ سودا۔ مال

سَلِیْمٌ سانپ کا کاٹا ہوا

اَلسَّمَاءُ بارش۔ آسمان

سَمْحًا سخی۔ درگزر کرنے والا

سَمْرَاءَ گندم۔ گیہوں

سَهْمًا حصہ

سَیِّدِہٖ مالک اُس کا

سَیْفَیْ دو تلواریں

اَلسُّیُوْفُ تلواریں (سَیْفٌ واحد)

(ش)

شَاۃً بکری

اَلشَّاءِ زیادہ بکریاں

اَلشَّبَابِ نوجوان

شُحُوْمٌ چربیاں (شَحْمٌ چربی)

شَحِیْحٌ (ش ح ح) بخیل۔ کنجوس

شَطْرٌ حصہ۔ آدھا حصہ۔ طرف

شُعْبَۃٌ شاخ۔ حصہ

اَلشُّفْعَۃُ شفعہ کا حق

اَلشُّؤْمُ نحوست

شَأْنٌ معاملہ۔ حالت

(ص)

اَلصَّائِمِ (ص و م) روزے دار

صُبْرَۃِ ڈھیر

صُرِفَتْ (ص ر ف) وہ پھیری جائے۔ الگ کی جائے

صَلَاحُهَا (ص ل ح) اُس کا مفید ہونا

(ض)

ضَالَّۃٌ (ض ل ل) گم شدہ

(ط)

اَلطُّرُقُ راستے (طَرِیْقٌ واحد)

طَلِّقْ (ط ل ق) تو طلاق دے

طَیَّبَ (ط ی ب) اُس نے پاک/ جائز کر دیا

(ظ)

ظِلَالٌ سائے (ظل واحد)

اَلظَّهْرُ سواری۔ سواری کا جانور۔ پیٹھ

اَلْعَافِیَۃَ خیریت

اَلْعَدُوِّ دشمن

عَرْضُهَا چوڑائی اُس کی

عِرْضِہٖ عزت اُس کی

عَرِّفْ (ع ر ف) تو اعلان کر

عَرَقُہٗ پسینہ اُس کا

عَسِیْفًا مزدور۔ ملازم

Marfat.com

عِفَاصَهَا نشانی اُس کی/سر بند اُس کا
عَقَارًا زمین۔جائیداد
عَمَرَ اُس نے آباد کیا
عَوْرَةِ پردہ۔ستر

(غ)

غَاشٍ (غ ش ش) دھوکے باز۔غیر مخلص
غُذِيَ (غ ذ ی) اُسے غذا دی گئی
غَشَّ (غ ش ش) اُس نے دھوکا دیا
غَضْبَانَ (غ ض ب) غصے سے بھرا ہوا
غَلَا وہ مہنگا ہوا
اَلْغَنَائِمَ (غ ن م) غنیمتیں۔مالِ غنیمت (غَنِیْمَةٌ واحد)

(ف)

فَادِّهَا (ء د ی) پھر تو اُسے ادا/حوالے کر دے
فَارْجُمْهَا (ر ج م) پھر تو اُس (عورت) کو رجم (سنگ سار) کر دے
فَاغْدُ (غ د و) پس تو جا/صبح کو جا
فَتَاةٍ نوجوان لڑکی
فِرَاشٌ بستر
اَلْفَرَائِضَ مقررہ حصے
اَلْفَرَسُ گھوڑا
فَرَقٌ پیمانہ ناپنے کا جو مدینے میں استعمال ہوتا تھا
فَضَالَّةُ پھر گم شدہ
فَضْلَ مَاءٍ فالتو پانی
فَلْيَتَّبِعْ (ت ب ع) پس چاہیے کہ وہ پیچھا کرے
فَلْيَتَزَوَّجْ (ز و ج) پس چاہیے وہ شادی کرے
فَلْيَجْتَنِبْ (ج ن ب) پس چاہیے وہ بچائے
فِيَّ منہ

(ق)

اَلْقَابِضُ (ق ب ض) کم کرنے/گھٹانے والا
قَاتَلَ (ق ت ل) وہ لڑا
قَاسِمٌ (ق س م) تقسیم کرنے والا
اَلْقَانِتِ پڑھنے والا۔فرماں بردار
اَلْقَائِمُ (ق و م) قیام (نفلی عبادت) کرنے والا
قَرَنِ تھیلی۔گھڑا۔کجاوے کا اگلا حصہ
قَضٰى (ق ض ی) اُس نے فیصلہ کیا
قَضَيْتُ (ق ض ی) میں نے فیصلہ کیا
قِطْعَةٌ (ق ط ع) ٹکڑا
قُوْمُوْا (ق و م) تم کھڑے ہو جاؤ

(ک)

كَاتِبٌ (ک ت ب) لکھنے والا
كَاذِبَةٌ (ک ذ ب) جھوٹی
كَتَمَ اُس نے چھپایا
كَذَبَا اُن دونوں نے جھوٹ بولا
كِرَاءُ الْاَرْضِ زمین ٹھیکے پر دینا
كُرَبَ تکلیفیں (كُرْبَةٌ واحد)

Marfat.com

کَرِہَ اُس نے ناپسند کیا

کَرِھُوْا انہوں نے ناپسند کیا

کَیْلٌ ماپ۔ پیمانہ

(ل)

لُحُوْمٌ گوشت (لَحْمٌ واحد)

لَدِیْغٌ (ل د غ) بچھو کا کاٹا ہوا

لَعَلَّ شاید۔ تاکہ

لِفَتَاہُ اپنے خادم/ ملازم کو

لِقَاءَ (ل ق ی) ملنا۔ ملاقات

اَللُّقْطَةَ (ل ق ط) گری پڑی چیز

لَقِیْتُم (ل ق ی) تم ملو

لَوَدَدْتُّ (و د د) ضرور میں چاہتا

لَوْنٌ رنگ

لِیَقْتَطِعَ (ق ط ع) تاکہ وہ کاٹ لے۔ ہڑپ کرجائے

لَیْلَتَیْنِ دوراتیں (لَیْلٌ واحد)

(م)

اَلْمَارِقُ (م ر ق) چھوڑنے والا

مَالَتْ (م ی ل) وہ جھک گئی

مُتْعَةِ (م ت ع) عاضی نکاح

مُجْرِیَ (ج ر ی) چلانے والا

مَحَارِمُ (ح ر م) حرام کی گئی چیزیں (مُحَرَّمٌ واحد)

اَلْمُحَاقَلَةَ (ح ق ل) گندم کے بدلے میں اُس کی کھڑی فصل بیچنا

مُحِقَتْ (م ح ق) وہ مٹادی گئی

اَلْمُخَابَرَةَ (خ ب ر) زرعی زمین بٹائی پر دینا

مَرُّوْا (م ر ر) وہ گزرے

مَرْھُوْنًا (ر ہ ن) رہن۔ گروی

اَلْمُزَابَنَةَ سو(100) فرق پیمانہ کے بدلے کھجوروں کو درختوں ہی پر بیچ دینا

مُسْتَخْلِفُ (خ ل ف) خلیفہ/ جانشین بنانے والا

اَلْمُسَعِّرُ (س ع ر) قیمتیں مقرر بڑھانے کرنے والا

اَلْمِسْكِ مشک۔ کستوری

مُسْكِرٌ (س ک ر) نشے والی چیز

مَسْكَنِ (س ک ن) گھر۔ رہنے کی جگہ

مُشْتَبِهَاتٌ (ش ب ہ) شبے/ شک میں ڈالنے والی چیزیں

اَلْمُشْتَرِیْ (ش ر ی) خریدار۔ گاہک

مَشْرُبُهُ (ش ر ب) پینا اُس کا

مُصَرَّاةً (ص ر ر) وہ جانور جس کا دودھ روکا گیا ہو

مُضْغَةٌ بوٹی

مَطْعَمُهُ کھانا اُس کا

مَطْلُ ٹال مٹول کرنا

مَظْلِمَةٌ (ظ ل م) ظلم۔ زیادتی

اَلْمُعْسِرُ (ع س ر) تنگ دست

مَعْشَرَ گروہ۔ جماعت

Marfat.com

مَغنَمٌ مالِ غنیمت
مَلبَسُهٗ لباس اُس کا
اَلمِلحُ نمک
مَلَّكُوا (م ل ک) انہوں نے بادشاہ/حکمران بنایا
مَلِيءٌ دیر کرنے والا
مُمحِقَةٌ (م ح ق) مٹانے والی
مُنزِلُ (ن ز ل) نازل کرنے والا
مَنَعتَ (م ن ع) تو نے روکا
مَنفَقَةٌ (ن ف ق) بیچنے والی
اَلمُوسِرَ (ی س ر) مال دار
مُؤكِلَ (ء ک ل) کھلانے والا

(ن)

نَاكِحًا (ن ک ح) شوہر۔ خاوند
نَحوِ مطابق۔ جیسا
نِعَالٌ جوتے (نَعلٌ واحد)
نَفَرًا گروہ۔ جماعت
نَوَاصِيُ پیشانیاں (نَاصِيَةٌ پیشانی)

(و)

وَالٍ (و ل ی) والی۔ حکمران
وَاللّٰهِ قسم اللہ کی
وِجَاءٌ جنسی خواہش میں کمی
وَضعٍ کم کرنا۔ کمی
وِكَاءَ هَا اُس کے باندھنے کی چیز
وَلَّوا انہوں نے والی/حکمران بنایا
وَلِيٍّ سرپرست

(ہ)

هَازِمِ (ہ ز م) شکست دینے والا

(ی)

يَاذَنَ (ء ذ ن) وہ اجازت دے
يَبدُوَ (ب د ء) وہ ظاہر ہو جائے
يَبِعْ (ب ی ع) وہ سودا کرے
يَبِيتُ (ب ی ت) وہ رات گزارتا ہے
يَبِيتَنَّ (ب ی ت) وہ رات گزارے
يَبِيعُ (ب ی ع) وہ سودا کرتا ہے
يَتَخَلَّفُوا (خ ل ف) وہ پیچھے رہ جائیں
يُتَّقٰى (و ق ی) اُس کے ذریعے بچا جاتا ہے
يَتَفَرَّقَا (ف ر ق) وہ دونوں الگ ہوں
يَتَكَفَّفُونَ (ک ف ف) وہ ہاتھ پھیلاتے ہیں
يَثعَبُ (ث ع ب) وہ بہتا ہے
يَجتَرِئُ (ج ر ء) وہ جرأت/ہمت دکھاتا ہے
يَجِفَّ (ج ف ف) وہ خشک ہو جائے
يُجلَدُ (ج ل د) اُسے کوڑے مارے جائیں
يُحَدِّثُ (ح د ث) وہ بات کرتا ہے
يَحرُمُ (ح ر م) وہ حرام ہوتا ہے
يَحِلُّ (ح ل ل) وہ حلال ہوتا ہے

Marfat.com

یَحْلِبَ (ح ل ل) وہ دودھ دوہتا ہے

یَحْمِلُكَ (ح م ل) وہ اُٹھاتا/ اُبھارتا ہے تجھے

یَخْطُبُ (خ ط ب) وہ منگنی کرتا ہے

یَخْلُوَنَّ (خ ل و) وہ خلوت/ تنہائی میں رہتا ہے

یَخْنَزْ (خ ن ز) وہ سڑتا/ خراب ہوتا

یُدَایِنُ (د ی ن) وہ قرض دیتا ہے

یُدْمِنُ (د م ن) وہ عادی ہوتا ہے

یُدَّهِنُ (د ہ ن) اُسے نرم کیا جاتا ہے

یَرْتَعُ (ر ت ع) وہ چرتا چگتا ہے

یَرِثُ (ور ث) وہ وارث بنتا ہے

یَرْعٰی (ر ع ی) وہ چراتا ہے

یُرْکَبُ (ر ک ب) اُس پر سواری کی جائے

یُرٰی (ر ء ی) وہ دکھاوا کرتا ہے

یَزْرَعُوْهَا (ز ر ع) وہ اُس میں کاشت کاری کریں

یَسْتَطِیْعُ (ط و ع) وہ طاقت رکھتا ہے

یُسْتَخْرَجُ (خ ر ج) وہ نکالا جاتا ہے

یُسْتَجَابُ (ج و ب) اُس کی (دعا) قبول ہوتی ہے

یَسْتَصْبِحُ (ص ب ح) وہ روشنی کرتا ہے

یَسِّرُوْا (ی س ر) تم آسانی پیدا کرو

یَسْلِفُوْنَ (س ل ف) وہ پیشگی سودا کرتے ہیں

یُشْرَبُ (ش ر ب) وہ پیا جائے

یُشِیْرُ (ش و ر) وہ اشارہ کرتا ہے

یَضَعُ (و ض ع) وہ چھوڑ دیتا ہے

یُطَوَّقُهُ (ط و ق) اُسے طوق ڈالا جائے گا

یُطِیْلُ (ط و ل) وہ لمبا (سفر) کرتا ہے

یَعْتَمِلُوْهَا (ع م ل) وہ اُس میں کام کریں

یَعْصِ (ع ص ی) وہ نافرمانی کرتا ہے

یَعُوْدُنِیْ (ع و د) وہ میری عیادت/ بیمار پرسی کرتا ہے

یَغْزُوْ (غ ز و) وہ لڑتا ہے

یَفْتُرُ (ف ت ر) وہ وقفہ/ ناغہ کرتا ہے

یَفْرَكُ (ف ر ک) وہ نفرت کرتا ہے۔ ناراض ہوتا ہے

یُفْضِیْ (ف ض ی) وہ لیٹتا/ سوتا/ چھوتا ہے

یُقَاتِلُ (ق ت ل) وہ لڑتا ہے

یَقْضِیَنَّ (ق ض ی) وہ فیصلہ کرے

یَقَعُ (و ق ع) وہ گرتا ہے

یَكْفِیْ (ک ف ی) وہ کافی ہوتا ہے

یُكْلَمُ (ک ل م) وہ زخمی ہوتا ہے

یُكَلِّمُ (ک ل م) وہ کلام/ بات کرتا ہے

یَلِیْ (و ل ی) وہ والی/ حاکم بنتا ہے

یَمُدُّ (م د د) وہ پھیلاتا ہے

یَمْنَحُ (م ن ح) وہ (ہدیہ) دیتا ہے

یَنْزِعُ (ن ز ع) وہ کھینچتا/ وسوسہ ڈالتا ہے

یُنَفِّسُ (ن ف س) وہ مہلت دیتا ہے

یُوْصٰی (و ص ی) اُس کی وصیت کی جاتی ہے

Marfat.com

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا سورة الحشر

''اور رسول (ﷺ) تمہیں جو کچھ دے وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکے اس سے رُک جاؤ۔''

مشکوٰۃ الحدیث

علم حدیث کے شائقین کے لئے صحیح احادیث کا ایک جدید جامع مجموعہ

''مشکوٰۃ المصابیح'' کی منتخب صحیح احادیث کا آسان اُردو ترجمہ وتشریح، اُن کا قرآن مجید سے ربط، مفصل مقدمہ، اشاریہ، فرہنگِ الفاظ، صحاحِ ستہ کا تعارف اور راویانِ حدیث کے مختصر حالاتِ زندگی شامل ہیں

جلد سوم: **معاملات**

پروفیسر مولانا محمد رفیق مدظلہ العالی

Marfat.com